

۱ رئیس الاحرار

ممتاز عالم اور جنگ آزادی کے سپہ سالار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی حیات واردات جن کو پڑھکر ان کی سیاسی بصیرت اور قومی اتحاد و وطن دوستی کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے ۲۲۷ صفحات قیمت پانچ روپے سائز $\frac{18 \times 22}{8}$

۲ مسلمانان ہند کی قربانیوں کا جائزہ

ہندوستانی مسلمانوں کی صد سالہ قربانیوں کا ایک ایسا اجمالی خاکہ جس کے حرف حرف سے تفصیل و وضاحت کے چشمے امنڈتے ہیں صفحات ۵۰ سائز $\frac{18 \times 22}{8}$ قیمت ۵۰ پیسے

تفصیل و وضاحت پچاس پیسے۔

ملنے کا پتہ

۱- ۵۲۹۶ کوچہ رحمن چاندنی چوک دہلی-۶

۲- تعلیمی سماجی مرکز بارہ دری شیر افگن خاں بلیماران دہلی

مسائلِ امروز

☆

مقالات

(مولانا) عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی

تفصیلِ اشاعت

بارِ اوّل .... پانچ سو ۵۰۰

تاریخِ اشاعت .... ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

مقامِ اشاعت ..... ۵۲۹۶ کوچہ رحمٰن، چاندنی چوک، دہلی

طباعت .... اعلیٰ پریس گلی سوداگران

قیمت .... (-/2) دو روپے

"مسائلِ امروز" اعلیٰ پریس میں چھپوا کر بلال احمد نے کوچہ رحمٰن چاندنی چوک دہلی سے شائع کی۔

عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی

۳۰ ستمبر ۶۶ء

کوچہ رحمٰن چاندنی

چوک دہلی۔

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو اُن صحافیوں کے نام معنون کر رہا ہوں

- جو نظم و نثر کے موتی بکھیرتے ہیں اور اخبار کے مالکان ان موتیوں سے عیش و عشرت کا محل تعمیر کرتے ہیں۔
- جن کا قلم معلومات کے خزانے اگلتا ہے اور اخبار کے مالکان ان خزانوں پر قبضہ کر کے سوسائٹی میں اپنی علمی تحقیق و جستجو کا سکہ جماتے ہیں لیکن قلم کا حق ادا نہیں کرتے
- صاحب قلم صحافیوں کی یہ المناک داستان ہے جس پر وہ ساری عمر خون کے آنسو روتے ہیں اور آخر کار سسک سسک کر گوشۂ گمنامی میں جان دیدیتے ہیں

عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی

۱۸/ اگست ۱۹۶۶ء

کوچہ رحمٰن چاندنی چوک

دہلی

تفصیلِ اشاعت

بارِ اوّل .... پانچ سو ۵۰۰

تاریخِ اشاعت .... ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

مقامِ اشاعت ...... ۵۲۹۶ کوچہ رحمٰن، چاندنی چوک، دہلی

طباعت .... اعلیٰ پریس گلی سوداگران

قیمت .... (-/2) دو روپے

"مسائلِ امروز" اعلیٰ پریس میں چھپوا کر بلال احمد نے کوچہ رحمٰن چاندنی چوک دہلی سے شائع کی۔

HA

عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی

۳۰ ستمبر ۶۶ء

کوچہ رحمٰن چاندنی چوک دہلی۔

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو اُن صحافیوں کے نام معنون کرتا ہوں

- جو نظم و نثر کے موتی بکھیرتے ہیں اور اخبار کے مالکان ان موتیوں سے عیش و عشرت کا محل تعمیر کرتے ہیں۔
- جن کا قلم معلومات کے خزانے اگلتا ہے اور اخبار کے مالکان ان خزانوں پر قبضہ کر کے سوسائٹی میں اپنی علمی تحقیق و جستجو کا سکہ جماتے ہیں لیکن قلم کا حق ادا نہیں کرتے
- صاحب قلم صحافیوں کی یہ المناک داستان ہے جس پر وہ ساری عمر خون کے آنسو روتے ہیں اور آخر کار سسک سسک کر گوشۂ گمنامی میں جان دیدیتے ہیں

عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی
۱۸ اگست ۱۹۶۶ء
کوچہ رحمٰن چاندنی چوک
دہلی

صحافی

صحافی کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے۔ صحافی لکھتا ہے فکر و نظر کے موتی بکھیرتا ہے۔ لیکن اخبارات کے مالکان صحافی کے قلم کا حق ادا کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ صحافی کا علم، صحافی کا قلم صحافی کا فکر و نظر صحافت میں بہت ہی ارزاں بک جاتا ہے۔

اخبارات میں مدیر اور ایڈیٹر کے نام جلی قلموں سے لکھے جاتے ہیں لیکن ننانوے فیصدی ناموں کے پس منظر میں کسی غریب صحافی کی روح تڑپ رہی ہوتی ہے اور اخبار بین حضرات کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اخبار کا اصل مدیر کون ہے

ایک صبح بارش ہو رہی تھی میں بھیگی ہوئی ہوا میں بیٹھا مناظر قدرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ (ملک و ملت) کے دفتر سے ایک صاحب پیغام لے کر آئے کہ آپ کو دفتر ملک و ملت میں "صاحب" یاد کر رہے ہیں۔ پیغامبر سے میں نے کہہ دیا کہ بارش تھمنے دو —— پھر آونگا۔ پیغامبر چلا گیا پھر آیا کہ "صاحب" نے ابھی بلوا فرمایا ہے۔۔ یاد فرمائی میں شدت کی لجاجت پائی جاتی تھی میں اس درخواست کو ٹال نہ سکا اور دفتر "ملک و ملت" میں چلا گیا۔

وہاں اخبار کے مالک انیس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انیس صاحب سے پرانی واقفیت ہے وہ کانگریسی حلقوں میں مقبول، محبوب ہیں اور انیس صاحب کو دستِ غیب کے ذریعہ اخبار نکالنے کا بڑا ملکہ حاصل ہے۔ وہ الہ آباد سے براستہ حیدرآباد دہلی تک پہونچے ہیں۔ "ملک و ملت" کو شائع ہوتے ہوئے سال بھر

ہو چکا ہے۔ انیس صاحب نے فرمایا "باقی" صاحب اخبار چھوڑ کر چلے گئے ہیں امجد احمد آزاد رخصت پر ہیں کچھ دنوں تم اخبار میں "لیڈر" اور نوٹ، لکھ دیا کرو میں نے جواب میں کہا بہت اچھا۔

۱۵ر جون ۶۶ء سے میں نے اخبار کا لیڈنگ آرٹیکل اور ایڈیٹر کے نوٹ کے تحت تین کالم روزانہ لکھنے شروع کئے میرے مقالات (ہیڈ کاتب، محترم جناب ممتاز صاحب۔ مولانا عبید اللہ انور، بھائی جانی اور عزیزم مقصود کتابت کرتے رہے۔ ان کاتب حضرات نے میرے مقالوں کو حسن تحریر بخشا اور نہایت ہی اخلاق اور محبت سے پیش آتے رہے۔ میں کاتبوں کی اس لئے قدر کرتا ہوں کہ ہندوستان میں کاتب ہی جانتا ہے کہ اخبار میں کس صحافی کا قلم کام کر رہا ہے اور اخبار کے مالکان کس صحافی کے قلم کی کاوشوں پر عیش و عشرت کا محل تعمیر کرتے ہیں اور قاری کو اپنی وسیع معلومات اور فکر و نظر کا فریب دیتے رہتے ہیں۔

میں نے ۱۵ر جون ۱۹۶۶ء سے ۷ر اگست ۱۹۶۶ء تک "ملک و ملت" میں مقالات لکھے۔ لیکن "ملک و ملت" کے صاحب نے جب میرے قلم کو سستے داموں خریدنا چاہا تو میں نے قلم فروخت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور ـــــ

"ملک و ملت" کے صاحب سے میں نے صاف کہدیا میں صحافیوں کا معیار نہیں گراؤں گا۔ میری صحافت چمکتی اور دمکتی ہوئی صحافت ہے یہ اخباری سامراج کی زنگ آلود چھری سے ذبح نہیں کی جاسکتی۔ صحافت بھی اپنی ایک شان رکھتی ہے اور میں صحافت کی شاندار روایات کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لئے قلم فروشی نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے فکر و نظر اور علمی خزانے کو "ملک و ملت" کے صاحب کی خدمت میں چند پیسوں کے بدلے پیش کر دوں۔

"ملک و ملت" کے صاحب پرانے دوست ہیں لیکن دوستی پر صحافت کو

قربان نہیں کیا جا سکتا۔ صحافیوں کو قربانیاں دیکر ہی صحافت کو زندہ رکھنا ہوگا

میں نے اِن مقالوں کو پانچ ابواب میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ قاری کو مطالعہ کرتے وقت غور و فکر کا موقع مل سکے ان مقالوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ ایک صحافی کن کن مشکلات سے گذرتا ہے جبکہ اسے دوسرے کے نام پر لکھنا پڑے۔ صحافیوں کی مشکلات پر آج تک ہماری جمہوری حکومت نے غور نہیں کیا ہے۔ اگر حکومت کے ارباب حل و عقد اور صاحب علم صحافیوں کی مدد کریں اور ملک میں صحافیوں کو ممتاز درجہ دیا جائے تو ملک کے عوام کو بہترین فکر و نظر مل سکتا ہے اور عوام کی بہترین جمہوری تربیت ہو سکتی ہے۔ پاکیزہ تحریریں جب ہی وجود میں آسکتی ہیں جبکہ صحافیوں کی ملک میں قدر کی جائے لیکن یہاں تو صحافیوں کا یہ حال ہے کہ صحافیوں کی زندگی فقر و فاقہ میں تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی ہے۔

ہندوستان کی صحافت میں جو خلا پھیلا ہوا ہے اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ اخبار کے مالکان اور صاحب لوگ قلم کا حق ادا کرنے کو تیار نہیں ہیں صحافی کی علمی اور فکری کاوشیں بے علم اور نا اہل لوگوں کی ملکیت بن جاتی ہیں۔

میں ہندوستان میں ایسے صحافیوں کے نام جانتا ہوں جنکا نام عمر بھر اخبار کی پیشانی پر شائع نہیں ہوا اُن صحافیوں نے ہزاروں کالم دوسروں کے نام پر صرف پیٹ پالنے کے لئے لکھے اور آج وہی ہزارہا کالم کتابوں کی شکل میں ہندو پاکستان میں فکر و نظر سے کورے مالکان کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔

ان اخبار کے مالکان کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کے نام خط بھی نہیں لکھ سکتے قدم قدم پر صحافیوں کے قلم کے محتاج رہتے ہیں۔ لیکن مجلسی زندگی میں ٹیڑھی گردن کئے ہوئے اپنے علم اور اپنی صحافت پر دادِ تحسین

حاصل کرتے ہیں اور ہر مجلس میں اخبار کے مالک یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے غزالی اور ابن خلدون یہی ہیں۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

میں اپنے لیڈنگ آرٹیکل شائع کرتے وقت اُن کاتب دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جو میری قلمی کاوشوں کی زندہ شہادت ہیں اور اپنے یہ مقالے تمام صحافیوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو پس منظر علم کے موتی بکھیرتے ہیں اور خود بھوکے رہ کر اخبار کے مالکوں کو عیش و عشرت کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

عزیز الرحمان جامعی لدھیانوی
۲۱ اگست ۱۹۶۶ء
۵۲۹۶ کوچۂ رحمان، چاندنی چوک دہلی

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

پیام امروز

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

مرے حلقہ سخن میں ابھی زیر تربیت ہیں
وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسم کج کلاہی

بابِ اوّل

عنوانات — صفحات

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم)

نگاہ عشق و مستی میں یہی اول یہی آخر
یہی قرآں یہی فرقاں یہی یٰسین یہی طٰہٰ

ایک قرآن وہ ہے جو تیس پاروں میں محفوظ ہے جس کی تلاوت کرۂ ارضی کے کسی نہ کسی حصہ میں روز و شب کی ہر ساعت کے ساتھ ہوتی ہے، جو اذانوں میں گونجتا، نمازوں میں دمکتا، اور یادِ اللہ کی تنہائیوں میں چمکتا ہے جو عابدوں کا اوڑھنا اور زاہدوں کا لباس، فقیروں کا توشہ، عالموں کی غذا، فقیہوں کی روشنی اور محققوں کے لئے سند و دلیل ہے۔

دوسرا عملی قرآن وہ ہے جو ۱۳ برس تک مکہ کی گلیوں میں چلتا پھرتا اور پتھر کھاتا رہا۔ جس کی ریش مبارک پر خون کے قطرے جم گئے تھے جس کے یمین و یسار جانثاروں اور جانبازوں کا ایک لشکر جمع ہوتا گیا جس کے قدوم میمنت لزوم کی ایک ایک چاپ پر صدیق و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم پیچھے چلے جاتے تھے جو سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رض کا شفیق باپ حضرت حسنین کا چہیتا نانا تھا۔ بے شمار ذرہ ذرہ سلام ہوں اس عظیم انسان پر جو خلوتوں کا ملجا اور جلوتوں کا ماویٰ ہے جس کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور جس کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ اور جس پر خدا کی حجت ختم ہوتی ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

حضور خود ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ لیکن آپ کے ہر لفظ سے علم و عرفان کے چشمے بہہ نکلے۔ حضور امی تھے۔ لیکن امی کے علم سے دنیا کی لاکھوں درسگاہوں

کو ارضی اور سماوی ہزاروں علوم حاصل ہوئے۔ حضورؐ داعی امن بن کر تشریف لائے اور سینکڑوں برس کے خون کے پیاسے قبائل کو امن و آشتی کا پیغامبر بنایا۔ جو لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے وہ عورت کی عصمت و عفت کے نگہبان ہو گئے۔ حضور کے اخلاق و عادات کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

"حضورؐ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع اور فیاض تھے۔ کبھی کوئی بُرا کلمہ حضور کی زبانِ مبارک پر نہیں آیا۔ کوئی گستاخ اگر حضور کی مجلس میں گفتگو کرتا تو حضور کا تحمل دیکھنے کے قابل ہوتا۔ حضور اپنی تعریف سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔"

مکہ کا اُمّی انقلاب عالم کا داعی تھا۔ داعیٔ انقلاب نے دنیا سے نفرت و حقارت کو ختم کر کے انسان کو انسان سے ملا دیا۔ یہ انقلاب کی سب سے بڑی دعوت تھی۔ یہ انقلاب کا سب سے بڑا عمل تھا کہ "کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ رنگ و نسل، قوم اور ملک، انسان کی عظمت و شرافت کی دلیل نہیں ہیں انسان شریف و باعزت قلب کی صفائی اور طہارت سے ہوتا ہے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں آباد ہو اور کسی قوم و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔

داعیٔ انقلاب نے فرمایا کہ اے لوگو! بیٹیوں کو قتل نہ کرو، عورتوں پر ظلم نہ ڈھاؤ۔ کمزوروں کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آؤ۔ جنگ میں بڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ کھیتوں کو برباد نہ کرو۔ شہروں کی آبادیوں اور سایہ دار درختوں کو تہس نہس نہ کرو۔ سب انسان خدا کی مخلوق ہیں اور سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام کے داعیؐ نے دنیا کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا۔ عبادت میں غلام و آقا کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ خدا کے حضور میں جب لوگ سربسجود ہوں تو کوئی تمیز باقی نہ رہے کہ کون شاہ اور کون گدا ہے۔

دنیا آج سے ۱۴ سو سال پہلے بھی فرقوں۔ قوموں اور نسلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ دنیا میں ہر جگہ دشمنی اور نفرت کے چشمے ابل رہے تھے اور ساری دنیا تفریق کی آگ میں جل رہی تھی۔ دنیا کو مکہ کی سرزمین سے پیغام امن ملا عربی و عجمی گلے مل گئے مکہ سے امن و سلامتی کا جو سورج طلوع ہوا۔ اس کی روشنی دیکھتے دیکھتے ہی تمام کائنات میں پھیل گئی۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہ رہا جو اسلام کی روشنی سے منور نہ ہوا ہو۔ اور جہاں قرآن کا نور نہ پھیلا ہو۔ مدرسہ و مکتب کے کتابی علم میں اسلام نے دنیا کو لاکھوں کتابوں پر مشتمل ایک عظیم کتب خانہ عطا کیا۔ جس کتب خانہ کا فیض آج بھی ساری دنیا میں جاری اور ساری ہے

اسلام کے علم و عرفان کی گود سے ابو حنیفہ، مالک شافعی اور احمد بن حنبلؒ رحمہم اللہ اٹھے۔ جو ظالم اور جابر بادشاہوں سے ٹکرائے۔ وہ قید کئے گئے۔ انھیں کوڑے مارے گئے۔ لیکن حق بات کو سر دار رکھی حق ہی کہتے گئے اسلام کے علمی گہوارے میں غزالی اور رازی پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کو اخلاقی سماجی۔ معاشی اور معاشرتی علوم و فنون کے خزانے بخش دیئے۔

ابن خلدون اور ابن رشد اسلام کے ہی فرزند ارجمند تھے جن کے سامنے یورپ کے علماء نے سر جھکا دیا۔ شیخ طب بو علی سینا مکتب اسلام ہی کے طالب علم تھے جن کو دنیا نے طب کا امام مان لیا۔ البیرونی بھی اسلام کا ایک ادنیٰ خادم تھا جس نے تمام دنیا کے علوم و فنون پر دسترس حاصل کر کے

آنے والی نسلوں کے لئے علم کا ایک خزانہ چھوڑا۔

مکہ و بغداد ہو یا دلّی و بخارہ ۱۴ سو برسوں کے بعد بھی یہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ بقولِ مولانا آزاد

یہ جامع مسجد کے منار آج بھی بشارت دیتے ہیں کہ ابھی کچھ عرصہ گذرا، یہاں مسلمانوں کا قافلہ اترا تھا اور قافلہ والوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اور اللہ کا نام ہندوستان کے کونے کونے میں گونجنے لگا اور ہر مسجد سے آواز آنے لگی ؏

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

سلام ہو آج کے دن رحمت عالم پر، جو سب کا شفیق تھا سب کا دوست تھا۔ سب کا بھائی تھا۔ سب کا ساتھی اور رفیق تھا۔ جو غریبوں کو سینہ سے لگا لیتا تھا۔ جو مظلوموں کی آہ و فغاں سنتا تھا جو خود بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا جس کے تن پر پیوند لگا ہوا لباس تھا جو انسانی اخلاق کا روشن مینار تھا۔ جس نے بیٹیوں کے قاتلوں کو باپ بنا دیا جس نے دولت کو مساوی تقسیم کرنے کا حکم دیا جس نے فرمایا:- الارض للہ زمین کسی کی نہیں اللہ کی ہے جو اس پر ہل چلا کر روزی پیدا کریگا زمین اسی کی ہے جس نے سماجی ظلم کا خاتمہ کیا جس کے یا انقلابی اعلان کیا کہ:-

لوگو! سونا اور چاندی سے محبت نہ کرو، جو لوگ سونے اور چاندی سے محبت کرتے ہیں، وہ دوزخ کی آگ کو بلاتے ہیں، سونا اور چاندی کا انبار جمع کرنے والو خدا سے ڈرو۔ یہ مال تمہارا نہیں خدا کی مخلوق کا ہے۔

اُردو

ہندوستان کی جنگ آزادی میں اُردو زبان کی تاریخ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جتنے بھی اعلانات کیئے گئے وہ اردو زبان میں تھے۔ انقلابیوں نے ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک آپس میں تال میل رکھنے کے لئے اردو زبان ہی کو رابطہ کی زبان کی حیثیت سے برقرار رکھا۔ اردو نے جنگ آزادی کو شاعری کی زبان بخشی۔ سینکڑوں شعراء نے وطنیت کے گیت اُردو ہی میں گائے۔ گھریلو زندگی سے لیکر کاروباری زندگی کے میدان میں اردو زبان سے کام لیا گیا۔ ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اُردو زبان کی خدمت کی۔ اُردو زبان میں پیار و محبت کی داستان بھری ہوئی ہے اس کے باوجود آج اُردو کا کوئی مقام نہیں ہے۔

اردو زبان ہندوستان کی چودہ منظور شدہ زبانوں میں سے ایک ہے زبان ہے۔ لیکن اردو کی ترقی کے لئے سرکاری اعصاب سرد ہیں۔ اردو آج فلموں میں بولی۔ گائی اور ناچتی ہے۔ روزانہ ہندوستان کے ایک کروڑ انسان سنیما میں بیٹھ کر اردو کے مقالات پر سر دھنتے ہیں۔ اردو زبان کے ہزاروں گیت آج گھریلو زندگی کا جزو بن گئے ہیں۔ اس کے باوجود اردو کو سرکاری سرپرستی حاصل نہیں ہے۔

اگر سیکولر ہندوستان میں کوئی کہے کہ اردو کو دس بیس برس میں ختم کر دیا جائیگا تو اسے حقائق کا ادراک نہیں ہے۔ وہ زبان جو ملک کے کروڑوں خاندانوں کی گھریلو زبان ہے اسے رسم الخط کی تبدیلی اور سرکاری دباؤ کے تحت ختم نہیں کیا جا سکتا۔ آل انڈیا ریڈیو جس نے ۱۸ برس تک اُردو کو

نشریات میں جگہ نہ دی اور اب مجبوراً ریڈیو میں اردو نشریات کا وقت نو گھنٹے کر دیا گیا آخر یہ وقت کیوں بڑھایا گیا اس لئے کہ ہندوستان کا یہ عوامی مطالبہ تھا۔ آل انڈیا ریڈیو میں جوں جوں ہندی زبان سخت ہوتی چلی گئی اسی رفتار سے آل انڈیا ریڈیو کی مقبولیت بھی کم ہوتی چلی گئی۔ آخر وزارت نشریات کو معلوم ہو گیا کہ ٹھیٹ ہندی کی وجہ سے مسلمان تو الگ کروڑوں ہندو پاکستان کی نشریات سننے لگے ہیں۔ حتیٰ کہ خبریں سننے کے شوقین محض اس لئے پاکستان کی خبریں سنتے ہیں کہ اُن لوگوں کی سمجھ میں آل انڈیا ریڈیو کی زبان نہیں آتی۔

اُردو زبان برصغیر کی زبان ہے پاکستان میں کروڑوں انسان اردو کو لکھتے، پڑھتے اور سمجھتے ہیں ان لوگوں تک ہندوستان کو اپنی صحیح بات پہنچانی ہے، تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ آل انڈیا ریڈیو کی نشریات کے لئے اُردو زبان کی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔ ہندی کے ساتھ اگر اردو کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ہندوستان کی عظمت و عزت میں اضافہ ہوتا ہے

اینٹی ہندی کے جو مظاہرے جنوبی ہند میں ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ انگریزی اور ہندی میں سیاسی مقابلہ ہے۔

انگریزی کا وجود ہندی کی راہ میں سنگ گراں ہے اور یہ سنگ گراں ایسا ہے جسے ہندی کے حامی راہ سے نہیں ہٹا سکتے۔ تعلیمی کمیشن کی جو رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے اس میں ہندوستان کے دس ہزار ہندو معلمین کی رائے کے مطابق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ صوبائی سطح پر انگریزی تعلیم کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔ اس لئے کہ انگریزی تعلیم میں طلبا کی کمزوری تعلیم کے معیار کو گرا رہی ہے

تعلیمی کمیشن کا یہ ریمارک ہندی کے خلاف نہایت ہی سخت ریمارک ہے

ہندوستان کی ۴۶ کروڑ کی آبادی میں ۲۰ کروڑ آبادی ہندی کو اس صورت میں ماننے کو تیار نہیں ہے، جس صورت میں ہندی کے ودھوان منوانا چاہتے ہیں

بقول پنڈت جواہر لال نہرو:- "اردو ہندوستان کی وہ موثر ادبی اور صحافی زبان ہے جس زبان میں ہندی کو رائج کرنے کا مقدمہ لڑا جا رہا ہے حکومت میں ہندی کا رائج کرنے والوں کا گروپ، ہندی کو مذہبی رنگ دیتا چلا آیا ہے، جس کی وجہ سے جنوبی ہند۔ پنجاب، بنگال اور گجرات میں ہندی قابل قبول زبان نہیں رہی"

یونیورسیٹیوں اور اسکولوں سے اردو زبان کو خارج کر کے یہ خیال کرنا کہ اردو ختم ہو گئی ہے۔ خود کو گمراہ کرنا ہے۔ سینما کے ذریعہ اردو ہندوستانیوں کے ریشہ ریشہ میں خاموشی سے رچ گئی ہے۔ جنوبی ہند، بنگال اور دوسرے غیر ہندی علاقوں میں چلے جائیے۔ اردو کے گانے ہوٹلوں میں بڑی شان سے بج رہے ہیں۔ مرزا غالب کی غزلیں مدراس میں سمجھی جانے لگیں۔ شکیل بدایونی کے گانے بنگال کے گھر گھر میں گائے جا رہے ہیں ساحر لدھیانوی کے ترانے ہندوستان کے گلی کوچوں میں، بچوں کو گاتے ہوئے سن لیجئے۔ اس کے باوجود صوبائی اور ضلاعی سطح پر اردو سے بے نیازی سرکاری دفتروں میں اردو سے بے تعلقی ہندوستان کے سیکولر جذبات اور جمہوری روح کے منافی ہے۔

ہماری رائے ہے کہ اردو کے مسئلہ کو اعلیٰ قومی سطح پر حل ہونا چاہیئے اردو زبان ہی ہندوستان کی واحد زبان ہے جس سے قومی یکجہتی کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیاں آئندہ الیکشن میں اردو کو بھی ووٹ لینے کا ایک ذریعہ بنائیں گی۔ ہندوستان کے کروڑوں اردو داں اس نعرے سے متاثر ہوں گے اور ان پارٹیوں کو ووٹ دیں گے۔ جو اردو کو ثانوی سرکاری

زبان بنانے کے حق میں آواز بلند کریں گی۔ حیدرآباد دو اھلا اسٹیٹ ہے جس کے وزیر اعلیٰ نے ان حقائق کے پیش نظر اردو کو حیدرآباد کی ثانوی زبان کے طور پر تسلیم کر لیا ہے ہندوستان کے ہندی بولنے والے علاقے بھی اگر سہ لسانی فارمولے کے تحت اردو زبان کو اپنا لیں تو اس سے سیاسی میدان میں ایک خوشگوار فضا پیدا ہو سکتی ہے اور ہندوستان کی گھریلو زندگی میں جس قومی یکجہتی کے دھارے میں بہنے کی تلقین کی جا رہی ہے یہ مقصد اردو کی ترقی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اردو زبان ہر ہندوستانی کی مادری زبان ہے۔ ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کو آغوش محبت میں پالتی ہے۔ اس ماں کی سرکاری طور پر آبرو ریزی کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

وقت نے اک نئے انداز سے انگڑائی لی

رہنما جادۂ تسلیم و رضا بھول گئے

پارلیمنٹ میں اُردو کا ذکرِ خیر

آتے آتے آئیگا اُن کو خیال — جاتے جاتے بے خیالی جائیگی

پارلیمنٹ کے موجودہ اجلاس میں لسانی اقلیتوں کی رپورٹ کے سلسلہ میں ہندوستانیوں کی مادری زبان اُردو کا ذکرِ خیر بھی آیا اور حکومت نے پہلی بار "کہہ مکرنی" کی روایت کو توڑ کر اردو زبان کے بارے میں چند کلماتِ خیر فرمائے ہیں۔ ہندوستان کے نائب وزیر داخلہ جناب شکلا صاحب نے فرمایا:-

"اردو زبان کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ختم کرنے کی کوئی سازش نہیں کی گئی ہے۔ اُردو زبان کو جس نے قومی آزادی کی تحریک میں اہم رول ادا کیا ہے اس ملک میں قابلِ احترام مقام حاصل رہے گا۔ اور اردو اپنی خوبیوں کی بناء پر پھلتی اور پھولتی رہے گی"

آپ نے مزید فرمایا:-

"جب زبان مذہبی حدود پار کرے گی، تو سماجی زندگی میں بہترین رول ادا کریگی۔ یہ بہت ہی نازک معاملہ ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں نہایت ہی صبر وتحمل کی ضرورت ہے ایوان کے نمائندگان کی کے حقیقی تعاون کی بھی تاکہ ریاستوں پر دستورِ ہند کی تعمیل کے لئے زیادہ زور دیا جاسکے"

اردو زبان کے بارے میں مرکزی حکومت میں اور ریاستوں میں جس تشدد کا ثبوت دیا گیا ہے اس سے ہندوستان کا ہر فرد واقف ہے یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اردو زبان کو مذہبی حدود میں کیوں نظر بند کیا گیا ہے؟ نائب وزیر داخلہ کا یہ کہنا کہ "جب زبان مذہبی حدود کو پار کرے گی تو اردو زبان کو تعلیمی لحاظ سے سماجی زندگی میں کام کرنے کا زیادہ

موقع ملے گا۔ یہیں سے فرقہ وارانہ فکر شروع ہوتا ہے جس کو ختم کرنے کے لئے حکومت جد و جہد کرتی ہے۔ آخر زبان کے معاملہ کو مذہبی رنگ دینے کی ضرورت کیوں پیش آتی آرہی ہے۔ اردو مسلمانوں کی مذہبی زبان نہیں ہے جو پارلیمنٹ میں زبردستی مسلمان بنائی جا رہی ہے تاکہ اردو کے حقوق کو نظر انداز کر دیا جائے۔ بقول پروفیسر محمد مجیب کے " اردو زبان تو ہندوستان میں ماں کی حیثیت رکھتی ہے جس کی گود میں ہزاروں ہندو اور مسلمان ہر سال پرورش پاتے ہیں " ہندو اور مسلمان ہی کیا جنوب سے لیکر شمال تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک اردو زبان ہر رنگ اور ہر لے میں موجود ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہندوستان میں روزانہ چھ کروڑ انسان سینما میں بیٹھ کر اردو کی فلمیں دیکھ کر مست ہو جاتے ہیں اس اسٹیج پر دیکھئے، اردو زبان مذہبی زبان نہیں، بلکہ پیار و محبت کی زبان بن کر پیاری ماں کا کردار ادا کر رہی ہے۔

یہ کتنی بڑی نا انصافی ہے کہ آپ پارلیمنٹ میں بیان دے کر اردو کو مشرف با سلام بتائیں۔ معلوم نہیں ہندوستان کے وزراء بیان دیتے وقت جمہوری فکر کو کس گوشۂ عافیت میں چھوڑ آتے ہیں دن اور رات کے ۲۴ گھنٹوں میں اردو کے ریکارڈ ۱۸ گھنٹے بجائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا کوئی ہندو گھرانہ ایسا نہیں ہے جو شوق و ذوق سے اردو کے گانے نہ سنتا ہو۔ اب تو مرزا غالب کی غزلیں ثریا کی زبان سے سنے بغیر ہندوستان کے سماج کا ہاضمہ ٹھیک نہیں رہتا آپ گھر میں ہوں یا بازار میں، صحرا میں ہوں یا شہر میں، فیکٹری میں ہوں یا دفتر میں آپ سائیکل پر سوار ہوں یا موٹر کار میں، ہوائی جہاز میں ہوں یا ریل میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں ہے جہاں اردو کے گانے تسلسل کے ساتھ آپ نہ سن رہے ہوں ٹرانسسٹر نے انفرادی زندگی میں انسان کو اس قدر اردو نغموں کا شوقین

بنا دیا ہے کہ آپ اردو نغموں کی لے کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے ۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ اردو زبان جب مذہبی حدود پار کرلے گی تو اسے اس کا مقام مل جائیگا۔ نہ صرف حقائق سے گریز ہے۔ بلکہ جمہوری فکر سے فرار کی راہ اختیار کرنا ہے۔ کم سے کم ہندوستان کے نائب وزیر داخلہ کا بیان حقائق کی ترجمانی نہیں کرتا۔

پارلیمنٹ میں اردو زبان پر جو مذاکرات ہوئے وہ مذاکرات نامکمل ہیں کوئی بات طے ہوئے بغیر مذاکرات کا ختم کر دینا صرف سیاسی ستم ظریفی ہی نہیں بلکہ دلی کدورت کا اظہار ہے پارلیمنٹ میں بعض ممبروں نے اردو کی حمایت کرتے ہوئے اردو سے ناانصافی کو مسلمانوں سے ناانصافی قرار دیا ہے اور یہ بات مسٹر سپرو جیسے اردو کے مخلص ہمدردوں نے فرمائی ہے ہمیں سپرو صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے۔ اردو زبان ہندوستانیوں کی زبان ہے اور کروڑوں ہندوستانی گھرانوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اردو کے مسئلہ کو اس طرح بحث و تمحیص میں ختم کر دینا حکومت کی دانشوری کی دلیل نہیں ہے دانشوری اسی میں ہے کہ اردو کے مسئلہ کو جلد از جلد مرکزی سطح پر حل کیا جائے ۔

باب دوم

مسلم سیاست کا مدوجزر

جنگ آزادی کے مجاہدین

ہندوستان کی جنگ آزادی کے لئے اکابر واولیاء کرام اور علماء عظام کا ایک بڑا گروہ اور بڑی جماعت سرگرم عمل رہی ہے۔ ہندوستان کے اولیاء اور علماء نے عوام کو جنگ آزادی کے لئے تیار کیا۔ کیونکہ یہ اولیاء کرام ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور یہی علماء کرام کی جماعت ہے جس نے صحیح معنوں میں ہندوستان کی قومی یکجہتی کے لئے کام کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے لے کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن تک علماء صلحاء اور اولیاء کرام کا سلسلہ اور ایک ایسا مقدس گروہ قائم رہا جس نے ہندوستان کی آزادی کے لئے تختہ دار پر نہایت خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ علمائے صادق پور کی پوری داستان ہندوستان کی آزادی کی داستان ہے۔

علماء دیوبند سہارنپور اور مظفر نگر جنگ آزادی کے جرم میں گولیوں سے اڑائے گئے۔ سولیوں پر لٹکائے گئے لیکن علماء کرام کی صفوں میں لغزش نہ آئی یہ مجاہدین وطن کی جنگ آزادی میں مصروف رہے۔ مولانا سید انظر شاہ صاحب نے اس دور کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے، جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کی کانفرنس کے خطبہ صدارت میں فرمایا:۔

"یہی وہ ضلع ہے جس کے قصبہ شاملی میں حریت پسندوں کی ایک بے سروسامان جماعت نے جبر و استبداد کی قہر آلود تاریخ کو زخمی بنا کر تاریخ

کو ایک نیا عنوان، خون شہادت سے عطا کیا۔ قصبۂ شاملی میں علمارِ ربانی کا انگریزی فوجوں سے مقابلہ ہوا اور ہزاروں مجاہدین وطن، اس ضلع کے قصبہ شاملی میں شہید ہوئے جس پر اس ضلع کو ہمیشہ فخر رہے گا۔"

"قصبۂ شاملی ہندوستان کے ان قصبات میں ایک قصبہ ہے جہاں کئی مہینے تک ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی لڑی گئی، حافظ ضامن شہید کی زیر کمان پورے ضلع کے جوان کیا اور بوڑھے کیا جنگ آزادی کی لڑائی کے میدان میں آگئے تھے اور حال یہ تھا کہ انگریزی سپاہ کو کئی ماہ تک یہ موقع نہ مل سکا کہ قصبہ شاملی کو فتح کرلیں۔ ہزاروں انگریز قصبۂ شاملی کی جنگ میں عوام نے موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ ضلع مظفرنگر کے اور بھی گاؤں اور قصبات ایسے ہیں جہاں مجاہدین کے کیمپ تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ضلع مظفرنگر ایک ایسا ضلع تھا جہاں انگریزوں کو کوئی مخبر اور جاسوس نہ مل سکا۔ اس ضلع کے لوگوں نے جانیں قربان کیں لیکن انگریز کے ہاتھ فروخت نہ ہوئے۔ حضرت مولانا قاسم کی گرفتاری کے سلسلہ میں اس ضلع میں بڑی چھان بین ہوئی لیکن کسی نے بھی نشان دہی نہ کی۔"

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب نے ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے انگریز کی مکاریوں اور سازشوں کا بھی بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ کس طرح انگریز نے دجل وتلبیس کا جال پھیلا کر ہندوستان کی حکومت پر قبضہ کیا اور پھر ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو جدا کرنے کے لئے نفرت و حقارت کے بیج بوئے۔ ہندوستان میں جہاں مذہب کے اختلاف کے باوجود صرف ایک ہی قوم ہندوستان میں آباد تھی۔ اس قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ایسی غلط تاریخ مرتب کی جس نے سیکڑوں برس کی قومی رواداری کو برباد کر دیا۔ وہ ہندو اور مسلمان جو جنگ آزادی میں دوش بدوش لڑے تھے وہ آپس میں دست وگریبان

ہوگئے" تاریخ کا یہ واقعہ آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے لدھیانہ سے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، جو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے دادا تھے بیس ہزار فوج لیکر دہلی کی طرف براستہ انبالہ روانہ ہوئے اس فوج میں ۱۷ نمبر کی پوربی پلٹن کے دس ہزار ہندو نوجوان بھی شامل تھے۔ جو فتح پوری سے لیکر لال قلعہ تک برابر جنگ آزادی کی لڑائی میں کام آتے رہے۔

جنگ آزادی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا خون ایک ساتھ بہہ رہا تھا یہی وہ خون تھا جو مستقبل میں ہندوستان کی قومی یکجہتی کا ضامن تھا۔ آج "سیکولر ہندوستان" ان ہی جاں باز بہادروں کا شاندار کارنامہ ہے۔ یہ لوگ اگر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مل کر خون نہ بہاتے تو آج کے آزاد ہندوستان کی شکل وصورت ہی کچھ اور ہوتی۔ اس وقت ہندوستان کے مسلمان جو سینہ تان کر کہہ دیتے ہیں کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں ان کی قربانیاں بھی کسی سے کم نہیں ہیں یہ ان ہی بزرگانِ دین کی قربانیوں کا صلہ ہے۔

ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے بھی اپنے زمانۂ حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک جسم کی دو آنکھیں قرار دیا۔ بابر نے اپنے ملک کے لوگوں کو پیغام دیتے ہوئے فرمان جاری کیا تھا۔

ہندوستان جو کہ مختلف عقائد کا گھر ہے اس میں ہندو اور مسلمان دونوں اس ایک عظیم ملک کی دو آنکھیں ہیں۔ اگر ایک آنکھ میں درد ہوگا تو دوسری آنکھ بھی درد سے محفوظ نہ رہ سکے گی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تہذیب ایک قومی تہذیب ہے جس پر ہندوستان کے لوگوں کو فخر کرنا چاہیئے

مولانا انظر شاہ صاحب نے تاریخ کا ایک جائزہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندوستان کو لوٹنے کے لئے ہندوستان کا مسلم اقتدار ملک کے دامن کو نوچتا ہوا

نظر نہ آئیگا۔ مسلمانوں نے اس ملک کی دولت اس ملک میں خرچ کی۔ آگرہ کا مزین تاج محل۔ دہلی کا لال قلعہ دہلی کی جامع مسجد، فتحپور سیکری کی عمارتیں، سڑکوں کی تعمیر اور سراؤں کا وجود اس بات کا شاید ہے کہ مسلمان بادشاہ اس ملک کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کو حسین و شاداب بنایا۔ کشمیر کا شالہ مار اور لاہور کا شالامار باغ، دونوں ہی اس تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کو تعمیر و ترقی کی راہوں پر ڈال دیا تھا۔"

آج ہندوؤں اور مسلمانوں کو ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ تاریخ کا انگریزی باب بند کر کے ہندوستانی تاریخ کے اپنے مرتب شدہ باب کو پڑھیں۔ ایکتا کا راز اسی میں ہے کہ ہندو مسلمانوں کی تاریخی قربانیوں سے واقف ہوں اور مسلمان ہندوؤں کی قربانیوں سے۔

ہندوستان کا وہ دور تاریخ کا سنہرا دور ہے جبکہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں تمام ہندوستان میں ایک ہی جگہ ایک ہی میدان میں اپنا خون بہایا اور غلامی کے دور میں جلیانوالا باغ اب تک اس بات کا امین ہے کہ ہر ذرہ میں ہندو اور مسلمان کا خون آج تک محفوظ ہے جو ہندوستان کے تمام لوگوں کو قومی ایکتا کا پیغام دے رہا ہے۔

جنرل الیکشن اور مسلمان

الیکشن کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ ہندوستان کی ہر جماعت اور ہر پارٹی الیکشن میں اپنے امیدوار کھڑے کرنے کے لئے تیاری کر رہی ہے مسلمان ووٹروں کی تعداد بھی ایک اندازہ کے مطابق دو کروڑ ہے مسلم جماعتیں اور دوسری جماعتیں مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے مسلمان ووٹروں کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ دہلی میں جن سنگھ نے مسلمانوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے بعض مسلمانوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ گویا جن سنگھ کو بھی احساس ہے کہ مسلم ووٹروں کا فیصلہ الیکشن میں دور رس نتائج کا حامل ہے

ہندوستان میں ۴۰ فیصدی حلقے ایسے ہیں جہاں مسلم ووٹروں کا فیصلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے جس جماعت کو بھی مسلم ووٹران کے ووٹ مل گئے اس جماعت کا ممبر کامیاب ہو گیا۔ گذشتہ تین الیکشنوں میں یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مسلم ووٹروں کی بڑی قدر و قیمت ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم ووٹران کس جماعت کو ووٹ دیں اور کس جماعت کے ساتھ سیاسی سمجھوتہ کریں۔ اس طرف اگر عمومی نظر ڈالی جائے تو احساس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسلم ووٹران نہایت دل شکستہ ہیں ۱۸ برس سے مسلمانوں کے جماعتی اور انفرادی معاملات جس طرح طے ہونے چاہیئے تھے وہ طے نہیں ہوئے۔ اردو کا مسئلہ بھی کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ ملازمتوں میں ایک فی صدی حصہ بھی مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوا۔ تعلیمی وظائف میں ہزاروں کی فہرست میں بھی ایک مسلمان کا نام نظر

نہیں آتا۔ اور لائسنس دینے میں بھی مسلمانوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے جس سے مسلمانوں میں بے دلی پھیلی ہوئی ہے اور الیکشن سے مسلمان ووٹروں کو خاص دلچسپی باقی نہیں رہی ہے۔

الیکشن سے ملک میں حکومت بنتی ہے اور حکومت ایک ایسے آئین کی نمائندگی کرتی ہے جو جمہوری ہے اور جس میں تمام طبقوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ کانگریسی حکومت نے گذشتہ دور میں ایک سوا ایک غلطیاں کی ہوں لیکن پھر بھی ملک میں آزادی تحریر و تقریر پر پابندی نہیں لگائی گئی۔ کسی جماعت کو بین نہیں کیا گیا کسی پارٹی کو خلاف قانون قرار نہیں دیا گیا۔ ملک کے عمومی نقشہ میں اگر جن سنگھ موجود ہے تو جماعت اسلامی بھی صف اول میں کھڑی ہے ہندو مہاسبھا ہے تو مسلم لیگ بھی ہے۔ دائیں اور بائیں بازو کے کمیونسٹ ہیں تو بائیں بازو والوں کی ساتھی مسلم مجلس مشاورت بھی ہے۔ ان پارٹیوں کے علاوہ سوشلسٹ پارٹی ہے۔ سوتنتر پارٹی ہے سنیکت سوشلسٹ پارٹی ہے۔ جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین کی پرانی جماعت جمعیۃ علمار ہند بھی ہے۔ مومن کانفرنس بھی موجود ہے۔ شیعہ کانفرنس بھی ہے ان میں ہر جماعت کے اخبار چل رہے ہیں۔ ان جماعتوں کے تحت ادارے چل رہے ہیں۔ جمعیۃ علمار ہند کے تحت دینی اداروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ کئی لاکھ طلبا ان اداروں میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کی اپنی رپورٹوں کے مطابق کئی سو مدارس جماعت اسلامی کے تحت چل رہے ہیں، اس کے علاوہ دار العلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ ندوۃ العلمار لکھنؤ۔ مدرسہ دار السلام عمر آباد مدراس۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت اور مرکزی دار العلوم بنارس وغیرہ دینی جامعات دیونیورسٹیاں ہیں جو ملک کے آزاد ہونے کے بعد بھی

۱۸ ۱۹ برس سے یہ دینی اسلامی مراکز نہایت اطمینان سے اپنے تعلیمی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں دار المصنفین اعظم گڈھ ندوۃ المصنفین دہلی۔ جماعت اسلامی کے بے شمار کتب خانے، ندوۃ العلماء میں مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی کے کتب خانے۔ نظام الدین کی تبلیغی جماعت والوں کے کتب خانے مسلمانوں کو دینی لٹریچر مہیا کر رہے ہیں۔ دینی میدان میں تبلیغی جماعت کے دس لاکھ نمازی ہر وقت ہندوستان میں حرکت میں رہتے ہیں وہ نہایت اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کو کلمہ کی تعلیم دیتے ہیں ہر انسان اور مسلمان کو ایک دوسرے کی عزت کرنا سکھاتے ہیں۔ دینی خدمت کے علاوہ یہ بہت بڑا سوشل کام ہے جو تبلیغی جماعت انجام دے رہی ہے۔

اس تفصیل کو سامنے رکھ کر دیکھئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے کانگریس کے دورِ حکومت میں اگرچہ کچھ کھویا ہے۔ تو بہت کچھ پایا ہے جس پارٹی کی حکمرانی میں یہ سہولت مسلمانوں کو حاصل ہوں اور آئینی طور پر مسلمانوں کو نہ صرف آزادی بلکہ سب کے برابر مساوی حقوق حاصل ہوں۔ وہ جہاں چاہیں تبلیغ کریں جس جگہ چاہیں مسجد و مدرسہ بنائیں جس وقت چاہیں جہاں چاہیں سیاسی، یا غیر سیاسی جماعت بنالیں۔ کیا ایسی پارٹی کا دورِ حکومت مسلمانوں کو پسند ہے یا نہیں؟ یہ سوال اب مسلمانوں کے سامنے ہے

مسلمانوں میں جماعت اسلامی ان کتب فروش لوگوں کی جماعت ہے جس کا نصب العین پس پردہ سیاسی نار ہلانا ہے اب اس کے بطن سے مسلم مجلس مشاورت نے جنم لیا ہے یہ صاحبزادی ڈاکٹر سید محمود کے گھر کی لونڈی ہے وہ اسے سیاسی رقاصہ بنا کر کانگریس کے حلقوں میں اس کا رقص دکھا رہے ہیں۔ تاکہ حکومت میں ان کا

کھویا ہوا اقتدار انہیں واپس مل جائے۔ لکھنؤ اور دہلی کے دینی مصنفین اور مؤلفین مجلس مشاورت کے سایہ میں جمعیتہ علماء کی مخالفت کو ہوا دے رہے ہیں مسلم لیگ کھلے بندھوں مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کر رہی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کی پہلی حکومت کیرالا نے سب سے پہلے اسلامی مدارس اور گرجائی تعلیم کو قانوناً بند کر دیا تھا جس پر صدر جمہوریہ کو کمیونسٹ حکومت توڑنی پڑی۔

عام مسلمانوں کو تصویر کا یہ رخ بھی سامنے رکھنا چاہیئے کہ اس وقت ہندوستان کی سیاسی حالت یہ ہے کہ کوئی ایک جماعت بھی ایسی نہیں ہے جو ہندوستان کے ہر طبقہ میں اپنے امیدوار کھڑے کر سکے۔ زیادہ تر جماعتیں صوبوں اور ضلعوں میں اثرات کی مالک ہیں جب کوئی اپوزیشن پارٹی تمام ہندوستان میں امیدوار بھی نہیں کھڑے کر سکتی تو کامیاب ہو کر ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے مسائل کیا حل کر سکتی ہے پھر کانگریس کے علاوہ ہندوستان کی کوئی جماعت اپنے آئین کے لحاظ سے ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں کو وہ رعائیتیں اور سہولتیں دے سکے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔

مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کا کہنا ہے کہ آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو کر مسلمانوں کو الیکشن لڑنا چاہیئے۔ اس لئے خارج از بحث ہے کہ یہ بات سیاسی طور پر مسلمانوں کی خودکشی کے مترادف ہے

سیاسی دنیا میں اچھے معاہدات ہوں یا برے کمزور معاہدات ہوں یا طاقتور بغیر کسی معاہدہ کے بغیر کسی جماعت کے کام نہیں چل سکتا جمہوری ممالک میں بعض وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اقلیتی گروپ کو ملک کی باگ ڈور سنبھالنی پڑ جاتی ہے۔

رفیع صاحب اگر چند ماہ یا چند سال اور زندہ رہتے تو یہ بات سامنے آجاتی۔ کیونکہ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ پنڈت نہرو دو سال کی رخصت پر جا رہے ہیں اور ان کی جگہ رفیع احمد قدوائی وزیر اعظم ہوں گے۔

اسی طرح مولانا ابو الکلام آزاد کے زمانہ تک کانگریس حکومت مولانا کے فیصلوں پر چلتی رہی۔ مولانا ہی کے اثرات تھے کہ عرب ممالک کے بارے میں ہندوستان نے ایک بنیادی پالیسی بنائی دینی مدارس کی آزادی اور سنٹرل وقف کونسل کا قیام مولانا آزاد کا فیض جاریہ ہے۔ اس تجربہ کے بعد یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حکومت کے اندر رہ کر اقلیت کو جو مفاد حاصل ہو سکتے ہیں وہ حکومت سے باہر رہ کر حاصل نہیں کیئے جا سکتے۔ اس لئے آئندہ الیکشن میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دوسری پارٹیوں کے دکھائے ہوئے فرضی سبز باغ کی چہل قدمی میں نہ آجائیں اور وہ اس عوامی مفاد کو سامنے رکھیں جو کانگریس حکومت کی وجہ سے ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمانوں کو حاصل ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا کانگریس حکومت سے شکوہ گلہ کا تعلق ہے وہ بجا ہے اس تلخی کو کسی لفظ سے بھی کم نہیں کیا جا سکتا لیکن قومیں شکوے اور گلے میں اپنے عظیم عوامی مفاد کو قربان نہیں کیا کرتیں جو لوگ اس وقت مسلمانوں کے ناصح مشفق بنکر آ رہے ہیں ان میں ایک بھی نہیں جو کبھی کسی آڑے وقت میں مسلمانوں کے کام آیا ہو جمعیۃ علماء ہند اور وہ مسلمان کانگریسی جو کانگریس پارٹی کے اندر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہر موقع پر بے باکی اور بے خوفی سے مسلمانوں کے مطالبات کو کانگریس کے سامنے پیش کیا ہے اور بہت سے مطالبات منوائے ہیں۔ اسی تین ماہ کی بات ہے کہ مسلمانوں کی شکایتوں کے بارے میں جمعیۃ علماء کا ایک وفد وزیر اعظم سے ملا تھا۔ وفد نے دس صفحات پر مشتمل ایک میمورنڈم وزیر اعظم کو دیا وزیر اعظم نے اسے غور سے پڑھا اور مسلمانوں کی مشکلات کے بارے

میں انہیں اپنی ہمدردی کا یقین دلایا جو مسلمان دانستہ یا نادانستہ جن سنگھ میں جا رہے ہیں ان کو معلوم نہیں جس جماعت کا نظریہ ہی مسلم کشی ہے وہ ہندوؤں میں چند مسلمان لیڈروں کے زندہ باد کے نعرے تو لگوا دے گی لیکن جب مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانے کا وقت آئے گا۔ تو مسلمانوں کی گردن زدنی میں یہ جماعت سب سے آگے ہوگی۔

یہی حال ہندوستان کی دوسری جماعتوں کے آئین اُن کے عمل کا ہے وہ یہ تو چاہتی ہیں کہ مسلمان ان کو ووٹ دیں لیکن مسلمانوں کے حقوق طلبی کے وقت وہ اس طرح آنکھیں پھیر لیں گی۔ گویا مسلمانوں سے کبھی واقفیت ہی نہ تھی، جو جماعت عرب ممالک کو چھوڑ کر اسرائیل کو تسلیم کرتی ہو کیا وہ جماعت ہندوستان میں مسلمانوں کا بھلا کر سکتی ہے کانگریس کی برائی کرنا اس میں دس عیب نکلنا ہر ووٹر کا جمہوری حق ہے۔ لیکن مسلمانوں کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ کانگریس حکومت نے ہندوستان کے مسلمانوں کے آئینی حق کا ایک نقطہ بھی حذف نہیں کیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ عملی میدان میں کانگریس کو مسلمانوں کے بارے میں جو کچھ کرنا چاہیئے تھا وہ نہ کیا لیکن یہ بھی نہیں کیا کہ مسلمانوں کے ہاتھ منہ باندھ کر انہیں بے یار و مددگار کر دیا ہو۔ لکھنؤ کا ندائے ملت۔ دہلی کا دعوت اس بات کی شہادت ہے کہ کانگریس حکومت چپ چاپ سب کچھ دیکھ رہی ہے اور کچھ نہیں کہتی۔

مسلمان اور کانگریس

آزاد ہندوستان کے دوسرے الیکشن کے موقع پر کانگرس نے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کر کے مسلمانوں کو خود مسلم لیگ کے حوالے کر دیا۔

مسلم لیگی لیڈر جو ہندوستان میں ہندو مسلم منافرت کے ذمہ دار ہیں وہ پاکستان بننے کے بعد پھر طاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کیرالہ کانگریس کی سیاسی غلطی تھی کہ وہ قوم پرست مسلمانوں کو آگے بڑھانے کے بجائے کیرالہ میں مسلم لیگ کو سیاسی طور پر تسلیم کرتی چلی گئی۔ کیرالہ میں کمیونسٹ حکومت کو ختم کرنے کے لئے کیرالہ مسلم لیگ کے ذریعہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں ایک میمورنڈم بھی پیش کیا گیا۔ جو جماعت سیاسی طور پر یہ طاقت رکھتی ہو کہ ایک صوبہ کی حکومت ختم کرا دے۔ وہاں کے عوام اگر اس جماعت کا ساتھ دیں تو عوام پر کوئی گلہ نہیں ہے۔

حال ہی میں اندرا جی نے کیرالہ کا دورہ کیا تو وہاں وطن پرور اور قوم پرست مسلمانوں نے اندرا جی سے کہا کہ کیرالہ میں حکومت کے زیر اثر جو بھی کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں ان میں صرف مسلم لیگ کے لوگوں کو نمائندگی ملتی ہے معلوم نہیں کیرالا کی حکومت کے کان میں کس نے یہ پھونک دیا ہے کہ جب تک کیرالہ میں مسلم لیگ کو طاقتور نہیں بنایا جاتا اس وقت تک کمیونسٹوں سے بازی نہیں جیتی جائے گی۔ صوبائی اور اضلاعی کانگریس کمیٹیوں اور افسران کا ۱۸ برس سے یہ طریقہ ہے کہ وہ ضلع اور صوبہ کے ان مسلمانوں کو نظر انداز کرتے ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی کی خاطر قربانیاں دیں۔ جیلوں میں گئے اور مسلم لیگ کے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں میں بدنام ہوئے۔

اضلاعی اور صوبائی حکومتوں اور کانگریس کمیٹیوں کا یہی وہ طرز عمل ہے
جس کی وجہ سے مسلمانوں میں رجعت پسند طبقہ کو طاقت حاصل ہوئی، اور آج یہ حال
یہ ہے کہ کیرالہ مسلم لیگ کے دم خم دیکھ کر نندہ جی کو "پنڈی بیکین اتحاد" کی اصطلاح
تراشنی پڑی۔ ہمیں تو اس اصطلاح سے بھی اختلاف ہے وزیر داخلہ صاحب نے یہ
بات کہہ کر رجعت پسند مسلمانوں کو مسلم لیگ کے طاقتور ہونے کی ایک اور دلیل مہیا
کر دی۔ کیرالہ کی ایک صوبائی مسلم لیگ کو پنڈی کی طاقت بتانا مسلم لیگ کے اثرات
کو ختم کرنے کی بجائے لیگ کو اور طاقتور بنانا ہے اور یہ کہہ دینے سے کوئی مسئلہ
حل نہیں ہوتا کہ کیرالہ کمیونسٹ مسلم لیگ اتحاد" پنڈی بیکین اتحاد" ہے۔ کیرالہ
میں مسلمانوں کو لیگ سے الگ کرنے کے لئے وہ ذرائع استعمال کرنے ہوں گے
جن سے وہاں کے مسلمان کانگریس کے پروگرام کو بھی سمجھ سکیں۔ جب تک کانگریس اعلیٰ
سطح پر یہ فیصلہ نہیں کرتی کہ وہ مسلمانوں، ہندوؤں اور دوسری اقوام ہند میں ان
لوگوں سے بات نہیں کرے گی جو ملک میں فرقہ وارانہ فضا بنائے رکھنے کے ذمہ دار ہیں
یہ مسئلہ حل نہ ہوگا۔ کانگریس کے صوبائی اور مرکزی وزیروں کا یہ حال ہے کہ وہ جن سنگھ
ہندو مہاسبھا، مسلم لیگ کے رہنماؤں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اس گفتگو کے اثرات
دور رس ہوتے ہیں۔ عام مسلمان، حالات کا فلسفیانہ مطالعہ نہیں کرتے۔ وہ تو یہ
دیکھتے ہیں کہ حکومت کس کے آگے جھکتی ہے۔ کس کی بات حکومت میں چلتی ہے
کن ذرائع سے حکومت سے کام نکلا جاتا ہے۔ کن لیڈروں کو ملک کے نیتا دعوتوں
پر مدعو کرتے ہیں۔ کانگریس کی سرپرستی میں کونسی جماعت کو صدر جمہوریہ سے ملایا
جاتا ہے۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جب عام مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ پاکستان
بننے کے بعد بھی حکومت نے کیرالہ میں مسلم لیگ ہی کو طاقتور بنایا ہے۔ تو ان کا
اعتماد کانگریسی مسلمانوں اور جمعیتہ علماء سے اٹھ جاتا ہے۔

اب اس معاملہ کو زیادہ حقیقت پسندی کے ساتھ طے کرنے کی ضرورت ہے۔ کانگریس حکومت کا فرض ہے کہ وہ اضلاعی سطح سے لیکر صوبائی اور مرکزی سطح پر آزاد خیال مسلمانوں اور آزاد خیال مسلم جماعتوں کو طاقتور بنانے کا پروگرام بنائے تاکہ عام مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات آئے کہ ہندوستان میں پرانے کانگریسی مسلمانوں کی بھی شنوائی حکومت میں ہوتی ہے۔ اور جمعیۃ علمار ہند بھی مسلمانوں کی خدمت کر رہی ہے

جناب فخرالدین علی احمد صاحب کو صدر کانگریس نے کیرالہ کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے مالابار بھیجا ہے۔ فخرالدین احمد صاحب نے مدراس میں ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا ہے :۔

"مدراس ۲۰ جولائی مرکزی وزیر آبپاشی مسٹر فخرالدین علی احمد نے آج اخباری نامہ نگاروں کو بتایا کہ مالابار کے مسلمان مسلم لیگ یا کمیونسٹوں کے ساتھ نہیں ہیں انھوں نے فرمایا کہ میرا کیرالہ کا حالیہ دورہ سرکاری تھا لیکن میں نے پھر بھی حالات سے فائدہ اٹھا کر دوستوں سے ملاقات کی انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ کیرالا میں کانگریس مسلمانوں تک پہونچنے میں ناکام رہی ہے کیرالہ کے مسلمان کانگریسی نظریات اور پروگرام سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بنیادی غلطی کانگریس کی ہے کہ کیرالہ کانگریس نے مسلم لیگ سے گٹھ جوڑ کرنے کی کوشش کی مسٹر احمد نے فرمایا کہ میں اتلیا گھوش صاحب کی اس بات سے متفق ہوں کہ کانگریس نے مسلم لیگ جیسی فرقہ پرست جماعت سے انتخابی اتحاد کی بات چیت کر کے سخت غلطی کی تھی"

ہندوستان جمہوری ملک ہے اس میں سب ہی پارٹیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اور انفرادی طور پر بھی تمام لوگوں کو اپنے حقوق منوانے کا

حق ہے۔ لیکن مسلم لیگ کا میدانِ سیاست میں ڈٹے رہنا صرف کانگریس کی غلط پالیسوں کا نتیجہ ہے۔ اب بھی اگر کانگریس اعلیٰ سطح پر یہ بات طے کرے کہ عام مسلمانوں کے مطالبات کانگریسی حکومتیں خود سننے کی کوششیں کریں گی اور عام مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے لئے کوئی غفلت اور بے نیازی نہیں دکھائی جائے گی۔ تو عام مسلمان بہت جلد کانگریس کے قریب آجائیں گے۔

وقتی پروپیگنڈہ اور یقین دہانیوں سے کیا الٰہی کیا سارے ہندوستان میں کچھ نہ ہو گا۔ مسلمان برابر دوسری جماعتوں میں شریک ہوتے رہیں گے۔ کانگریس کے ارباب حل وعقد کو ہندوستان کے آزاد خیال مسلمانوں کی اعلیٰ سطح پر دہلی میں ایک کانفرنس بلانی چاہیئے۔ جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تسلی ہو جائے۔ اقتصادی اور معاشی ترقی کا پروگرام یا پنچسالہ پروگرام کی طرح منظور کیا جائے اور آئندہ الیکشن میں اِن مسلمانوں کو کانگریس کا ٹکٹ دیا جائے جو گذشتہ جنگ آزادی میں شریک رہے اور آج بھی اپنے مقام پر ہیں۔ لیکن اگر اس طرح کا منصوبہ اور پروگرام مسلمانوں کو کانگریس میں لانے کا نہ بنایا گیا تو ہندوستان کے مسلمان جو ۱۸ سال سے مصائب برداشت کرتے رہے ہیں وہ لوگ کانگریس کے قریب نہ آئیں گے۔ ہندوستان کے ۶ کروڑ مسلمانوں میں ۲ کروڑ مسلمان ووٹر رہیں گے ان ۶ کروڑ مسلمانوں کی اصلاحی سطح پر کچھ نئی طرح ریاستیں بھی ہیں۔ اور چھوٹے کام بھی۔ جن کا تعلق مختلف محکموں سے ہوتا ہے مسلمانوں کے اگر یہ کام ہونے لگ جائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان کانگریس کو ووٹ نہ دے۔

کیرالامسلم لیگ کا سیاسی رول

ہندوستان کی جمہوری حکومت میں ہر شخص اور جماعت کو آزادی حاصل ہے کہ وہ آئین وقانون کے ذریعہ اپنے جائز حقوق کو حکومت سے منوائے۔ گذشتہ ۳۰ سال سے ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر ضلع اور صوبہ میں حکومت کے سامنے اپنے مطالبات رکھے۔ بیشک آزادی کے بعد مسلمانوں کی آئینی زندگی ایک طرح سے معطل ہو کر رہ گئی اور فرقہ وارانہ فسادات نے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بھی زبردست نقصان پہونچایا ہے۔ اُردو کا مسئلہ بھی اپنی جگہ ہے اس کا آج تک کوئی حل نہیں نکلا۔ کہ آخر اُردو، کس صوبہ میں لکھی بولی اور سمجھی جائیگی اس کے علاوہ ۶کروڑ مسلمانوں کو یہ حق ہندوستان کے ہر شہری کی طرح حاصل رہا ہے کہ مسلمان جماعتیں اور اخبارات آزادی کے ساتھ اپنے تمام مطالبات حکومت کے سامنے رکھ سکیں

جمعیۃ علماء ہند نے ۳۰ سال سے مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے اور پورے ملک کے مسلمانوں کے مسائل قومی سطح پر حکومت کے سامنے نہایت ہی جرأت اور بے باکی کے ساتھ پیش کیئے ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند، ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں برابر کی شریک رہی ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے مسائل کے ساتھ سارے ملک کے مفاد اور سالمیت کی بھی محافظ ہے۔ ہندوستان کی سیکولر اور جمہوری حکومت کی کامیابی کے لئے جمعیۃ علماء کی مساعی آج تک مشکور رہی ہیں ہندوستان کی اکثریت بھی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ جمعیۃ علماء ہند اور دیوبند مکتب خیال کے حامیوں نے ہندوستان کی خدمت کی ہے اور ہندوستان کی خدمت کر رہے ہیں۔

مسلم لیگ جو پاکستان کی اصلی محرک اور بانی ہے اور جسے انگریز نے اپنی سیاست کی کامیابی کے لئے ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں قائم کیا تھا، وہ مسلم لیگ آج بھی قائم ہے۔ آزاد ہندوستان میں بھی لیگ کے فکر و نظر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی مسلم لیگ اور کمیونسٹوں کا کیرالہ میں انتخابی اشتراک عمل "موپنڈی سیکن اتحاد" کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی یہ بدقسمتی کہ لیگ اور جماعت اسلامی کے لیڈر مسلمانوں کو صحیح لائنوں پر سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ "جذبات" کی دنیا میں مسلمانوں کے حقوق کے نام پر سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں کیرالا میں مسلم لیگ اور کمیونسٹ اتحاد نے صوبہ میں ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ کوئی پارٹی بھی حکومت بنانے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔ کیرالہ مسلم لیگ کا یہ اسلامی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کو لامذہب اور بے دین بنانے کے لئے کیرالہ کے کمیونسٹوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ صدر جمہوریہ کے سامنے مذہبی تعلیم کے خاتمہ کا میمورنڈم پیش کر کے کیرالا میں کمیونسٹوں کی حکومت کو ختم کرانے والے آج پھر بائیں بازو کے کمیونسٹوں کی گود میں کھیل رہے ہیں۔

لیگ والوں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کو دین پیارا ہے یا لادینیت، آپ کو مذہب چاہیئے یا مادیت، صرف الیکشن کی خاطر مسلمانوں کے دین و ایمان کو کمیونسٹوں کے ہاتھوں فروخت کرنا کیا اسلام کی خدمت ہے؟ حق تو یہ ہے کہ جمہوریت میں "فرد" اور جماعت کو کامل آزادی دینے کے یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے کہ جمہوریت کے نام پر کوئی جماعت ۶ کروڑ مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کے ہاتھ فروخت کرنے کی سازش کرے، کوئی سمجھدار انسان اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

کانگریس حکومت کی آج تک یہ بہت بڑی غلطی رہی ہے کہ وہ ان جماعتوں اور افراد کو بھی جمہوری آزادی دیتی چلی آئی ہے جو فکری اور نظری اعتبار سے

جمہوری قانون اور سکولر حکومت کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ جن سنگھ جماعت اسلامی۔ کیمونسٹ مسلم لیگ، یہ وہ جماعتیں ہیں جن کو ہندوستان کے آئین وقانون پر کوئی لقین نہیں ہے بلکہ وہ ہر مرحلہ پر ہندوستان کی حکومت کو بدنام کرنے اور غیر آئینی طور پر حکومت کو بدلنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ پاکستان بن جانے کے بعد تو مسلم لیگ کو آئینی طور پر ختم کردینا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ جس جماعت نے ہندوستان میں دشمنی، نفرت، اور حقارت کے بیج بوئے ہیں اس جماعت سے توقع رکھنا جمہوریت کی توہین کرنا ہے۔ یہ کلیہ آج بھی برحق ہے کہ "گندم از گندم بروید جو ز جو"

مسلم لیگ کی ہندوستان میں از سر نو طاقت بنانے والے بھی کانگریس کے صاحب اقتدار لوگ ہی ہیں جنہوں نے آنے والے حالات کا گہرا مطالعہ نہیں کیا بلکہ حکومت کے نشے میں خوشامدی مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کرلیا۔ یہ ان ہی خوشامدی مسلمانوں کی کانگریسی حکومت کے خلاف سازش ہے آج نندجی کو مسلم لیگ اور کمیونسٹ" اتحاد کو بیہودہ بیکن اتحاد کا نام کیوں دینا پڑا۔ کیرالہ کے قوم پرست لیڈروں نے اندرا جی سے مل کر صاف صاف یہ بات کہہ دی ہے کہ کیرالہ میں سرکاری کمیٹیوں میں جن مسلمانوں کو خود سرکار نمائندگی دیتی ہے وہ مسلم لیگ کے نمائندے ہوتے ہیں اس لئے کیرالہ کے مسلمان بجا طور پر خیال کرتے ہیں کہ جب مسلم لیگ کو حکومت ہی طاقت بخشتی ہے، تو پھر کیوں نہ اس جماعت کو ووٹ دیئے جائیں۔ ۱۸ برس سے یہی بات ہر جگہ ہو رہی ہے حکومت میں ان لوگوں کو نمائندگی حاصل ہے جو آج ہندو مسلم منافرت قائم رکھنا اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں۔ جمعیۃ علما ہند نے بارہا کہا ہے کہ مسلمانوں کے سو فیصدی معاملات جمعیۃ علمار ہند کے ذریعہ طے کیئے جائیں تاکہ مسلمانوں میں وطن کی عظمت اور حکومت کی ایمانداری کو فروغ حاصل ہو لیکن ہمیں افسوس ہے کہ حکومت نے اصلاعی وصوبائی سطح پر تو کبھی پرانے کانگریسی

مسلمانوں کو عظمت وعزت کا مستحق سمجھا اور نہ ہی کانگرس کی سو سالہ حلیف جمعیۃ علماء ہی کی بات اسی ڈھنگ پر سنی گئی جس ڈھنگ پر سنی جانی چاہیئے تھی۔

ہندستانی مسلمانوں کے مسائل اور فرقہ دارانہ حالات کو ہمیشہ کے لئے قابو میں لانے کے لئے اگر جامع پروگرام حکومت بنائے اور ایسی پالیسی وضع کرے جس سے ترقی پسند وطن پرور اصحاب کو آمریت پسند جماعتوں کے مقابلہ میں طاقت حاصل ہو تو چند ہی سالوں میں ہندستان کے مسلمان ان فرقہ دارانہ جماعتوں کا سہارا لینا چھوڑ دیں کیرالہ میں مسلم لیگ کے سیاسی رول" کا ذمہ دار کون ہے۔ کانگریس کے صاحب اقتدار لوگ۔ ارکانِ حکومت جو بات بات پر اسمٰعیل اور محمد کویاں کو ملاقات کی دعوت دیتے ہیں جمہوری طرزِ حکومت کی یہ کوئی تقدیس نہیں ہے کہ آپ تسلطائی، فرقہ دارانہ اور آمریت پسند جماعتوں کو ڈھیل دیتے رہیں۔ قومی مسائل میں پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ کے باہر اُن جماعتوں سے مذاکرات ہوتے رہیں اگر آئندہ بھی کانگریس کا یا کانگریسی حکومت کا یہی طرزِ عمل رہا، تو ہندستان کے عوام کی جمہوری گرا ہی ختم نہ ہوگی۔ کانگریس کے صوبائی لیڈروں کا یہ رول کبھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ پانچ سال تک ایسی طاقتوں کو سہارا دیتے رہتے ہیں جو ملک میں امن وامان تباہ کرنے کے ذمہ دار ہیں اور فرقہ وارانہ سیاست کو صوبوں میں طاقتور بناتی ہے۔ کانگریس کے جو صوبائی لیڈر اس سیاست کو اپنے اپنے صوبوں میں چلا رہے ہیں وہ آج تک جمہوری زندگی کو سمجھ ہی نہ سکے جو بیج آپ بوئیں گے اسی بیج کا پھل آپکے سامنے آئیگا۔ جن طاقتوں کو آپ سہارا دیں گے وہ طاقتیں آپکے سامنے ابھر کر آجائیں گی۔ آنے والے الیکشن میں جہاں جہاں بھی کانگریس کو شکست کا سامنا ہوگا وہ شکست خود اپنے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی شکست ہوگی۔ اگر صحیح معنوں میں جمہوری طاقتوں کو طاقتور بنایا جاتا تو تسلطائی اور فرقہ وارانہ طاقتیں کانگریس کے مقابلہ پر نہ آتیں —

کیرالہ مسلم لیگ اور کمیونسٹ

دنیا کے جمہوری ممالک میں انقلابات لانے کے لئے اور حکومت کی باگ ڈور حاصل کرنے کے لئے ''ابن الوقت'' بننا نہایت ضروری ہے دنیا میں کمیونسٹ تحریک کے لیڈروں نے ہندوستان گیر ڈھونگ رچایا لیکن ہندوستان کے سمجھ دار عوام نے کمیونسٹوں کی ان حرکتوں پر انھیں کوئی مبارکباد نہیں دی۔ اور کمیونسٹ وہ اقتدار حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ جو انہوں نے دوسرے ممالک میں، تھوڑی سی مدت میں حاصل کرلیا۔

کمیونسٹ نظریات کے لحاظ سے یہ پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہندوستانی عوام اقتصادی بدحالی کے داؤ پر آکر مذہبی نظریات کو خیرآباد کہہ دیں، دین وایمان کی کوئی بات کسی وقت بھی کمیونسٹ پارٹیاں قبول کرنے کو تیار نہیں ہ کمیونسٹ تحریک مذہبی نظریات کو افیون کی جھپکی سے تعبیر کرتی ہیں۔ سچا اور پکا کمیونسٹ وہی ہو سکتا ہے جو دین وایمان اور مذہب کی کھلے بندوں توہین کرے۔ کمیونسٹ تحریک کے نزدیک کسی ملک کے عوام تب ہی پرولتاری عوام بن سکتے ہیں جب وہ مذہبی زندگی سے دست بردار ہو جائیں۔ اور جس ملک کے عوام دین وایمان اور مذہب کو اپنے سینوں سے لگائے رکھیں۔ وہ عوام بورژوا عوام ہیں اور ایسے عوام کی مدد کرنا کمیونسٹ نظریات کے نزدیک خود کو گمراہ کرنا ہے۔ ایسے بنیادی کمیونسٹ نظریات کے باوجود مسلم لیگ کے ساتھ کیرالہ میں کمیونسٹوں کا مشترکہ محاذ کمیونسٹ تحریک کی عالمگیر ابن الوقت پالیسی کا حصہ ہے۔

حیرت اس بات پر نہیں کہ کیرالہ میں کمیونسٹوں نے مسلم لیگ کے دفتر میں عارضی طور پر ایمان قبول کر لیا ہے تعجب تو اس بات پر ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈر احمد کویاں اور مسٹر اسمٰعیل نے کمیونسٹ دفتر کیرالہ میں جا کر نمبودری پد کی بیعت کر کے لادینی تحریک کے نظریات کو قبول کر لیا ہے لیگ کے لیڈروں کے ذہن میں شاید اپنے آقا ولی نعمت مسٹر چرچل کے یہ الفاظ گونجتے ہوں .. کہ دشمن کا دشمن دوست ہے" چونکہ دوسری جنگ عظیم میں چرچل حکومت نے روس سے اتحاد کر لیا تھا تو چرچل نے برطانوی قوم کو مطمئن کرنے کے لئے یہ نیا نظریہ بیان کر دیا تھا۔ لیکن آپ یہ نہ بھول جائیے کہ برطانیہ کے پاس روس سے زیادہ قوت نافذہ تھی۔ اتحادیوں کی کامیابی کے بعد روس یورپ میں وہ اثر واقتدار حاصل نہ کر سکا جس کی اسے اُمید تھی اور آج تک یورپ اور خاص کر لندن میں کمیونسٹ تحریک چند دفتروں تک ہی محدود ہے۔ برطانیہ کے نئے الیکشن میں کوئی کمیونسٹ امیدوار کامیاب نہیں ہوا۔ دنیا میں جمہوری حکمرانوں نے کمیونسٹ تحریک کی اس چال کو خوب جان لیا ہے کہ کمیونسٹ جمہوری ممالک میں اپنی کامیابی کے لئے ابن الوقت کا روپ دھارنا نہایت ہی ضروری خیال کرتے ہیں۔

جمہوری ممالک کی مذہبی پارٹیاں بھی کمیونسٹوں کے اس داؤ سے باخبر ہیں۔ "قاہرہ ماسکو اتحاد" میں صدر ناصر نے اس بات کا پورا خیال رکھا ہے کہ مصر میں کمیونسٹ تحریک کامیاب نہ ہونے پائے ناصر نے کمیونسٹ تحریک کے جواب میں ساری دنیا کے مسلمان ممالک میں قرآن کی عظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے ایک ہزار قاریوں کی جماعت بھیجی، جنہوں نے دنیا کے تمام ممالک میں خاموشی سے لادینی تحریک کے نظریات کا مقابلہ کیا یہی طریقۂ کار

ہندوستان میں کانگریس کا ہے۔ کانگریس سوشلزم پر یقین رکھنے کے باوجود کمیونسٹ تحریک کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔

لیکن ماشاء اللہ کیرالہ میں مسلم لیگ کو اگر کسی پارٹی میں ایمان نظر آیا تو وہ کمیونسٹ پارٹی ہی ہے یہ اسلام کے غدار او منافق مفسد جن کے پاس قوت نافذہ کا نام و نشان نہیں ہے صرف چند سیٹوں کی خاطر لامذہب ہو کر کانگریس کو شکست دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیرالا مسلم لیگ کے نزدیک "دین وایمان" اس میں ہے کہ کانگریس کو ملک میں شکست دی جائے مسلم لیگ کا بچہ سنہ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ کی منافقانہ حکمت عملی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جوان ہو کر یہ بچہ اپنا وطن بنا کر بھی خاموش نہ ہوا ہندوستان میں مسلم لیگ کے "پس ماندگان" آئے دن نیا سیاسی کھیل کھیلتے رہتے ہیں ان کی طبعی منافقت انہیں چین نہیں لینے دیتی

سنہ ۶۷ء میں کیرالہ میں دوبارہ انتخابات کے وقت مسلم لیگ نے کمیونسٹوں کا ساتھ دیکر کمیونسٹ تحریک نے اپنے پاؤں مسلمانوں میں مضبوط کر دیئے کیرالہ کے کمیونسٹ اس بات سے خوش ہیں کہ وہ الیکشن کے ساتھ ساتھ کیرالہ کے مسلمانوں میں لادینی تحریک کا بیج نہایت آسانی سے بو دیں گے اور کمیونسٹ ایک حد تک کیرالہ میں اپنے آپ کو مسلمانوں کا لیڈر بنانے میں کامیاب بھی ہو گئے ہیں

اسمٰعیل صاحب اور کویاں صاحب کی توحیثیت ہی کیا ہے کمیونسٹ تحریک مذہب سے اپنی دوست نوازی اور رواداری کا پروپیگنڈا کر کے کئی مذہبی ممالک کو ہڑپ کر چکی ہے۔ انڈونیشیا کا حشر ساری دنیا کے سامنے ہے کمیونسٹ تحریک نے انڈونیشیا میں عوام کی مذہبی اور اقتصادی زندگی معطل کر دی تھی اور جو جی میں آتا تھا کر رہے تھے۔ آخر کار فوج کو ڈاکٹر سکارنو اور کمیونسٹوں کے منافقانہ

اتحاد اور محاذ کا خاتمہ کرنا پڑا۔ آج انڈونیشیا میں کمیونزم کا نام لینا بھی جرم ہوگیا ہے دنیا میں پہلی دفعہ کمیونسٹوں کی منافقانہ پالیسی کو شکست ہوئی۔

کیرالہ میں مسلم لیگ کے لیڈر جو رول ادا کر رہے ہیں نہ تو وہ اسلام کی کوئی خدمت کر رہے ہیں نہ جمہوری ملک میں جمہوری عوام کی۔

لیگ کی یہ توقع کہ ہندوستان میں کانگریس۔ لیگ کو پھر ماضی کی طرح مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مان لے یہ مسلم لیگ والوں کا خیالِ خام ہے مسلم لیگ کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ لادینی عناصر کے ساتھ گٹھ جوڑ نہ کرے مسلم لیگ اور کمیونسٹوں کے منافقانہ اتحاد کی جانچ پڑتال کے لئے مرکزی وزیر جناب فخرالدین علی احمد کیرالہ گئے تھے جو کل نئی دہلی واپس آگئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی رپورٹ صدر کانگریس کو دے دی ہے۔ صدر کانگریس اور وزیر اعظم کو کیرالہ کے بارے میں کوئی مؤثر قدم اٹھانا چاہیئے۔ کیرالہ مسلم لیگ کو جمہوریت کے نام پر اگر فتنہ پردری کی اجازت دیدی گئی تو جنوبی ہند کے مسلمانوں کے ساتھ یہ انصاف نہ ہوگا۔

اس وقت کانگریس کا فرض ہے کہ وہ جنوبی ہند کے مسلمانوں کو کمیونسٹ لیگ کے مشترکہ منافقانہ محاذ میں جانے سے بچائے۔ اور ہم کو پوری اُمید ہے کہ اب کے کیرالہ میں خاص کر اور جنوبی ہند میں عام طور پر مسلمان مسلم لیگ اور کمیونسٹوں کی چالوں کو سمجھ جائیں گے۔

"دعوت" کا سیاسی مبصّر

آخر یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

جماعت اسلامی کا داعی "دعوت" اسلامی اخلاق کا واسطہ دے کر بڑے بڑے دعوے کرتا ہے۔ "دعوت" کی تحریروں میں اسلامی اخلاق کا بڑا وعظ کیا جاتا ہے اور ہمیشہ یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلامی اخلاق اسلامی معاشرہ، اسلام کی اجتماعی زندگی، اسلامی سماج۔ اسلامی سیاست نے ہندوستان میں صرف دعوت کے دفتر میں جنم لیا ہے اور اسلام کی تفسیر بیان کرنا جماعت اسلامی ہی کا حق ہے ہندوستان کے باقی مسلم ادارے نہ اسلام کی راہ پر ہیں اور نہ ہی انھیں اسلام آتا ہے۔ دیوبند سے انھیں اختلاف ہے جمعیۃ علماء ہند ان کے نزدیک مغضوب ہے۔ غرضیکہ کوئی جماعت اور ادارہ ایسا نہیں ہے جو اسلام کے اصول اور قواعد کے مطابق ہندوستان میں مسلمانوں کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تشریح کرتے ہوئے دعوت کے سہ روزہ ایڈیشن میں فرمایا گیا ہے کہ "اسلام نے اجتماعی زندگی کی تعمیر کے لئے چار بنیادیں فراہم کی ہیں۔ توحید رسالت، آخرت، وحدت آدم، انھیں بنیادوں پر آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملی زندگی کی تشکیل کی۔ اور تیئس ۲۳ سال کی مسلسل زندگی اور ان تھک جدوجہد سے ایک بہترین معاشرہ عالم وجود میں آگیا جس کا ہر فرد اپنی گفتار و کردار میں اخلاق و معاملات میں کھلے اور چھپے ہر حالت میں متعینہ حدود کی پابندی کرتا تھا کہ کبھی موقعہ پر "یہ انفرادی معاملہ ہے"، کہہ کر ان

ان کی حدود کو توڑنے کی کوشش کی گئی"

مقالہ میں یہ اخلاق کا وعظ کیا گیا ہے۔ اور انفرادی معاملہ میں صحابہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس جماعت کے اخلاقی مبصرین کا یہ حال ہے کہ وزیر داخلہ نندہ جی کے بارے میں دعوت کے مبصر سیاسی نے گفتگو فرماتے ہوئے جس انداز میں تبصرہ فرمایا ہے یہ انداز تحریر نہ صرف اسلامی ادب کا مذاق اڑاتا ہے بلکہ جماعت اسلامی کی اندرونی کدورت اور اخلاقی عفونت کا پتہ دیتا ہے۔ سیاسی مبصر فرماتے ہیں:۔

"زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن"

وزیر اعظم نہرو ریاستی سرکاروں کے نام کبھی کبھی سرکلر بھیجا کرتے تھے جس میں مسائل حاضرہ کے سلسلہ میں کچھ ہدایتیں اور رہنمائی ہوا کرتی تھی۔ یہی طریقہ بدلے ہوئے انداز میں وزیر داخلہ نے اختیار کیا ہے لیکن ؎

"کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور"

جماعت اسلامی کے دعویداروں سے کوئی پوچھے کہ کیوں صاحب اقبال کی زبان میں زاغ اور کرگس کی گالی وزیر داخلہ کو دینا کونسا اسلامی اخلاق ہے؟ کیا مکہ معظمہ میں جو معاشرہ وجود میں آیا تھا اس کا یہی نمونہ ہے آپ کو اگر وزیر داخلہ سے اختلاف ہے تو زاغ و کرگس کی گالی دیئے بغیر آپ اختلاف کا اظہار کر سکتے ہیں۔ وزیر داخلہ اگر سرکاری سطح پر جماعت اسلامی کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتے تو یہ حکومت کی پالیسی ہو گی۔

پنڈت نہرو کو آپ نے شاہین بنایا ہے تو فرمایئے۔ آپ پنڈت نہرو کے پروں پر کب پرواز کرتے رہے ہیں۔ پنڈت جی کے زمانہ حکومت میں آپ نے حکومت کو کونسا لوحِ ہیغ کیا تھا یا حکومت ہند نے کب امیر جماعت اسلامی کو بار بار ملاقات کا شرف بخش کر جماعت اسلامی کو مسلمانوں میں مقبول بنایا تھا۔

سیاسی مبصر اپنے ناظرین کو جس تلبیس میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس سے جماعت اسلامی کا کردار سامنے آجاتا ہے "یہ انفرادی معاملہ" ہیں" تمام حدود کو توڑ کر آخر سیاسی تلبیس سے کام کیوں لیا جا رہا ہے۔ اقبال کے مصرعہ کا سہارا لیکر بات کہنے کا سلیقہ بھی آپ میں نہیں ہے۔

باقی رہا جماعت اسلامی کا نصب العین کیا ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے جمعیۃ علماء کو گالی دینا۔ دیوبند میں کیڑے نکالنا کبھی قاری طیب صاحب کے فتوے کو معرض بحث میں لانا اور ان پر تنقید کرنا۔ کبھی مولانا اسعد میاں کے بیانات کو ملت اسلامیہ کے خلاف سازش قرار دینا۔ ایک ایسی جماعت جس کا سب سے بڑا مقصد کتابیں فروخت کرنا ہو اور ایسا اسلامی لٹریچر پیدا کرنا ہو۔ جس کا اسلام سے دور سے بھی واسطہ نہ ہو اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرے، جماعت اسلامی کی تاسیس غلام ہندوستان میں انگریزی سیاست کا شاہ کار ہے انگریزی سیاست کی باقیات ہیں، جماعت اسلامی کا نام سرفہرست ہے جماعت اسلامی عالمگیر خیال کی رکن ہے اور "وحدت کلمہ" کی بنا پر جس انقلاب کے لانے کی تیاری کر رہی ہے، وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا دھوکہ ہے جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے اور جہاں تک اسلامی اخلاق کا تعلق ہے وہ زاغ اور کرگس پر آکر ختم ہو جاتا ہے

کل ہی ہم نے معاصر پرتاپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ گالیاں دینا ہندوستان کی رائے عامہ کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ معاشرے اور سماج کی تربیت گالیوں سے نہیں ہوا کرتی عالمی سماج کے اخلاقی دعوے زاغ و زغن اور کرگس کو مقبول بناکر حاصل نہیں کیئے جاسکتے۔ آپ کو اگر اس نظام حکومت سے اختلاف ہے تو آپ صاف صاف بتائیے کہ ہندوستان جیسے مشترک آبادی کے ملک میں آپ کو نسا نظام حکومت پسند کرتے ہیں، جمہوریت کا یا آمریت کا شخصی یا جماعتی؟ لیکن اگر

آپ چاہیں کہ نظامِ حکومت کی نشان دہی کئے بغیر آفاقی اور عمرانی وعظ کرتے رہیں تو آپ اپنے ممبران کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ ہندوستان میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت اپنے کارکنوں اور ممبروں کو بتائے کہ وہ حکومت کے اندر کس طرح دخل حاصل کر سکتے ہیں اور انہیں کس قسم کے نظامِ حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔ صرف نزاع وزعن اور کرگس کی بات کہہ کر جذبات میں فحش گوئی کے احساسات تو پیدا کیئے جا سکتے ہیں لیکن اس سے جمہوری زندگی کے مسائل حل نہیں ہوتے۔

ہمیں اس بات پر اس لئے رنج ہے کہ غیر مسلم اخبارات کو گالی دینے کے لیۓ آپ نہ صرف مواد فراہم کر رہے ہیں بلکہ خود اسلامی اخلاق کو بدنام کر رہے ہیں۔

دعوت کے سیاسی مبصر کے انداز تحریر پر اس لئے ہم نے نوٹس لیا ہے کہ گندہ دہنی اور گزرہ ذہنی سے ملکی یا سیاسی مسائل حل نہیں کیے جا سکتے۔ وزیر تو کیا کسی پر بھی دشنام درازی اسلامی اخلاق کا کوئی حصہ نہیں۔ داعیٔ اسلام نے اسلام کے کھلے دشمنوں کو بھی رحمت کی دعائیں دی ہیں اسلامی زندگی میں صلح حدیبیہ اسلام کے معاہدات میں ایک ایسی صلح ہے جس نے تاریخی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بات جب بھی کہی جائے اس میں اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے صلح حدیبیہ سے جو فائدہ اسلام کو پہونچا وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملاّ
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

دعوت کا تجاہل عارفانہ

نیا جال لائے پرانے شکاری

ہندوستان کی آزادی کے لبعد تین الیکشن گذر چکے ہیں۔ اب چوتھے الیکشن کی تیاری ہو رہی ہے۔ گذشتہ تین الیکشنوں میں صوبائی اسمبلیوں اور لوک سبھا میں مسلمان ممبران بھی منتخب ہوئے ہیں پنجاب میں راؤ عبدالغفار خاں صرف واحد مسلمان ہیں لیکن پندرہ برس سے پنجاب اسمبلی کے ممبر چلے آرہے ہیں انہیں ووٹ دینے والے ہندو اور سکھ تھے اور ان ووٹران میں بھی اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ راؤ صاحب انبالہ کے رہنے والے ہیں اور تقریباً دس بار جیل جا چکے ہیں۔ انبالہ کے ہندو اور سکھ اپنے پرانے خادم کو جو اعزاز بخش سکتے تھے انھوں نے وہ اعزاز راؤ صاحب کو پیش کر دیا۔

ایک راؤ صاحب پر ہی بات ختم نہیں ہوتی۔ پارلیمنٹ کی اعظم گڈھ سیٹ پر کمیونسٹ لیڈر ڈاکٹر زیڈ احمد ہمیشہ منتخب ہوتے ہیں یہ پورا علاقہ ہندو ووٹران کا علاقہ ہے مسلمانوں کی تعداد پانچ فیصدی سے زیادہ نہیں۔ پارلیمنٹ میں ہر الیکشن میں پچیس تیس مسلمان ممبر منتخب ہو کر آتے ہیں ان کے الیکشن کے حلقے اتنے بڑے ہیں کہ ان حلقوں میں مسلمانوں کی تعداد کہیں پانچ فیصدی ہے اور کہیں دس فیصدی ...... اگر ہندو رائے دہندگان ان کو ووٹ نہ دیں تو ایک بھی مسلمان پارلیمنٹ میں ممبر منتخب نہیں ہو سکتا۔ گذشتہ الیکشن میں پنجاب کے علاقہ ڈھلوڑ سے بیگم صاحبہ نواب مالیر کوٹلہ بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہیں۔ اس علاقہ میں تمام آبادی غیر مسلم ہے جنہوں نے صرف کانگریس کی وجہ سے بیگم صاحبہ کو ووٹ دیئے یہ حقائق ہیں تاویلات نہیں ہیں جماعت اسلامی ہندوستان کی واحد جماعت ہے جسے ہندوستان کا جمہوری

نظام اسلام کے ضابطۂ حیات کے خلاف نظر آتا ہے۔ جماعت اسلامی کے آرگن کو اخلاقی ثقافتی، اقتصادی، معاشرتی، آفاقی، عمرانی وجدانی جیسے کچھ الفاظ یاد ہیں جن کے گرد جماعت اسلامی کا نظام گھومتا ہے۔ مودودی صاحب جو اس جماعت کے "گرد" تھے وہ پاکستانی حکمرانوں کی مسلسل مار کھا کر جمہوری حکومت کے دست حق پرست پر توبہ کر کے بیعت کر چکے ہیں ہندوستانی جماعت اسلامی کے امیر اور جماعت اسلامی کا نقیب (دعوت) ڈاکٹر سید محمود صاحب کو الیکشن کا "دولہا" بنا کر اپنی حسرت اقتدار پوری کرنے کی فکر میں ہیں مجلس مشاورت کے پردے میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق طلب کئے جا رہے ہیں۔

مجلس مشاورت کی تحریک کو ناکام دیکھ کر اکالیوں کو اپنا مقتدا بنا کر الیکشن کی سیاست میں گفتگو فرما رہے ہیں۔ دعوت کا ارشاد ہے :-

"ابھی کل ایک ممتاز سکھ لیڈر سے بات چیت ہوئی ان کا کہنا تھا کہ ہندوستان میں آئینی حکومت قائم ہے کہنے کو یہاں مخلوط انتخابات بھی رائج ہیں مگر ہندو اکثریت کی کوئی ایک نشست بتا دیجئے جہاں سے کسی مسلمان، سکھ، عیسائی کو کامیابی نصیب ہوئی ہے"

"دعوت" نے بظاہر نہایت معصومیت کے ساتھ ہندوستان کے جمہوری نظام میں اپنی مظلومیت کا رونا رویا ہے۔ آپ اپنی مظلومیت کا رونا روز روئیے آپ کو کون منع کرتا ہے۔ جمہوری نظام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو رونے چیخنے دھاڑنے، الزام تراشنے سے منع نہیں کرتا لیکن حقائق کو نظر انداز فرما کر اخلاق کا وعظ کرنا سیاسی اور مذہبی تلبیس ہے

ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی مسائل ہیں اور اقتصادی بھی علمی مسائل بھی ہیں اور دینی بھی جمعیۃ علماء ہند بے خوف و خطر ان مسائل پر حکومت سے روزمرہ بات کرتی ہے اور جمعیۃ علماء کی بات سنی جاتی ہے۔ جمعیۃ علماء کا ارگن حکومت پر تنقید بھی

کرتا ہے۔

دعوت کو تو ہندو اکثریت سے شکایت ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندو اکثریت کو خود اپنے سے شکایت ہے ہندوستان کی فرقہ پرست اور غیر فرقہ پرست پارٹیاں جس انداز پر حکومت کا نوٹس لے رہی ہیں کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندو اکثریت نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو کوئی کام نہ کرنے دیں گے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ رہ گئی تھی اب چھ کروڑ ہے۔ مسلمانوں کے دینی مدارس پانچ فیصدی سے زیادہ نہ تھے اب چالیس پچاس فیصدی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا بجٹ پہلے ایک لاکھ تھا اب آزاد ہندوستان میں ۸ لاکھ روپے ہے۔ پہلے بڑے بڑے زمیندار دینی مدرسوں اور دوسرے اسکولوں کی مدد کرتے تھے۔ اب دیہات کے خوشحال مسلمان کاشتکار مدرسوں اور اسکولوں کی مدد کر رہے ہیں۔ صرف دارالعلوم دیوبند کو یوپی کے کسان ایک لاکھ من غلہ دیتے ہیں جس سے دو ہزار طلباء کو سال بھر تک مفت کھانا دیا جاتا ہے۔

ہم حکومت کی کوئی صفائی نہیں پیش کر رہے ہیں اکثریت میں ہزاروں خامیاں ہیں اور دنیا کے ہر سماج میں اور معاشرے میں خامیاں اور خرابیاں ہوتی ہیں لیکن جس انداز پر "دعوت" ان خرابیوں اور خامیوں کی نشان دہی کر رہا ہے وہ جماعت اسلامی سے مایوس ہونے والے ممبران کو نئے جال میں پھانسنے کی فکر میں ہے اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مکروہ سازش ہے

جماعت اسلامی کی آفاقی حکومت اور وحدت کلمہ کی تبلیغ سے پڑھے لکھے نوجوانوں کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں۔ جماعت اسلامی کے پرانے "گرو" مودودی صاحب کا ایک بیان ۱۷ر جون کی "دعوت" میں شائع ہوا ہے اور اسی اشاعت کے اداریہ پر ہم تبصرہ کر رہے ہیں۔ مودودی صاحب کے بیان کے بعد "وحدت کلمہ اور

اور آفاقی نظریات کا پول کھل جاتا ہے ۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں :۔
جب تک پارلیمنٹ پوری طرح با اختیار نہیں ہو جاتا اور بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر پارلیمنٹ منتخب نہ ہو اور دونوں صوبوں میں حقیقی خود مختاری قائم نہ کی جائے لوگوں کا یہ احساس دور نہیں ہو سکتا کہ مشرقی بنگال کو ایک نو آبادی بنا کر رکھ دیا گیا ہے "!
فرمائیے اب وحدت کلمہ کی تحریک کہاں گئی ہے ۔ جماعت اسلامی کے بین الاقوامی نظریات کہاں جا کر سو گئے ۔

مودودی صاحب وہ صاحب ہیں جنہوں نے ۱۹۴۶ء میں اپنے رسالہ میں لکھا تھا کہ "نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کا اتحاد وحدت کلمہ پر ہے مولانا مدنی کا یہ ارشاد کہ اقوام کا تعلق ملکوں سے ہوتا ہے ۔ ایک مردود نظریہ ہے ، یہ اسلامی نظریہ نہیں ہے اگر مولانا مدنی کے نظریہ کو اپنایا گیا تو نہ صرف ہندوستان کے مسلم گھرانوں میں نہیں ۔ بلکہ خود مولانا مدنی کے گھر میں بھی انند کمار اور دیویکا رانی پیدا ہونگی ۔

آنند کمار اور دیویکا رانی کی پیشین گوئی فرمانے والے مودودی صاحب وحدت کلمہ کی تمام گردان بھول گئے ہیں ۔ انھیں اپنے حکمرانوں سے گلہ ہے کہ وہ بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر الیکشن کیوں نہیں کراتے لیکن ہندوستان کی جماعت اسلامی اور اسکا آرگن جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے ۔

اداریہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے ۔ وہ کسی اکالی کی آواز نہیں آپ کے ضمیر کی آواز ہے لیکن آپ میں جرأت نہیں کہ آپ اپنے ضمیر کی آواز کو خود ظاہر کریں اس لئے اکالی لیڈر کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلا رہے ہیں ۔ آخر مسلمانان ہند کے ساتھ یہ مذاق کب تک جاری رہے گا ۔ جماعت اسلامی کب تک نئے نئے جال بچھاتی چلی جائیگی ۔ آخر فریب اور مکر کی حد بھی ہے ۔ مودودی صاحب پاکستان میں

نظریاتی شکست کھا چکے ہیں - اب تو جماعت اسلامی کو ہندستان میں توبہ کر لینی چاہیئے - اور آنے والے الیکشن میں محمود صاحب کا لبادہ اوڑھ کر نہیں خود نقاب اُٹھا کر میدان میں آئیے - بوڑھی بیوہ عورت کی طرح کوسنے دے کر جی خوش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں -

جماعت اسلامی کا منافقانہ کردار

جماعت اسلامی اپنے یوم تاسیس ہی سے ایسی جماعت ہے جس کے "گرد" نے علماء کی ۱۴ سو سالہ اسلامی خدمات کو تنقید و تبصرہ کا موضوع بنایا۔ اور مودودی صاحب نے اپنی سینکڑوں تحریروں میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ (معاذ اللہ) صحابہ کرام تک اسلام سے ناواقف تھے۔

اب جماعت اسلامی میں خود ساختہ امیروں" کی ایسی جماعت ہے پیدا کی گئی ہے جو ہندوستان میں اخوان المسلمین کی ذہنی اولاد ہے سیاسی اعتبار سے جماعت اسلامی کا گروہ حسن بن صباح کی جماعت کی طرح ایک سازشی گروہ کہلاتا ہے جماعت اسلامی کے یہ "خداوند" اپنے دفتروں میں بیٹھ کر سازشوں میں لگے رہتے ہیں ان لوگوں سے ملئے اور ان کے دفتروں میں جائیے تو ان کی دلچسپی آپ صرف ان باتوں میں دیکھیں گے کہ صدر ناصر کو کیسے ختم کیا جائے یہ ناصر مسلمان نہیں فرعون کی اولاد ہے نیز جمعیۃ علماء ہند کو کیسے شکست دیجائے مسلمانوں میں جمعیۃ کو کیسے بدنام کیا جائے۔ الغرض جماعت اسلامی کے صاحب اقتدار ارکان شب و روز اسی لگن میں مصروف رہتے ہیں۔

کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کے خود ساختہ اضلاعی امیروں اور آپ کے نقیب "دعوت" نے، اسلام کا معاشی نظام۔ اسلام کا عمرانی نظام، اسلام کا ثقافتی نظام، اسلام کا تہذیبی نظام، اسلام کے بین اللقوامی اثرات، اسلامی زندگی میں مسلمانوں کا مقام اس قسم کے اور کئی الفاظ رٹے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت کا مبلغ علم کچھ نہیں ہے۔ ان الفاظ کی تشریحات پر اس لئے زور دیا

جانشینِ ناکلمی منافقت کے پردہ میں ہندوستان میں جمعیتہ علماء کے بزرگوں کو مصر میں صدر ناصر کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے کس طرح قتل کرایا جائے یہ بات بات میں جھوٹ بولنا جماعت اسلامی کے امیروں، نامہ نگاروں کا شیوہ بن گیا ہے یہ لوگ پڑھے لکھے سادہ دل مسلمان نوجوانوں کو گربہ مسکین بن کر شکار کرتے ہیں۔

ہندوستان میں ان کا سیاسی کردار صرف یہ ہے کہ جنگ آزادی کے مسلمان مجاہدین کی جدوجہد آزادی کو مردود قرار دیا جائے اور "اسلامی آفاقیت" کے نام پر قومیت اور وطنیت کے اس نظریہ کے خلاف کام کیا جائے جس نظریہ پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے کام کیا تھا۔ جماعت اسلامی کی تحریروں میں تلبیس اور دجل کے سوا کچھ نہیں ہے جماعت اسلامی کے "گرو" مودودی صاحب اور ان کے خلیفہ ابو اللیث صاحب فقہائے اسلام کے خلاف وہی الزامات عائد کرتے ہیں جو بغداد کے یہودی علماء نے اسلامی فقہا کے خلاف عائد کئے تھے۔

چودھویں صدی کے یہ "مجتہدین" اب نئی فقہ تراش رہے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک ہندوستان میں ہر وہ مدرسہ دینی مدرسہ نہیں ہے جس مدرسہ کی پیشانی پر جماعت اسلامی کی مہر نہ لگی ہو اسی طرح وہ جماعت کوئی دینی جماعت نہیں جو جماعت اسلامی کی تابعدار نہ ہو۔ نہ وہ کتاب دینی کتاب ہے جو جماعت اسلامی کے کذب خانہ سے شائع نہ کی گئی ہو۔

جماعت اسلامی کے خود ساختہ امیر سب سے پہلے اپنے ممبروں کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ کسی کی نہ سنو، نہ کسی جماعت کا اخبار پڑھو نہ کسی بزرگ کی مجلس میں بیٹھو۔ ہندوستان کے تمام دینی اداروں کو فراموش کردو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لو اپنے کانوں کو بند کرلو اسلامی اصطلاحات کے پردہ میں اس طرح جھوٹ بولو کہ تمہاری کذب بیانی کو عوام سبحان اللہ کہہ کر قبول کرلیں۔

جماعت اسلامی کے کذب و افتراء کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی

جمعیۃ علماء ہند نے سہارنپور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

"اقامت دین اور اتحاد ملت کے داعیوں نے گیا میں کالی جھنڈیوں کو لگوانے کی کوشش کی اور شراب پلا کر پنڈال کو آگ لگوانے کے لئے لوگوں کو بھیجا غنڈہ گردی کروانے میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی اس کے نقیب نے جھوٹ - افتراء پردازی کے ریکارڈ توڑ دیئے - "دعوت" میں یہ لکھا گیا کہ ہند رضا کاروں اور پولیس کی حفاظت میں گیا کا اجلاس ہو رہا ہے"۔

کیا یہی دین کی خدمت ہے؟ اتحاد ملت میں رخنہ اندازی کون کر رہا ہے؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فنڈ جمعیۃ علماء قائم کرتی ہے تو جماعت اسلامی بھی فوراً اس کے مقابلہ پر آجاتی ہے یہ لوگ خدا کے ہاں جوابدہ ہوں گے کہ ہم اس راستہ کو تباہ کن قرار دیتے ہیں تعجب ہے کہ ایسی جماعت جو کمیونسٹوں کو کافر قرار دیتی ہے، وہ مسلم لیگ اور کمیونسٹوں کے انتخابی محاذ کو کس طرح برداشت کر رہی ہے - جوں جوں الیکشن قریب آئیگا مجلس مشاورت کی حقیقت سامنے آئیگی اور دنیا کے سامنے ان سب کا اصل روپ سامنے آجائیگا"۔

جماعت اسلامی کے بطن سے مجلس مشاورت کی ایک ایسی صاحبزادی پیدا ہوئی ہے جس کی - پرورش کی ذمہ داری لکھنؤ کے "دو مفسر قرآن" نے لی ہے جن مفسرین کا سیاسی کردار یہ ہے کہ خود شیشہ کے محل میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ باری کرتے ہیں اور مجلس مشاورت کے سرپرست احمد نگر کے بدنام کنندہ معافی مانگنے والے ڈاکٹر محمود صاحب ہیں جن کے اعصاب پر بدتوں سے کپکپی طاری ہے - ڈاکٹر صاحب نے آخر عمر میں جماعت اسلامی کے دفتر میں ہو کر از سر نو ایمان قبول کر لیا ہے -

جماعت اسلامی اور اس کے نقیب "دعوت" کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب ہندوستان میں دوسرا مصطفےٰ صغیر پیدا نہیں ہونے دیا جائیگا جو مصطفےٰ کمال کو

قتل کرنے کے لئے اتقرہ گیا تھا اور نہ دیوبند کے مکتب خیال کے خلاف آپ کی سازش اور سرگرمیاں جاری رہ سکتی ہیں جمعیۃ علماء کے خلاف آپ کے کذب وافترار کو ہر ہر قدم پر روک دیا جائیگا وہ زمانہ گیا جب آپ کے گرو "حضرت شیخ الاسلام اور اکابر دیوبند کو گالیاں دیا کرتے تھے جو پاکستان جاکر جمہوریت کے دست حق پرست پر تائب ہو گئے۔ جماعت اسلامی کی آفاقیت اور عمرانیت کو سب جانتے ہیں پس پردہ کون ناریلا رہا ہے وہ کبھی ہندوستان کی حکومت اور صاحب فہم سیاسی افراد سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

شاہ فیصل کا نام لکھ کر ناصر کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانا۔ ناصر کے قاتلوں کی خبروں کو شاہ سرخیوں سے شائع کرنا اور ہندوستان میں کمیونسٹوں کے بیانات کا سہارا لیکر حکومت کے خلاف لکھنا۔ جماعت اسلامی کی آفاقیت اور وحدت کلمہ کا پول کھول دیتا ہے۔ اب یہ سیاسی چالیں کامیاب نہ ہونگی۔ ایک نہ ایک دن جماعت اسلامی کے چیلوں کو اپنے گرو کی طرح جمہوریت کے دست حق پرست پر بیعت کرنی ہی ہوگی۔

اکابر مجرمیہا کا اجتماع

ع من ان کا پرانا پاپی ہے

یہ مشہور بات ہے کہ درخت اپنے پھل سے قومیں اپنے عمل اور اشخاص اپنے کردار اور تاریخ سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہودی علمار نے بار بار دھوکہ دیا۔ جب بھی قربانی اور جہاد کا وقت آیا تو ان یہودی علمار نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ جاؤ تم اور تمہارے خدا جنگ وقتال کرو اور فلسطین کو آزاد کراؤ ہم کو تکلیف نہ دو۔ تمہارا پروگرام ہمارے آرام میں خلل انداز ہوتا ہے یہودی علمار نے یہ باتیں کئی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں ان نافرمان لوگوں کے بارے میں جو قربانی وجہاد اور ایثار سے کورے تھے قرآن مجید نے ان کے جرائم کی کہانی کی تاریخ ان لفظوں میں بیان کی ہے یہ "اکابر مجرمیہا" ہیں جن کی طبیعت میں مکر و دجل ہے جو علمی دلائل کا سہارا لیکر قربانی سے بھاگ نکلتے ہیں

دوسرے نمبر پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر بائبل میں ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تختۂ دار یا سولی پر چڑھائے گئے تو حضرت عیسیٰ کے تمام ساتھی میدانِ جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے ان لوگوں میں اخلاص تو تھا لیکن یہ انتہائی بزدل اور نکمے ثابت ہوئے ان حواریوں نے کفارہ گناہ کے لئے مدتوں تک آہ وزاری کی لیکن یہ کفارہ گناہ سے پاکیزہ نہ ہو سکے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو ضالین یعنی گمراہ کا خطاب دیا گیا۔

اس قرآنی حکم اور تاریخ کی روشنی میں اگر آپ ان اکابر مجرمیہا کے اجتماع پر نظر ڈالیں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس اجلاس میں شریک ہونے والا

ہر شخص مزاج کا منافق، عمل میں عبد اللہ بن اُبیؔ علمی دلائل میں یہودی علمار کا ہم پلّہ ہے یہ مسلمانوں کی رہبری کرنے آئے ہیں جن کا من پرانا پاپی ہے جن میں ایک کا حال یہ ہے۔

جب مولانا آزاد کی بیوی زلیخا کا انتقال ہوا تو کلکتہ میں ملّا جان محمد نے اعلان کر دیا کہ مولانا آزاد کا شمار کافروں میں ہے اس لئے ان کی بیوی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں دیا جائیگا چنانچہ ملا جان محمد کی زیر سرکردگی مولانا آزاد کی مرحومہ بیوی کے جنازہ پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور اس پتھراؤ کو اسلامی جہاد کا درجہ دیا گیا۔ تمام ہندوستان نے یہ عبرت انگیز نظارہ دیکھا۔ قدرت ان پر ہنس رہی تھی کہ جس پاکباز مجاہدہ بیوی کے مردہ جسم پر پتھراؤ کیا جا رہا ہے اس کا بدلہ سارے کلکتہ کو چکانا ہوگا۔ قدرت کا فیصلہ اٹل تھا۔ جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا آج ملا جان محمد گرگ مسکین بن کر مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کرنے کو نکل آئے ہیں اور مجلس مشاورت" کے "اکابر مجرمیہا" کی صف میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح کفارہ ادا کر رہے ہیں۔

مجلس مشاورت کے موجودہ اجتماع میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا ابو الکلام آزاد نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے :-

"جب ہندوستان کی آزادی کا پروگرام لے کر ہم ان کے پاس گئے تو ان علمار نے مجاہدینِ آزادی کو کہا۔ دوستو ہم کو فتنہ میں نہ ڈالو ہم اللہ والے لوگ مصلیٰ اور منبر پر ہی زیب دیتے ہیں تم لوگ بھی کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ "لا تقنتی" کے مضمون کو ذہن میں رکھو اور قرآن میں آیا "لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا" ۔ پر نظر رکھو۔ ہندوستان میں برطانوی اصلاحات آچکی ہیں اسے خدا کی رحمت سمجھو"

یہ منافقین جن کے سینہ میں عبد اللہ بن اُبی کا دل تھا اور جن کی زبان پر امام ابو حنیفہ کے دلائل تھے جو اپنے جھوٹے تقویٰ کی قسم کھا کھا کر لوگوں کو یقین دلاتے تھے کہ تسبیح و مصلیٰ سے بہتر کوئی کام نہیں جیل جانا۔ انگریز کے کوڑے کھانا جائیداد ضبط کرانا۔ اپنی جانوں کو خود عذاب میں ڈالنا

ابو اللیث ہوں۔ یا منظور نعمانی علی میاں ہوں یا مفتی عتیق الرحمٰن اُن سے کوئی پوچھے کہ جب لوگ پابند سلاسل کیئے جا رہے تھے اس وقت آپ قلم کی حرام کاریوں سے روپیہ کما رہے تھے کیا یہ جھوٹ ہے کہ مجاہدین کے خاندان فاقوں سے مر رہے تھے اور آپ لوگ مرغ و بریانی اڑا رہے تھے۔ اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر بتلایئے کہ کبھی جان یا مال سے آپ نے مجاہدین آزادی کی امداد کی؟ آپ کس تحریک میں جیل گئے تھے۔ آپ تو علی الاعلان لوگوں کو فقہہ کی جزئیات اور فروعات بتا کر معلمین اور مبلغین کا درجہ حاصل کر رہے تھے آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر پاکستان میں حکومت الٰہیہ بنا رہے تھے آپ نے انگریز کے دور حکومت میں قلم فروشی سے ہزاروں روپے کمائے اور اب بھی آزاد ہند میں آپ ہزاروں نہیں لاکھوں روپے کما رہے ہیں۔

جن کی کھال پر قربانی کا ایک بھی سنہرا نشان نہیں ہے رہبر بن کر پھر میدان سیاست میں آگئے ہیں جماعت اسلامی کی منافقت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا تھا مولانا مدنی ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں۔ قوموں کو ملک سے بنانے والے کے گھر "دیو کا رانی" پیدا ہوگی اس بندۂ خدا پر پھر ہندوستان میں وہ ظلم و ستم ہوا کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں۔ حضرت رائے پوری نے اس وقت فرمایا تھا کہ جو قوم ابو الکلام اور مولانا مدنی پر ظلم کر رہی ہے وہ قوم عنقریب مٹ جائے گی۔ ع "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

امتحان کی اس گھڑی میں نہ ابواللیث کہیں نظر آئے نہ علی میاں اور نہ منظور نعمانی بغداد کے لغمان تو دو سال تک جیل میں رہ کر جان دے گئے۔ اور یوپی کے لغمان ماہنامہ "الفرقان" کے شماروں سے روپیہ کماتے رہے آخر حیلہ و مکر کی کوئی حد بھی ہے۔ ڈاکٹر محمود جو آج ہندوستان بھر میں مجلس مشاورت کا رقص دکھا رہے ہیں۔ وہی تو ہیں جو مولانا آزاد کو احمد نگر قلعہ میں ہندو رہنماؤں کے سامنے شرمندہ کرنے کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ جنہیں رات کی تاریکی میں معافی دی گئی تھی اور جو صبح صادق کے وقت انگریز کمشنر کے بنگلہ میں نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ حیف صد حیف ان لوگوں کی زندگی پر جواب یحییٰ کے حواریوں کی طرح روتے ہیں اور یہودی علماء کی طرح آج بھی عوام کو علمی دجل و تلبیس میں مبتلا کر رہے ہیں

وہ خط اور تار آج بھی دفتر جمعیۃ علماء ہند میں محفوظ ہے جس میں لکھنؤ کے دو مفسرین قرآن نے وعدہ کر کے مکر جانے کو شرعی طور پر جائز قرار دیا تھا۔ مولانا ابواللیث سے حیدرآباد اور رامپور میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سے گفتگوئیں ہوئیں، ان کا متن بھی محفوظ ہے یہ حقائق ہیں کہانیاں نہیں ہیں یہ سچ ہے کہ اس میں آپ جیسے حضرات کا فقہی جھوٹ شامل نہیں ہے جب مورخ ہندوستانیوں کی قربانیوں کا جائزہ لے گا تو اس میدان میں آپ لوگوں کی تصویر مکر و دجل کے لباس میں نظر آئے گی۔ ــــہ

ہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

دہلی کا ایک مجذوب ولی

۸ جولائی سنہ ۱۹۶۶ء کو دہلی میں مولانا عبد السلام صاحب کا انتقال ہوگیا حضرت مولانا صاحب نسبت بزرگ تھے ان کا دل روشن اور سینہ ہر وقت صاف رہتا تھا۔ جن لوگوں کو زندگی میں ایک دفعہ بھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کس پائے کے بزرگ تھے۔ ان کا کردار اور ان کی شخصیت دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا کا آدمی نہیں ہے بلکہ یہ کسی اور ہی دنیا کا مالک ہے ان پر ہر وقت ایک روحانی نشہ غالب رہتا تھا۔ ان کی زبانِ مبارک کا یہ حال تھا کہ جو بات جس کے متعلق کہدی وہ پتھر پر لکیر ہوگئی۔ وہ مجذوب تھے لیکن ہزاروں سالکوں سے بہتر ان پر جذب کی کیفیت جب طاری ہوتی تھی تو وہ ایسی باتیں کہہ دیتے تھے جو بعد کو ظہور میں آجاتی۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے وزراء امراء افسران کی کاریں ان کے دروازے پر کھڑی رہتی تھیں۔ کوئی شخص بھی بلا اجازت ان کے پاس نہ جا سکتا تھا بعض بڑی سی بڑی حیثیت کے لوگوں کو دروازے سے ہی واپس کر دیتے تھے۔

البتہ غریبوں کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ جو غریب بھی جس وقت چاہے مولانا کے پاس حاضری دے سکتا تھا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ رح اور حضرت مولانا احمد سعید رح جیسے بزرگانِ دین حضرت مولانا سے ملنے کے لئے خود جایا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کی مولانا بھی بہت عزت فرمایا کرتے تھے علماء سے ملاقات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا تھا۔

لوگ مادیت میں غرق ہوکر روحانی اقتدار کے قائل نہیں رہتے ان کے

لئے حضرت مولانا کی زندگی روحانیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی حضرت مولانا ان بزرگوں میں سے تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

حضرت مولانا کی فراست کہیئے یا ان کی روحانی روشنی کا اثر لیکن یہ واقعہ ہے کہ مولانا دیدہ بیدار رکھتے تھے سامنے آتے ہی ہر شخص کی کیفیت اُن پر واضح ہو جاتی تھی اَب کہاں ایسے صاحب نسبت بزرگ پیدا ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھرپور رکھے۔ آمین۔ اللہ والوں کی ہر بات اور ہر ادا نرالی ہوتی ہے مولانا عبدالسلام صاحب کی ادائیں بھی نرالی ادائیں تھیں ایک عام اور سرسری نظر سے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مولانا عبدالسلام عالم اور با عمل بزرگ ہیں صورت شکل کے لحاظ سے داڑھی مونچھ صاف دراز قامت کشتی بدن دوہرا جسم قرآن مجید سے غیر معمولی شغف حضور پر نور کے ساتھ عشق کا یہ عالم کہ نام نامی زبان پر آتے ہی آنکھیں پرنم ہوجاتی ہیں اور آنسوؤں کا سمندر بہنے لگتا ہے۔ حافظ کا یہ عالم کہ عرفی، جامی اور خاقانی کے ہزاروں اشعار نوک زبان تھے اور جھوم جھوم کر پڑھتے تھے۔ نماز نہایت ہی خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے اور تہجد تک کی پابندی کرتے تھے۔ اس طرح زندگی گذارتے وہ دنیا میں اللہ والوں کی یاد چھوڑ گئے۔

عربوں کی سیاسی تربیت

۱۹۱۴ء کی جنگ سے پہلے تک عالم اسلام ترکی حکومت کا نام تھا اور ترکوں نے وحدت کلمہ کی بنا پر تمام اسلامی حکومتوں کو ایک فیڈریشن کے تحت منظم کرنے کی کوشش کی لیکن تمام عربوں نے برطانوی حکومت کے اشارے پر ترکوں کی خالص وحدتِ کلمہ کی تحریک کو ختم کرکے عربی حکومت کے نعرے کا آغاز کیا بقول حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے "عربوں نے ترکوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر مکہ اور مدینہ کے بازاروں میں گھسیٹا اور جو تذلیل بھی ہو سکتی تھی کی گئی" عربوں کی سیاسی تربیت کا آغاز برطانوی حکومت نے کیا۔ شریف مکہ اور مفتی فلسطین جیسے اکابر علماء اور حکمران "وحدتِ کلمہ" کی بنا پر ترکوں کے دشمن ہو گئے اور مفتیٔ فلسطین نے بار بار اعلان کیا ترکوں کی طرف سے "وحدت کلمہ" کی تحریک اور نعرہ عظیم دجل اور سیاسی فریب ہے عرب اس سیاسی فریب میں آنے کو تیار نہیں ہیں

اب امریکہ اور برطانیہ کا منشاء ہے کہ مسلمانوں میں "وحدتِ کلمہ" کی تحریک کو کامیاب بنایا جائے اس لئے کہ امریکہ اور برطانیہ کو وحدتِ کلمہ کی سخت ضرورت ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان عربوں کو دینی بھائی نظر آتے ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ "دینی بھائی" ترکی، مصر، شام، عراق میں نہیں رہتے لیکن جہاں جہاں امریکن اور برطانوی مفاد ہوں وہاں دینی بھائیوں کو ہر قسم کی امداد دینے کے لئے عربی حکمران بے تاب ہیں

حکومتِ مکہ کے سربراہ جو عالم اسلام کے لئے واجب عزت و عظمت ہیں امریکہ اور برطانیہ سے ۱۴ کروڑ پونڈ کی مالیت کا اسلحہ خرید کر سعودی عرب کو منتقل کر رہے ہیں، ۱۴ کروڑ پونڈ کا اسلحہ امریکہ اور برطانیہ محض اس لئے سعودی عرب کو دے رہے ہیں تاکہ اسرائیل

کو جو ہتھیار دیئے گئے ہیں اس پر عرب ممالک کی زبانیں بند کر دی جائیں جو ممالک دینی اعتبار سے ایک ہو رہے ہیں انھیں امریکہ کی نیک نیتی کا یقین ہو جائے۔

"وحدت کلمہ" کی بنا پر ایک ہونا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن جن حکومتوں کی زمام کار امریکی اور برطانوی سیاستدانوں کے ہاتھ میں ہو ان کی دینی سیاست کے بطن سے کوئی ایسا ہی ناخلف بچہ نہ پیدا ہو جو صدر ناصر اور نہر سوئز کی سیاست پر حاوی ہو جائے

صدر آئزن ہاور نے اپنے زمانۂ صدارت میں فرمایا تھا کہ عالم عرب میں طاقت کا خلا پایا جاتا ہے امریکہ اس خلا کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے اس علاقہ کے امن کی ذمہ داری امریکہ پر ہے اور امریکہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریگا

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امریکہ نے شاہ فیصل کو پھر یقین دلایا ہے کہ سعودی عرب کی حفاظت کی ذمہ داری امریکہ پر ہے امریکہ اس ذمہ داری کو پورا کریگا۔

مصر میں "اخوان" کے مسلمان اسی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے سیاسی مشیر عرب میں نہیں بلکہ لندن اور واشنگٹن میں رہتے ہیں اب شاہ ایران اور شاہ حسین نے اس مقدس فرض کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ مسلمانان عالم کو ایک دینی خاندان خیال کرتے ہیں اور اپنے دینی بھائیوں کی امداد کو مسلم ممالک کے سربراہ اپنا فرض سمجھیں۔

مراکش کے دارالخلافہ رباط سے جو بیان جاری ہوا ہے اس کے الفاظ نہایت حسین ہیں۔ شاہ حسین نے فرمایا:۔

اسلامی ملکوں کے لیڈروں کو اسے اپنا پہلا فرض سمجھنا چاہیئے کہ جغرافیائی دوری کے باوجود دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی مدد کی جائے اور اسی پر انہیں مسلسل توجہ دینی چاہیئے۔ شاہ ایران نے اس بیان میں فرمایا ہے کہ:۔ ہم لوگ عظیم اسلامی خاندان کی خوشحالی و مسرت کے لئے کام کرینگے۔ یہ تمام بیانات نہر سوئز کی سیاست کے خلاف اور اسرائیل کی سیاست کے حق میں جا رہے ہیں وحدت کلمہ کی تحریک کو جس انداز پر سواد کیا جا رہا ہے اور جن طریقوں پر منظم کیا جا رہی ہے وہ تمام مسلم ممالک کیلئے نہایت خطرناک ہے۔

میخانۂ یورپ کے انداز نرالے ہیں :: لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

ایک صاحب خیر کی موت

آج کی دنیا ہمدرد دوستوں اور ایسے بزرگوں سے ... خالی ہے جو "درد دل" رکھتے تھے۔ سماج میں غریبوں اور بیواؤں کا خیال رکھنے والے لوگ تو گویا عنقا ہو گئے ہیں دینی کاموں میں بھی لوگ اب دلچسپی نہیں لیتے اس کے باوجود کہیں نہ کہیں اللہ کے کچھ بندے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر خاموشی سے لوگوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

سیٹھ ضیاء الدین جن کا انتقال ۱۰ر جولائی کو ہوا۔ بارہ دری شیر افگن میں رہتے تھے۔ سیٹھ صاحب کی ساری زندگی اس میں گذری کہ کس شخص کی کتنی مدد خاموشی سے کرنی چاہیئے۔ سیٹھ صاحب مرحوم کو یہ بہت ہی شوق تھا کہ گری پڑی ہوئی مرمت طلب مسجدوں کو دوبارہ تعمیر کر دیا جائے اس سلسلہ میں سیٹھ صاحب نے ہزاروں روپے خرچ کئے۔

جس محلہ میں سیٹھ صاحب رہتے تھے وہ بہت ہی غریب محلہ تھا۔ سیٹھ صاحب ہر شخص کی بات نہایت شفقت و محبت سے سنتے تھے اور جو مدد ہو سکتی تھی کرتے تھے کہنے کو تو لوگ انہیں سیٹھ صاحب کہتے تھے لیکن درحاصل وہ ایک صاحب خیر بزرگ تھے۔ سیٹھ صاحب کے انتقال سے جو جگہ خالی ہو گئی ہے اسے پر کرنا آسان نہیں ہے

سیٹھ صاحب کے بیٹے جناب محمد نبیع صاحب سے توقع ہے کہ وہ اپنے والد کے کار خیر کی زندگی کو قائم رکھیں گے۔ سیٹھ صاحب کے انتقال سے اہل بارہ دری کو بڑا صدمہ ہوا ہے، پس ماندہ اور گمشدہ ہوئی آبادیوں سے

بزرگوں کا اُٹھ جانا، المناک حادثہ ہے کیونکہ ان آبادیوں میں بڑی مشکل سے ہوتا ہے جس میں دیدہ ور پیدا والا صاحب ہے۔ کبھی کبھی خدمتِ خلق کے لئے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور اپنا فرض پورا کر کے اللہ میاں کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک مدت تک لوگوں کو ان افراد کی یاد آتی رہتی ہے۔ بات بات پر بستیوں میں تذکرے ہوتے رہتے ہیں۔ بھائی فلاں صاحب کیا اللہ والے تھے کبھی ان کی ذات سے کسی کو دکھ نہیں پہونچا۔ اجی فلاں صاحب کا بستی سے اُٹھ جانا بستی کو سونا کر گیا۔ یہی حال بارہ دری کا ہے، بارہ دری ایک مدت تک ایک سونی بستی رہے گی۔ سیٹھ ضیاء الدین کے تذکرے گھر گھر ہوتے رہیں گے سیٹھ صاحب زندگی بھر بستی والوں کا مرکزی نقطہ رہے ہیں۔

ہر بستی میں قانونِ خداوندی کے تحت ایسے بزرگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو قوم کی فلاح و بہبود کا کام خاموشی سے کرتے ہیں اور ساری عمر نام و نمود کی خواہش کے بغیر خدمتِ خلق میں لگے رہتے ہیں دنیا میں تعمیری کام ان ہی لوگوں کے لئے ہیں جو کہ زندگی بھر اخلاص و محنت سے کام کرتے رہے۔

تاریخ میں بے شمار واقعات ہیں جو ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتے ہیں جنہوں نے قبیلہ، نسل، ذات، برادری اور سیاست سے بالاتر ہو کر قومی زندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے یہ بے ضرر اور صاحبِ فیض لوگ قوموں کو بنا جاتے ہیں سماج کی اخلاقی بلندی انہی لوگوں کی مرہونِ منت ہے

جن لوگوں نے سیٹھ ضیاء الدین صاحب کو دیکھا ہے وہ اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ سیٹھ صاحب کس قدر سادہ طبیعت کے بزرگ تھے۔ وہ صاحب جائداد تھے اور ان کے کبرایہ داروں کو آج تک ان سے کسی قسم کا کوئی شکوہ نہیں ہوا۔

مسلمانانِ ہند کا مایوس کن طرزِ فکر

یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ آپ اگر عزم و ہمت سے کوئی کام کرنا چاہیں تو زندگی کی تمام راہیں آپ پر کھلتی چلی جائیں گی اور ناکامیوں کو نظر انداز کر کے ہر لمحہ اپنے عزم اور اپنی ہمت کے ساتھ کام کرتے چلے جائیں گے آخر کار راہ کی تمام مشکلات خود بخود ختم ہو جائیں گی دنیا میں کونسی ایسی مشکل ہے جو حل نہ ہو سکے اور کونسی ایسی بات ہے جو ناممکن ہے دنیا کے باہمت مفکرین اور صاحب عزم و ہمت افراد نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ ناممکن لفظ ہی لغت میں خارج کر دیا جائے۔

ہم روزمرہ سماجی اور خاندانی زندگی میں دیکھتے ہیں کس طرح ایک انسان گر پڑ کر اٹھتا ہے اور قدم قدم پر مشکلات سے ٹکراتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمت نہیں ہارتا۔ خاندان کی بقا اور تحفظ کی جو ذمہ داری فرد پر عائد ہوتی ہے ہر فرد اسے پوری ذمہ داری سے ادا کرتا ہے یہ عمل ایک ایسا عالمگیر عمل ہے جس میں دنیا کے تمام گھرانوں کی داستانِ ... حیات سانس لے رہی ہے۔

یہی کلیہ اور یہی عمل قوموں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے دنیا کی وہ اقوام جو مشکل حالات میں کبھی مایوس نہ ہوں اور زندگی کے ہر کام کو جدوجہد سے حاصل کرنے کا عزم کر لیں تو وہ قومیں دنیا میں اپنی اجتماعی زندگی کا ثبوت بڑی شان و شوکت سے دیتے ہیں ابھی کچھ عرصہ گذرا۔ ہندوستان کی تمام اقوام آزادی کے محاذ پر لڑ رہی تھیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مالٹا سے آئے تھے اور مہاتما گاندھی جی، افریقہ سے، دونوں میں فکری اتحاد تھا اور دونوں رہنماؤں نے

ہندوستان کے عوام کو ایک صحت مند فکر عطا کیا، ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک ہو کر جنگ آزادی لڑی اور ہر محاذ پر کامیاب ہوئے اس قافلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد حکیم اجمل خاں، مولانا حسرت موہانی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سی۔ آر داس، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو. مولانا مظہر الحق بہاری سید محمد یعقوب مدراسی، جناب بدرالدین طیب جی شامل تھے ان کی رہنمائی میں ہندوستان کے عوام نے قربانیاں دیں اور آخر کار ہندوستان آزاد ہو گیا۔ انگریز کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ آزادی کے بعد جس صحتمند فکر کے ساتھ مسلمانان ہند کو اپنی مشکلات پر جد وجہد کر کے قابو پانا چاہیئے تھا وہ صحتمند فکر ہی ختم ہو چکا ہے اس فکر کی جگہ انگریزی .... فکر کے دلدادہ لوگوں نے مسلمانوں کو مایوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ ۳۰ سال سے ان افراد نے عوام کی آنکھوں پر نفرت و حقارت کی ایسی رنگین عینک لگا دی ہے جس سے دن کی روشنی بھی غبار آلود اور دھندلی نظر آتی ہے ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان ہیں ان کے چھ کروڑ ہی مسائل ہیں جس طرح ہندوستان کے دوسرے شہری کاروبار کرتے ہیں اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی کاروبار کرنا چاہیئے جس طرح ہندوستان کے دوسرے شہری امن و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کو بھی امن و سکون کی زندگی درکار ہے۔

لیکن مسلمانوں کے سامنے ان مسائل کو زہر آلود بنا کر پیش کیا جا رہا ہے ہندوستان میں گمراہ اور بد دیانت مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جس کا کام ہی یہ رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہر مرحلہ پر مایوس کرتی چلی جائے اور مسلمان عوام کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہ دے کہ انہیں ان مشکلات کے باوجود مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ انگریزی سیاست نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے حقوق کا رونا اس طرح رو دیا کرو کہ ہندو اور مسلم عوام تمہیں اپنا سچا اور پکا

ہمدرد سمجھ کر اپنی جان و مال تم پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔

مسلمان خود سوچیں کہ مایوس کن طرز فکر کے بعد ۶ کروڑ مسلمانوں کے مسائل حل ہو جائیں گے جب چھ کروڑ مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنا ہے اور یہیں جینا اور مرنا ہے۔ دنیا میں کوئی اور جگہ ان کے لئے نہیں ہے تو پھر ہر وقت مایوس رہنے سے کیا زندگی کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ دنیا کے گمراہ اور بے عمل لیڈروں کا کردار یہی ہے کہ وہ قوم و ملت کو مایوس رکھ کر عوام میں اپنا اقتدار قائم رکھیں۔"

مان لیا کہ ابھی تک اردو کا مسئلہ حل نہیں ہوا تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندی کی تعلیم ترک کے مسلمان بچوں کو جاہل رکھا جائے عربی مسلمانوں نے ایران میں عربی کی بجائے فارسی کو قبول کر لیا اور اس شان کے ساتھ قبول کیا کہ لوگ آج بھول ہی گئے کہ فارسی پارسیوں اور آتش پرستوں کی زبان تھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یہ فراست تھی اور عربی اُمیوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے ایران میں ضد اور غصہ سے کام نہیں لیا۔ ان مسلمانوں کا منشا تو تمام دنیا میں روحانی سماجی اور اقتصادی انقلاب کرنا تھا اور وہ فارسی زبان کو قبول کر کے اس میں کامیاب ہوئے ہم اردو اور فارسی بولنے کو تو مسلمانوں کی قومیت کا جز سمجھتے ہیں لیکن ہندی میں دین و ایمان کی بولی بولنا کفر سمجھتے ہیں۔

ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا حوالہ دیکر مسلمانوں کو مایوس کیا جاتا ہے تاجر مسلمان گمراہ لیڈروں کے بیانات پڑھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے بتائیے کیا اس سے فسادات کا مسئلہ حل ہو گیا آپ کے کہنے کے مطابق نفرت و حقارت کے جذبات ختم ہو گئے بتائیے آپ ان مسلمانوں کو مایوس طرز فکر دے کر کہاں لے جائیں گے یہ ایک دو نہیں ۶ کروڑ ہیں ان کے مسائل کا

حل نہ تو شوکت الفاظ ہے اور نہ لکھنؤ اور دہلی میں کتب خانے بنا کر علمی حرام کاریوں کا ذخیرہ فروخت کرنا ہے۔ لیڈر مسلمانوں کو برباد کر کے خود روپیہ کماتے ہیں، عیش کرتے ہیں بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں کیا یہی دین ہے کیا یہی اسلام ہے آج تک کسی نے نہ دیکھا کہ تمہارے لباس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پیوند لگا ہوا لباس ہو۔ اور تم لوگ صحابہ کرام کی طرح ایک دن کے کھانے پر گذر کرتے ہو۔ مسلمانوں ان دینی رہنماؤں کا حال یہ ہے کہ اپنی کتابوں کی قیمتوں میں ایک پائی کی کمی نہیں کرتے چھ چھ سات سات روپے کی کتابیں فی جلد کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں بڑے دینی چندے کئے جاتے ہیں اس کے باوجود یہ لیڈر مسلمانوں کا کوئی مسئلہ حل نہ کر سکے۔

مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے ہندوستان میں مسلمان بے یار نہ مددگار ہے اور اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس پر کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ بمبئی مدراس، بنگال چلے جائیے آپ کو مسلمان تاجر ملیں گے مسلمان مل مالک ملیں گے مسلمان خوردہ فروش ملیں گے یہ وہ مسلمان ہیں جو لاکھوں روپے کی خیرات سالانہ کرتے ہیں صرف بمبئی اور مدراس کے مسلمان ہندوستان کے فیصدی دینی مدارس و مکاتب کو مالی امداد دیتے ہیں۔ ادھر یوپی، بہار، بنگال میں جائیے کہ کوئی مسلمان آپ کو بھیک مانگتا ہوا نظر نہ آئے گا۔ عوام مسلمانوں نے اقتصادی میدان میں باوجود مشکلات کے جدوجہد کر کے اپنا میدان بنا لیا ہے عیدین میں دیکھیے ۹۵ فیصدی مسلمان آپ کو اجلے کپڑوں میں نظر آئیں گے اس پر بھی مسلمانوں کو مایوس ہی کرتے رہنا مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

فرقہ وارانہ فسادات کا چکر بے شک ہندوستان میں کسی نہ کسی ...

شرارت سے اٹھتا ہی رہتا ہے لیکن کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ یہ فسادات آخر کتنے جلد ختم ہو جاتے ہیں وہی ہندو اور مسلمان جو ایک وقت میں لڑتے ہیں فسادات ختم کر کے پھر کندھے سے کندھا ملا کر کاروبار کرتے ہیں ایک دوسرے کے کارخانو میں جاتے ہیں، سماجی بات چیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی شادی بیاہ میں شریک ہوتے ہیں لیکن یہ گمراہ مسلمان لیڈر اس حقیقت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔

ہندوستان میں ہندوؤں کا جو طبقہ فسادات کرانے پر تلا رہتا ہے تو اس کو بھی کیا کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ کیا وہ ہندوستان سے مسلمانوں کو نکالنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس فسادی طبقہ کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ وہ مسلمان کاریگر کو ہندو کارخانوں سے بھی نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ہندوستان میں ہزاروں ہندو کارخانے ہیں جن کی کمائی مسلمان کاریگروں کی کاریگری پر منحصر ہے

مشکلات کو مشکلات سمجھ کر حل کرنا تو باہمت لوگوں کا کام ہے لیکن مشکلات میں مسلمانوں کو کم ہمت بنانا ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت ہے عوامی راج ہے، یہاں الیکشن ہوتے ہیں ووٹ سے حکومت قائم ہوتی ہے ہر شخص اور ہر پارٹی کو حق حاصل ہے کہ وہ الیکشن کے وقت عوام کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے عوام کی رائے اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرے۔ جمہوری رعایت کو یار لوگ استعمال بھی کرتے ہیں نمائندوں کی کامیابی کے لئے زور بھی لگاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہندو مسلم منافرت سے باز نہیں آتے۔ مسلمان یہ سنتے سنتے تنگ آ چکا ہے کہ ہندو مسلمان کو ختم کر دیں گے اور یہ قومیت کے دھارے میں مسلمانوں کو ضم کریں گے ہندوستان میں عنقریب مسلمانوں کا وجود مٹ جانے والا ہے یہ سب کچھ اس لئے

کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں کام آنے والے رہنماؤں کے فکر و عمل کو مسلمانوں میں بے اثر بنایا جائے قومیت واحدہ کے مسئلہ پر مقالے اور کتابیں لکھ کر فروخت کی جائیں مسلمانوں کو گزشتہ پچاس برس کی تاریخ آزادی سے متنفر بنایا جائے۔ دیوبند کے قافلۂ محمودی سے لیکر مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا حفظ الرحمٰن تک تمام رہنماؤں کو بدنام کیا جائے۔

یہی وہ فکری حرام کاری ہے جس پر دہلی اور لکھنو کا فرقہ دارانہ محاذ کام کر رہا ہے۔ ہندوستان کے پڑھے لکھے عوام ان حقائق کو سامنے رکھیں مسلمانوں میں بدحالی اور کمتری لکھنو اور دہلی کا فرقہ وارانہ اسکول پیدا کر رہا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں اس ملک میں آزادی اور بے باکی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں ہندوستان کی اقتصادی بدحالی اور خوشحالی میں برابر کے شریک ہیں

جاوید دان تباہ کن کوششوں کے جو صرف مذہب و دین کے نام پر ہندوستان میں اپنا جماعتی اقتدار قائم کرنے کے لئے ہو رہی ہیں مسلمان ایک مجاہد وطن بن کر زندگی کے میدان میں اپنے اعلیٰ کردار سے اپنے حقوق حاصل کرلے گا اب حالات کی تبدیلی خود مسلمانوں کے حق میں ہو رہی ہے۔

عطا اسلاف کا جوشِ جنوں کر　　　شریکِ زمرۂ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں　　　مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

بابِ سوم

ہندوستان کی داخلی سیاست

یہ الم ناک واقعہ

اعصابی غلامی کے بعد اگر انسان سماجی غلامی سے آزاد نہیں ہوتا تو اعصابی آزادی کسی کام کی نہیں۔ آزاد ممالک میں آزاد اقوام کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ ملک کے سماج کو ذہنی پستی سے نجات دلائے کسی سماج اور معاشرے کو خوفناک رسوم کے بند ھنوں سے آزاد کرانا۔ ملک اور قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے انبیا ء علیہم السلام نے دنیا میں اگر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ عوام کو غلط رسوم سے روکا۔ نبیوں کا پیغام معاشرہ اور سماج کے لئے انقلابی چیلنج ہوتا تھا۔ جن اقوام نے پیغمبروں، نبیوں، رسولوں کی بات سنی اور اپنی غلط اور تباہ کن رسوم سے توبہ کی تو ان اقوام نے قوموں کی رہنمائی کا حق ادا کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا والوں پر لا متناہی احسانات ہیں۔ انسان قوموں، فرقوں، نسلوں اور قبائل میں بٹا ہوا تھا حضور کی تعلیم سے ان زنجیروں سے آزاد ہوا۔ عرب جو بیٹیوں کے قاتل تھے بیٹیوں کے باپ بن گئے۔

قرآن مجید میں عورتوں کی عظمت پر سورۂ نساء موجود ہے جس میں ایک ایک کر کے عورت کے حقوق گنائے گئے ہیں عورتوں کے حقوق کو غصب کرنا بیٹیوں کو قتل کرنا سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام دنیا میں تین وجوہات سے پھیلا ہے۔ دسترخوان کی کشادگی اور ایک جگہ بیٹھ کر کھانا۔ زمین کی مساوی تقسیم۔ عورت کے حقوق کی نگہداشت اور معاشرہ کو عورت کی عظمت اور تقدیس کا حکم۔ عربوں کی طرح ہندوستان میں بھی کئی برادریاں موجود ہیں جو کہ آج بھی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیتی ہیں۔ لدھیانے

کے ایک صاحب سوامی وشسٹ تھے وہ راجستھان میں ۳۰ سال اس خدمت میں لگے رہے راجپوتوں کو تلقین کرتے تھے کہ بیٹیوں کو قتل نہ کرو۔ سوامی جی نے سنہ۶ء میں پنڈت جواہرلال نہرو کو ایک خط لکھا کہ میں راجستھان میں ۴۰ برس سے یہ تبلیغ کر رہا ہوں کہ :۔

"لوگو! اپنی نوزائیدہ بچیوں کو قتل نہ کرو" لیکن مجھے اس کام میں کامیابی نہیں ہوئی۔ لوگ برابر یہ جرم کرتے ہیں اور اس جرم کو اپنی عزت اور اپنی تمکنت خیال کرتے ہیں۔ سوامی جی نے اپنے اس خط کی ایک نقل مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو ارسال کی تھی جو مولانا مرحوم نے خود پنڈت جی کو دی۔ ہندو سماج میں شادی بیاہ کے معاملہ میں دن بدن سماجی رسوم بجائے ختم ہونے کے بڑھتی ہی جارہی ہیں یہ کس قدر تکلیف دہ واقعات ہیں کہ۔ اگر ماں باپ کے ہاں لڑکی بیمار ہو جائے تو اس کا علاج نہیں کرایا جاتا۔ گویا ماں باپ لڑکی سے اور ساس سسر بہو سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں ہندو سماج میں ماں باپ تو یہ کہتے ہیں کہ لڑکیاں ان کے لئے زندہ لاشیں ہیں جس ہندو خاندان میں لڑکیاں زیادہ ہوگئیں گویا وہ خاندان زندہ درگور ہو گیا۔ لڑکا روکنے کے لئے دس سے پچاس ہزار تک کی رقم چاہیئے اب جس ہندو خاندان میں آمدنی کا دارومدار صرف تنخواہ پر ہے وہ کسی طرح بھی پانچ سو سے زیادہ نہیں، تو وہ غریب کیا کرے۔ اگر لڑکی بیمار ہو جائے تو یقیناً اس کی یہی خواہش ہوگی کہ اگر لڑکی کسی بیماری میں پرلوک سدھار جائے تو بہتر ہے یہ غریب کہاں سے لڑکیوں کی شادی کرے۔ دس ہزار کا لڑکا روکے اور اس کے بعد دس ہزار کا جہیز دے تب جا کر لڑکی کے ہاتھ پیلے کرے

ہندو سماج میں لڑکیوں پر خوف و لرزہ طاری رہتا ہے کہ خدا جانے ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے ماں باپ کی غربت لڑکیوں کے چہروں سے خوشی و مسرت

ئی تمام کیفیت چھین لیتی ہے۔ یہ لڑکیاں اپنے آپ کو بے کس و مجبور خیال کرتی ہیں ان کی جوانی انہیں سانپ بنکر ڈس لیتی ہے۔ قدم قدم پر گریہ وزاری ہند وسماج کی لڑکیوں کی صحت برباد کر دیتی ہے یہ مسائل صرف دیہات تک محدود نہیں ہیں شہری لڑکیاں سب سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے رہنماؤں کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ لاکھوں معصوم جوانیاں روزانہ دریاؤں میں کود کر یا خاموشی سے زہر کھا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ بقول ایک پولیس انسپکٹر کے ہندو سماج میں لڑکیوں کی موت کی وجہ معلوم کرنا ناممکن ہے

آزاد ہندوستان میں جو کام سب سے پہلے کرنا چاہئے تھا وہ کام ہی آج تک نہ ہوا جس ملک میں لڑکیوں کی مظلومیت کی داستان داستانِ پارینہ بن کر رہ گئی ہو وہاں ملک کی ترقی کس کام کی مشینوں کی ترقی سے اعصاب کو آسودگی تو حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس سائنسی دور نے احساس مروت کو کچل دیا ہے انسان ایک مشین کی طرح کام کرتا ہے انسانیت کے ناطے اب کوئی بات سنائی نہیں دیتی اور جب کبھی انسانیت چیخنے لگتی ہے تو اخبارات دو آنسو بہا کر خاموش ہو جاتے ہیں

گذشتہ ہفتہ دو بدراسی بہنوں نے اپنے کمرہ میں خودکشی کر کے خود کو اس لئے ختم کر دیا کہ ان کے غریب ماں باپ کے پاس ان کے بیاہ شادی کے لئے روپیہ نہیں تھا۔ لڑکیوں کے بدراسی ماں باپ کے پاس لڑکا ردکنے کو روپیہ نہ تھا اور نہ ہی جہیز دینے کے لئے مال و دولت کے انبار تھے یہ لڑکیاں تعلیمیافتہ تھیں وہ کالج کی چار دیواری میں زندگی گذار چکی تھیں جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی کہ اُن کے ماں باپ کسی طرح بھی ان کی شادی نہیں کر سکتے تو ان لڑکیوں نے اپنے آپ کو ختم کر لیا۔

یہ الم ناک واقعہ نئی دہلی میں گذشتہ ہفتہ ہوا ہے لبس اخبارات میں خبر

آئی اور ختم ہوگئی۔ اس پر نہ تو کوئی مظاہرہ ہوا اور نہ کسی نے بھوک ہڑتال کی نہ کسی نے "لڑکا بند" کی تحریک چلائی نہ ہی سماج اور سوسائٹی نے کوئی احتجاج کیا نہ کسی وزیر کا بیان چھپا نہ اپوزیشن پارٹیوں نے واویلا مچایا۔ اس واقعہ کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس حمام میں سارا سماج ننگا ہے۔ سماج کے اس ظلم میں کوئی نہیں بولتا اعلیٰ سطح پر ان لڑکیوں کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کوئی کمیشن قائم نہیں ہوتا یہ صورت حال ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے لئے نہایت مکروہ صورت حال ہے۔

اب جبکہ اندرا جی سربراہ حکومت ہیں کم سے کم عورت ہونے کے ناطے وہ ہندو سماج کی ... ان مجبور و معذور لڑکیوں کو اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ جہیز اور لڑکا روکنے کی رسم کو عوامی تحریک اور سخت گیر قانون کے ذریعہ ختم کیا جانا چاہیئے اگر اس طرف توجہ نہ دی گئی تو تعلیم یافتہ لڑکیاں یا تو کرپشن کا شکار ہو جائیں گی یا مذہبی تقدیس کو چھوڑ کر کمیونزم کی راہ پر گامزن ہوں گی۔

مذہبی دنیا کے لئے لڑکیوں کی یہ خودکشی ایک چیلنج ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں.. مذہب کی کمیونزم سے ٹکر ہوگی اور اگر مذہب والوں کے یہی لیل و نہار رہے تو مذہب سے کمیونزم بازی لے جائے گا اور ہندوستانی سماج کا موجودہ ڈھانچہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

ہمارا قومی مزاج

ہندوستان میں اگر نسلوں اور فرقوں کا اندازہ لگایا جائے تو ذات پات کی حد بندیوں میں سینکڑوں چھوٹے بڑے گروہ نظر آئیں گے یہ گروہ اور قبیلے اپنے پیشے اور ذہنی رجحان کے اعتبار سے بھی جدا جدا ہیں نسل اور ذات پات کے تقاضے بھی علیحدہ علیحدہ ہیں ہندوستان میں جو طبقے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں ان کا مذہب یا کلچر خواہ کچھ ہو. لیکن ان لوگوں کی خواہشات ایک سی ہیں. ملازمین کا اعلیٰ طبقہ تو اس جد وجہد میں مصروف ہے کہ اسے زندگی میں محلوں کا آرام میسر ہو. موٹریں ہوں عالیشان کوٹھیاں ہوں صاحب کی زندگی ہو جہاں دل کھولکر دن رات دادِ عیش دیجائے اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو کہ صاحب کی زندگی بسر کرنے والوں کے پاس روپیہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

ہندوستان کے امراء کا یہ حال ہے کہ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے پر تُلے ہوئے ہیں ہزاروں اور لاکھوں روپے کی کرنسی گھروں میں چھپاتے ہیں۔ تجوریوں میں بند کرتے ہیں بار بار گنتی کرتے ہیں کہ سنہ ۱ء سے نے کر سنہ ۶۶ء تک کتنے نوٹ تجوری جمع ہو چکے ہیں ان لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ ان کے اس عمل سے ملک میں افلاس اور بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ غریب عوام بھوکے مر رہے ہیں حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے

متوسط درجہ کے لوگوں اور عوام کا یہ حال ہے کہ بات بات پر ملک

میں تحریکیں چلائی جارہی ہیں، اور ہر برائی کے لئے حکومت کو ذمہ دار قرار دیا جارہا ہے تانگہ والے کو سواری نہیں ملتی تو بھی حکومت کا قصور ہے بچہ اگر اسکول پڑھنے نہیں جاتا تو یہ بھی حکومت کی نا اہلی ہے اس بڑے ملک میں ایک کروڑ یونینیں ہوں گی۔ ہر یونین کا مطالبہ حکومت سے ہے کہ ہماری مانگیں پوری کرو۔ ورنہ ہم مارنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔

ہندوستان کی جمہوری زندگی میں عوام کے یہ جذبات لوگوں کی مزاجی کیفیت کی نشاندہی کرتے ہیں حکومت کا کام پالیسی بنانا ہے اور ملک کے تمام لوگوں کا کام اس پالیسی کو چلانا ہے لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر حکومت ملک کی بھلائی کی کوئی پالیسی چلانا چاہتی ہے تو اس پالیسی سے تعاون کرنے کی بجائے اس کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔ حکومت کو ۱۸ سال ہوگئے تاجروں سے اپیل کرتے ہوئے کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھیں۔ منڈی میں بلیک مارکیٹ سے جو بار بار بحرانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسے ختم کردیں تاجروں کا فرض ہے کہ بلیک مارکیٹ سے توبہ کریں چور بازاری سے باز آجائیں لیکن تاجروں کا مذہب یہ ہے کہ اگر بلیک سے روپیہ نہ کمایا تو کوڑھی ہو جائیں گے۔ روپیہ پر پیسے دو پیسے کا نفع تو باپ دادا کے وقتوں کی بات ہے جب لوگ قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن جب گھریلو عیاشی عروج پر ہو اور معیار زندگی میں لندن اور پیرس کو مات کیا جارہا ہو تو پھر کیوں نہ بلیک سے روپیہ کمایا جائے دفتروں میں بیٹھے ہوئے افسران کیا اور بابو لوگ کیا دن رات اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ دفتروں میں رشوت کے لئے چور دروازے کھولے جائیں تاکہ دست غیب کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ ان افسران کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ رشوت سے حکومت کا نظام بدنام ہوتا ہے اور عوام کا اعتبار حکومت سے

اُٹھ جاتا ہے۔ عوام کی اخلاقی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے ہندوستان میں ہر شخص کو ریڈیو چاہیئے۔ موٹر چاہیئے ایک بڑی کوٹھی چاہیئے گھروں میں ٹیلی ویژن کا انتظام ہونا چاہیئے اگر یہ سب کچھ کسی شخص کو دستیاب نہیں ہوتا تو وہ اپنی کوتاہیوں کو دیکھنے کی بجائے حکومت پر طعنہ زنی کرتا ہے اجی اس ملک میں رکھا ہی کیا ہے حکومت ہی نکمی ہے۔

سیاسی پارٹیوں کے پروپیگنڈے میں لوگوں کو سبز باغ دکھائے جاتے ہیں اور خوب پیٹ بھر کر جھوٹ بولا جاتا ہے کہ اگر حکومت ہمارے ہاتھ میں آگئی تو سب دکھ دلدر دور ہو جائیں گے۔ دیواریں چاندی کی اور چھتیں سونے کی بنوا دیں گے اور حقیقت حال یہ ہے کہ اب تک ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیوں میں سے ایک پارٹی بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ اپنے منھ کی مکھیاں اڑا سکے۔ چہ جائیکہ وہ پورے ملک کی حکومت سنبھال سکے کانگریس حکومت نے اپنے دور میں تین پانچسالہ پلان بنائے۔ اور ان کے تحت ملک کو ہزاروں کارخانے دیئے لاکھوں کاریگر پیدا کیئے کروڑوں آدمیوں کو روزگار سے لگایا لیکن اس پر بھی اپوزیشن پارٹیاں مطمئن نہیں ہیں۔

جمہوری ہندوستان میں آزادی تحریر و تقریر ہے اس سے عوام اور جماعتیں روزانہ فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ لیکن اس پر شکوہ یہی رہتا ہے کہ حکومت کی سخت گیری سے عوام کی آزادی چھن گئی ہے۔ اگر آزادی کے یہ معنیٰ ہیں کہ چور کو نہ پکڑا جائے کسی بدزبان کے منھ میں لگام نہ دیجائے کسی فحش گو کو نہ ٹوکا جائے۔ کسی غنڈے کو پکڑ کر سزا نہ دیجائے۔ ذات پات پر لڑائی ہو رہی ہے۔ ان کو روکا نہ جائے چھوت، چھات کی لعنت ہندوستان میں ہے اسے ختم نہ کیا جائے اور ہر برائی کی حوصلہ افزائی کی جائے تو جمہوری آزادی کا مفہوم ختم ہو کر انارکی پھیل جائیگی

حکومت اگران برائیوں پر قدغن لگاتی ہے تو ہر جمہوری حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے عوام کو مادر پدر آزاد نہ چھوڑے۔ انسان کی جبلت میں جو حیوانیت اور بہیمیت چھپی ہوتی ہے وہ انسان پر چھا جاتی ہے اور معاشرہ کا نظام بگڑ جاتا ہے یہیں سے وحشیانہ قبائلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہندوستان میں تنقید و تبصرہ اپنی جائز حدود سے بڑھ گیا ہے "فرد کے ذاتی نقائص اور بے راہ روی پر نظر رکھنا اور اس کی اصلاح کرنا، خود معاشرہ اور سماج کا فرض ہے۔ جو سماج اپنے افراد کو نیک چلن نہیں بناتا۔ وہ سماج کسی اچھی حکومت بنانے کے قابل نہیں ہوتا کیونکہ "فرد" سماج، اور معاشرے سے نکل کر ہی حکومت کے کاروبار چلاتا ہے، زندگی میں اچھائی اور برائی کی ذمہ داری حکومت پر نہیں ہوتی۔ بلکہ سماج اور معاشرے پر ہوتی ہے۔ دوسرے جمہوری ممالک میں "فرد" کی حیثیت بہت ہی باعظمت حیثیت ہوتی ہے۔ وہاں کا سماج اپنے افراد کی پوری طرح نگہبانی کرتی ہے کسی فرد کو ذلیل، اخلاق کی تعلیم نہیں دیتا۔ فرد کی آزادی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ فرد کی آزادی برائی کے ساتھ بھی تسلیم کر لی جائے سماج اور معاشرہ کے نیک خو، نیک چلن افراد یقیناً قابل عزت ہوتے ہیں "اشراف" کو افلاطون نے معاشرے کا بہترین "فرد" قرار دیا ہے۔ ہندوستان کے جمہوری دور میں کوشش کے باوجود کہ بہترین معاشرہ وجود میں نہیں آیا۔ صرف اقتدار کی دوڑ میں ہر جماعت اور فرد ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش میں ہے۔

خبر لیجئے دہن بگڑا

معاصر پرتاب کی خدمت میں ایک گذارش

معاصر "پرتاپ" کے فاضل اڈیٹر آجکل جذبات کی رو میں بہہ رہے ہیں تنقید و تبصرہ کے صحافی انداز کو نظر انداز فرما کر گالیوں پر اتر آئے ہیں کسی وزیر کی مخالفت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ لیکن اپنے مخالفین کو ننگی گالیاں دینا نہ صرف یہ کہ صحافت کو بدنام کرنا ہے بلکہ اپنے اخلاق کی پستی کا مظاہر کرنا ہے۔ پنجاب کے وزیروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :۔

"پنجاب کے وزراء بے غیرت اور بے شرم ہیں۔ ان وزراء کا یہ کہنا کہ کانگریس عوام کے لئے تڑپ رہی ہے۔ اور عوام کی بہبودی کے لئے بے قرار ہے میں پوچھتا ہوں کہ یہ اس بے قراری کا ثبوت ہے کہ پنجاب کو تقسیم کرا رہے ہیں کوئی اور دیش ہوتا تو ایسے وزیروں اور حاکموں کو چوراہے پر کھڑا کر کے کوڑے لگواتا۔"

یہ حسن تحریر نہیں، تمام تحریر صحافی ادب کے خلاف ہے، قبلہ یہی ایک ایسا ملک ہے جہاں آپ نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بیٹھ کر حکومت کو اور وزرا کو گالیاں دے سکتے ہیں جس دیش کی آپ کو تمنا ہے وہ کانگو اور گھانا ہے۔ اگر کبھی موجودہ طرز حکومت بدل کر وہ طرز حکومت ہندوستانیوں نے اپنایا جس طرزِ حکومت کے لئے معاصر پرتاپ بے قرار ہو رہا ہے، تو پھر معاصر پرتاپ کو یا باتیں لکھنے کی تمنا ہی رہ جائے گی۔ اس طرز حکومت میں جہاں وزیر کو سر عام کوڑے لگوائے جاتے ہیں وہاں اخبارات کا گلا پہلے ہی دبا دیا جاتا ہے

قلم کی معصومیت ختم ہو جاتی ہے اور قلم کی آمریت کا راج قائم ہو جاتا ہے ہزاروں قلموں کا جگر شق ہو جاتا ہے ان کی جگہ صرف ایک ہی قلم رہ جاتا ہے وہاں قسط وار لمبے مضامین نہیں لکھے جاتے ایسے ممالک میں تمام اخبارات حکمرانوں کے اشارۂ چشم و ابرو پر جان دیتے ہیں اور ہر سطر میں جی حضور، جی حضور کی گردان جاری رہتی ہے ایسی آمرانہ حکومت کو آواز دینا تو بہت آسان ہے لیکن اس کو برداشت کرنا بڑا مشکل کام ہے کوئی خوددار انسان ایسی حکومتوں میں رہنا پسند بھی نہیں کرتا۔ ہٹلر اور مسولینی کی حکومتوں کو سینکڑوں ادیبوں، شاعروں اور اخبار نویسوں نے خیرباد کہا تھا تو صرف اس لئے کہ جرمنی اور اٹلی میں زبان و خیال کی آزادی سلب کر لی گئی تھی یہ ٹھیک ہے کہ آپ بے تاب ہیں کہ یہاں "آمریت" آجائے جمہوریت اور سیکولر حکومت کا خاتمہ ہو جائے لیکن آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ "آمریت" میں آپ کے "بے باک قلم" کا کیا مقام ہوگا۔

اس بات میں کوئی خوبی اور بڑائی نہیں کہ اتنے بڑے ملک میں لوگوں کو تشدد پر ابھارا جائے اور بعض باتوں پر مشتعل ہو کر ہوش و خرد کی راہ چھوڑ دی جائے حکومت میں ہندوستان ہی کے لوگ وزیر ہیں اگر ان کی کوئی بات ناپسندیدہ ہے تو آپ رائے عامہ کو جمہوری طریقہ پر ان کے خلاف منظم کیجئے۔ تاکہ پانچ سال کے بعد بدلنے والی حکومت میں یہ وزیر ووٹ نہ لے سکیں۔

برطانیہ میں جب بھی الیکشن ہوتے ہیں وہاں بڑے بڑے وزیر الیکشن میں ہار جاتے ہیں خود آپ کے ملک میں اجیت پرشاد جین اور دوسرے کئی مرکزی اور صوبائی وزراء ہار چکے ہیں۔ عوام نے ان کو پسند نہیں کیا وہ میدان سیاست سے ہٹ گئے الفاظ کے ذخیرہ کو قسط وار تشدد کے لئے استعمال کرنا دانائی اور دانشمندی نہیں مسلسل لکھنے سے کوئی آدمی قابل نہیں ہو جاتا قابلیت اس میں ہے کہ اچھی بات

کہی جائے چاہے وہ دو ہی لفظوں میں ہو۔

محترم مدیر کی قابلیت اپنی جگہ ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک ادیب اور صحافی باپ کے بیٹے ہیں لیکن صحافت کے کسی باب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ذہن وذہن کی تمام گندگیاں صفحۂ قرطاس پر بکھیر دی جائیں ایک ایسے ادیب کے قلم سے بے ادبی کے الفاظ پڑھ کر دکھ ہوتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ آپکا جذبۂ حب وطن بہت بلند ہے لیکن دوسروں کا جذبۂ حب وطن آپ سے کم نہیں ہے ہندوستان کے وزرا جن کو آپ گالیوں سے نواز رہے ہیں، وہ لوگ ہیں جو ملک کے لئے جیل کی تنگ وتاریک کوٹھریوں میں سڑ رہے ہیں اسوقت آپکا اخبار لاہور میں قلم کے تیر چلایا کرتا تھا۔

چہ دلاور است دزدے
کہ بہ کف چراغ دارد

غفلت کی افسوسناک روش

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

ایک اچھی جمہوریت کے انتظامی اراکین کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے محکمہ کی پوری نگرانی کریں اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیں جس سے عوام کو نقصان اٹھانا پڑے اور حکومت بدنام ہو لیکن ہندوستان کے انتظامی کارکنوں کی غفلت روز بروز بڑھ رہی ہے کسی بھی محکمہ کا جائزہ لیجئے کارکن اپنے فرائض کی ادائیگی میں وہ چستی اور تیزی نہیں دکھاتے جس سے حکومت کی نیک نامیوں میں اضافہ ہو۔ بلکہ عام دفتروں میں دیکھا گیا ہے افسران اپنے محکمہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کی بجائے کاروں میں گھومتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے افسوناک واقعات اور حادثات پیش آجاتے ہیں جن کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔

ریلوے کے محکمہ کا تعلق براہ راست عوام کی زندگی سے ہے۔ ہر سال ریلوے کو کروڑوں روپے کا نفع ہوتا ہے ریلوے کا بجٹ ہندوستان کے بجٹ کا چوتھا حصہ ہے لیکن اس محکمہ کی غفلت کا یہ حال ہے کہ تین ماہ میں ایک نہ ایک ریل حادثہ سے لوگوں کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ریل کے حادثوں میں سینکڑوں جانوں کا اتلاف ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور دوستوں سے ملنے کے لئے ہزاروں امیدوں اور تمناؤں کو لیکر ریل میں سوار ہوئے تھے اچانک حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں سینکڑوں عورتیں آن واحد میں بیوہ ہو جاتی ہیں مائیں اپنی بیٹیوں کو روتی ہیں۔

ہیں۔ کہیں شوہر اور خاوند اپنی وفاشعار بیویوں کو روتے ہیں۔

ریلوے کے جانی نقصان پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے اسی مہینے کے پہلے ہفتہ میں بمبئی میں ریل گاڑیوں کی المناک ٹکر کا حادثہ پیش آیا جس پر سارے ہندوستان میں آنسو بہائے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ریلوے حکام کی آنکھ سے ایک بوند بھی نہیں ٹپکی ہوگی۔ وہ غفلت سے میٹھی نیند سوتے رہے اور دوسرا حادثہ اجمیر کے پاس لارک پور ریلوے اسٹیشن پر ہوا ریلوے کے پریس نوٹ میں حادثہ کی تفصیلات میں بتایا گیا ہے کہ:۔

"اجمیر کے نزدیک ریلوں کے تصادم کے نتیجہ میں ۱۵۔ افراد ہلاک ہوئے اور ۹۵ افراد زخمی ہوئے ان میں سے ۱۳۵ افراد شدید زخمی ہیں اور تصادم کے نتیجہ میں احمد آباد دہلی ایکسپریس کا انجن، پارسل کا ڈبہ اور مال کا انجن بریک ڈبہ اور سات دیگر پٹری سے اتر کر زمین میں دھنس گئے۔"

وزیر ریلوے مسٹر پاٹل کے بیان کے مطابق بمبئی کا اور اجمیر کا یہ حادثہ سگنل کی خرابی اور لائن بدلنے کی قینچیوں میں خرابی کیوجہ سے یہ حادثات ہوئے ہیں۔ ریلوں میں لائنوں اور گاڑیوں کا ہر وقت سروے ہوتا رہتا ہے ایک ایک ڈبے کے بریک کو ٹھوک بجا کر دیکھا جاتا ہے۔ لائن مین اور گارڈ کا ایگزامنر جب تک یہ تسلی نہ کرلے کہ گاڑی کے بریک ٹھیک ہیں وہ ٹرین کو جانے کی اجازت نہیں دیتا اسی طرح سگنل کے چیکنگ کا معاملہ ہے۔

قاعدہ کے مطابق ریلوے افسران کا فرض ہے کہ وہ ریلوے سگنل کو چیک کرتے رہیں۔ اور ریلوے کی چھوٹی ٹرالیوں میں بیٹھ کر ریلوے پٹری کی قینچیوں کا معائنہ کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دیکھ بھال اور نگرانی میں کمی آگئی ہے اور جس کے نتائج المناک حادثوں کی صورت میں ہمارے سامنے آئے ہیں۔"

یہ کہنا کہ قینچیوں اور سگنلوں کا طریقہ کار غلط ہے یا پرانا ہے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے، یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں، رونا تو اس بات کا ہے کہ حکومت کے انتظامی کارکن دفتروں میں بیٹھے یا تو غپیں لگانے میں مصروف ہوتے ہیں یا دفتر میں دیر سے آتے ہیں حکیمانہ طور پر جتنی مرتبہ بھی اعلیٰ افسروں نے اپنے دفتروں کا معائنہ کیا اور اچانک دفتروں میں جا کر چیکنگ کی تو ۵۰ فیصدی اسٹاف کو غائب پایا۔ دانستہ یا نادانستہ دفتروں کی یہ روش حکومت کو بدنام کرنے اور کام کو خراب کرنے کے لئے ہے

یہ ایک خالص میکنکل مسئلہ ہے کہ سگنل کی خرابی دور کرنے کے لئے ریلوے انجینیروں کی کانفرنس میں غور کیا جائیگا یہ غور و فکر کی کانفرنس کوئی کام نہ دے سکیں گی جب تک ریلوے کے بڑے افسران سے لے کر معمولی کارکنان تک پوری طرح خبرگیری اور نگرانی نہ کریں گے۔ بہتر سے بہتر تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی تو کارکنان کو ذمہ داری کا احساس ہونا ضروری ہے جہاں ذمہ داری کا احساس یہ ہے کہ بمبئی کے ریلوے حادثہ کے بعد سگنلوں کو نہیں دیکھا گیا، قینچیوں کی دیکھ بھال نہیں کی گئی۔ ہندوستان کی تمام آہنی پٹریوں کا سروے شروع نہیں ہوا ریلوے منسٹر کے استعفا کی پیش کش کے باوجود ریلوے حکام اور انجنیروں پر غفلت طاری رہی تو اس پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ ریلوے انجنیروں کے فیصلے اور تجاویز پر فوری عمل ہوگا۔

ریلوے کے حکام کو سمجھنا چاہیئے کہ ریلوے حادثات کچھ قدرت کی سزا کہہ کر وہ اپنی غفلت کے جرم سے بری نہیں ہو سکتے اور ان کا کوئی عذر اس معاملہ میں عذر لنگ ہی ہوگا۔

ہماری رائے میں حکومت ہند جب تک دفتروں کی سست کارکردگی کا سختی

سے نوٹس نہیں لے گی اس وقت تک دفتر کے کاموں میں جو تنظیم اور تال میل ہونا چاہیئے، وہ نہ پیدا ہو گا۔ حکومت کے کاروبار کو چلانے کے لئے ذمہ داری کا احساس، ہونا چاہیئے۔ جو لوگ آئے دن حکومت کے سامنے اپنے مطالبات لے کر چلے آتے ہیں اور ہڑتالوں کا زور بندھا رہتا ہے وہ دفتروں کے لوگ تمام دن یونین بازی کے چکر میں رہتے ہیں جہاں کام کی رفتار یقیناً سست ہو گی اور کارکنوں سے ذمہ داری کا احساس جاتا رہے گا۔ ریلوے ملازمین کی بہبودی اور ترقی کے لئے آئے دن حکومت کی طرف سے اعلانات ہوتے رہتے ہیں لیکن ریلوے کے حکام اور ملازمین دن رات لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ مرنے والوں کی جانوں کا معاوضہ دینے سے ریلوے کے حادثات کا مسئلہ حل نہ ہو گا۔ مسٹر پاٹل کو چاہیئے کہ وہ ایڈمنسٹریشن کو ٹھیک کرنے کے لئے کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے کارکنان میں ذمہ داری کا احساس جاگ اٹھے۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے

زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

جامع مسجد دہلی کے حسین ماحول

کے لئے نامناسب اقدامات

دنیا کے تمام مذہبی ممالک میں عبادت گاہوں کی عظمت اور خوبصورتی ایک مسلمہ امر ہے۔ عبادت گاہوں میں فرائض کی ادائیگی کے علاوہ عقیدت کے گہرے عوامی جذبات کا اظہار شب و روز ہوتا رہتا ہے ایشیائی اقوام میں فراعنہ مصر کی تعمیری کاوشوں کے بعد مسلمان بادشاہوں نے فن تعمیر میں ایک ایسی مثال قائم کردی ہے جو آج بھی تعمیری نقشہ نویسیوں کی رہنمائی کرتی ہے "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کا ترانہ ہندوستان کو دے کر جب اقبال قرطبہ کی جامع مسجد میں پہونچے تو وہاں کے فن تعمیر کو دیکھ کر فوراً پکار اٹھے۔ دلی کی جامع مسجد کو یاد کرتے ہوئے انھوں نے کہا ؎

سواد رومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے
وہی عظمت وہی ہیبت وہی شان دل آویزی

مسلمان بادشاہوں نے ماضی میں جہاں تاج محل اور فتحپوری سیکری کی عمارتیں چھوڑی ہیں وہاں شاہجہاں نے "جامع مسجد دہلی" جیسی شاندار عمارت فن تعمیر کی تاریخ میں ایک زندہ جاوید نمونہ چھوڑا بقول شاعر ؎

تیرا جمال و جلال مرد خدا کی دلیل　　وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

بدقسمتی سے ہندوستان میں ۱۹۴۷ء کے بعد اللہ کا یہ جلیل و جمیل گھر ایسے بے گھر مسلمانوں سے گھر گیا جن کے لئے روزی کمانے کی کوئی دوسری جگہ دلی کی زمین پر نہ تھی۔ ان دکانداروں

میں زیادہ تر کباڑیوں کی دکانیں ہیں۔ اور ان میں کھاٹ بنانے والوں اور دہی بڑے بیچنے والوں کی دکانیں بھی ہیں ۱۴؍۲؍جون کی شب کو کارپوریشن دلی اور ماسٹر پلان کے حکام نے ایک ہزار دکانوں کو اسپیشل پولیس کی مدد سے اجاڑ دیا۔

حکومت کا یہ اولین فرض تھا کہ وہ جامع مسجد کے علاقہ کو حسین و خوبصورت بنائے اور یہ فرض آج سے ۱۷ سال پہلے ادا ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے ساتھ حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ ڈاکٹر لاجپت مارکیٹ کے نمونہ پر اردو پارک، یا مولانا آزاد کے مزار سے لے کر شاہ کلیم اللہ رح کے مزار تک، ایک انڈر گراونڈ مارکیٹ بنا کر ان بے سروسامان دکانداروں کو اپنی روزی کمانے کا موقع اس طرح مہیا کرے جس طرح ترک وطن کر کے آنے والوں کو دلی میں مہیا کیا گیا ہے

جہاں تک جامع مسجد کے گرد و پیش کو حسین بنانے کا فرض حکومت پر ہے وہاں ہماری جمہوری حکومت پر بے روزگاروں کو روزگار دلانے کا فرض بھی عائد ہوتا ہے ہندوستان کے پانچ سالہ منصوبوں کا پہلا نشانہ یہ ہوتا ہے کہ کتنے کروڑ لوگوں کو روزگار ملے گا۔ اگر ملک میں لوگ روزگار سے لگ جاتے ہیں تو ملک کا امن و سکون بحال رہتا ہے ورنہ بے روزگاری سے جو برائیاں سماج میں سر اٹھاتی ہیں ان کا تدارک بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ بے کار اور بے روزگار لوگوں کے سامنے سوائے چوری ڈاکہ اور رہزنی کے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ یا پھر شریف آدمی بے روزگاری سے تنگ آکر خودکشی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کی راجدھانی میں ایک مناسب کام کے لئے حکام نے جو نامناسب اقدامات کئے ہیں ان کی طرف حکومت کے اعلیٰ حکام کو فوری غور کرنا چاہیئے۔ اور یہی وہ موقعہ ہے کہ وزیر مالیات کھنہ صاحب خود ذاتی طور پر مداخلت کریں۔ آخر جب لال قلعہ کے سامنے لاجپت رائے مارکیٹ تعمیر ہو سکتی ہے اور اس کا نقشہ بن سکتا ہے تو جامع مسجد کے ان ایک ہزار دکانداروں کے لئے کوئی مناسب

متبادل جگہ کیوں مہیا نہیں ہو سکتی۔

لندن اور ٹوکیو دو بڑے شہروں میں ان شہروں میں نیچے ایک دنیا آباد ہے۔ انڈر گراونڈ مارکیٹیں کثرت سے ٹوکیو میں ہیں۔ لندن میں سلسلۂ ریل و رسائل کا انتظام زیر زمین ہے ایک اندازہ کے مطابق دہلی میں گذشتہ ۱۸ سال میں تارکین وطن کے مکانوں اور دکانوں پر دو ارب روپے حکومت خرچ کر چکی ہے اس خرچ میں اگر دس بیس کروڑ روپے کا اضافہ کر کے جامع مسجد کے قرب و جوار میں ایک مارکیٹ تعمیر کر دی جائے تو دس ہزار افراد کی روزی کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر یہ حکام جو دفتروں میں بیٹھ کر بال کی کھال اتارتے ہیں اور دفتروں میں ان کے پاس کوئی آ جائے تو اس کی شکل کی کمزوریوں اور خوبیوں کو اس طرح بیان کریں گے گویا ان سے زیادہ فرض شناس کوئی دوسرا اہل کار نہیں ہے آخر وہ اس معاملہ میں کیوں سوتے رہے موقع پر کوئی تجویز پیش نہیں کی سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب دہلی کے گرد و پیش کو حسین و دلکش بنانے کے لئے ایک ارب روپے کا پلان بن رہا تھا اس وقت محکمۂ تعمیرات کے افسران کیا سو رہے تھے کہ جو لوگ جامع مسجد کے گرد و پیش کام کر رہے ہیں ان کے کاروبار کا کیا بنے گا۔ جامع مسجد کے ایک ہزار دکانداروں کے ساتھ دس ہزار انسانوں کی روزی وابستہ ہے؛ دس پانچ ہزار افراد آخر کہاں سے شکم پری کریں گے۔ یہ کہنا کہ ان دکانداروں کو یہاں سے کوسوں دور جگہ دے دی جائے گی۔ تو معاف کیجئے کہ یہ کوئی مسئلہ کا حل نہیں ہے اس تجویز سے ان تمام دکانداروں کی روزی کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اس سلسلہ میں کباڑی فیڈریشن نے جس انداز پر اشتہارات شائع کئے ہیں اور جو زبان ان اشتہارات میں استعمال کی گئی ہے۔ وہ کاروباری زبان ہے۔ حکومت سے اپنے جائز مطالبات کا مانگنا عیب نہیں ہے لیکن گالیاں دے کر مطالبات منوانا

کوئی اچھا طریقہ کار نہیں ہے معلوم نہیں دہلی کے کانگریسی ورکر کہاں سوے ہوئے
دہلی کانگرس کو پہلے ہی قدم پر چاہیے تھا کہ اس مسئلہ کو ہاتھ میں لیکر حکام اور عوام
کو کسی متبادل تجویز پر رضا مند کر لیتی۔

کانگرس کی مخالفت پارٹیاں خاص کر جن سنگھ محض الیکشن میں مسلمانوں کے
ووٹ حاصل کرنے کے لئے اس موقع پر عوام کو مشتعل کر رہی ہے دہلی کے سوتنتر پارٹی
کے لوگ اور سر کھرے آزاد لیڈران آج ان غریب دکانداروں کے سرپرست بن گئے ہیں
دہلی کانگرس کے رہنما ہیں کہ ابھی غور و فکر ہی میں متبلا ہیں یہ میدان سیاست
ہے جو ذرا بھی چوکا اسے میدان خالی کرنا پڑتا ہے۔ بقول غالب

یہ بزم مے ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی۔ جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

ہماری یہ رائے ہے کہ اگر میسور کانگریس ایک مسئلہ کو ہاتھ میں لے کر خود اپنی
حکومت کے خلاف ایجی ٹیشن کر سکتی ہے تو آخر دہلی کانگریس کے رہنما جامع مسجد کے
دوکان داروں کے مسئلہ کو ہاتھ میں لے کر کیوں نہیں سلجھا سکتے۔؟

ہدف سے بیگانہ تیر جسکا
نظر نہیں اس کی عارفانہ

کارپوریشن کا ایک اسکول

جہاں معصوم بچیوں کا دم گھٹ رہا ہے

کارپوریشن کے عام اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کا کیا حال ہے جو ہوا سے محروم رہتے ہیں کارپورشن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ شہری صفائی اور ستھرائی میں پوری جدوجہد کرتی ہے گلی قاسم جان میں بچیوں کا ایک اسکول ہے اس اسکول کی ہر کلاس میں پچاس پچاس بچیاں داخل کی گئی ہیں یہ معصوم جانیں گھر سے اسکول پڑھنے کے لئے آتی ہیں لیکن اسکول آکر ان کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکول میں نہیں آئی ہیں بلکہ وہ بلیک ہول میں بند کردی گئیں ہیں۔

گرمی کی اس شدت میں جبکہ بجلی کے پنکھوں کے بغیر کہیں بھی گزر نہیں ہے ان بچیوں کو ہوا سے محروم کر دیا گیا ہے کارپوریشن کے محکمۂ تعلیم کا اولین فرض ہے کہ وہ اسکولوں میں ہوا اور پانی کا انتظام کرے لیکن گلی قاسم جان کے اسکول کو کوئی آکر دیکھتا بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یار لوگ دفتروں میں ٹھنڈے کمروں میں بیٹھ کر گپیں لڑاتے ہیں اور افسران آئے بھی اور بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے بس دفتر کا کام ہو گیا۔ چند مثلوں پر دستخط کرنا گویا ایک افسر کا بڑا کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔

جب تک کسی بچی کے مرنے کی خبر ان تک نہ پہونچے گی محکمہ تعلیم بیدار نہ ہو گا خیال فرمایئے جس اسکول میں ایک کمرہ جہاں زیادہ سے زیادہ ۲۰ بچوں کی جگہ ہو وہاں پچاس بچوں کو بٹھا دیا جائے اس پر وہاں ہوا کا انتظام بھی نہ ہو تو اسکول میں

پڑھائی کیا خاک ہوگی۔

استانیاں مجبور ہیں کہ وہ کلاس کا کمرہ چھوڑ کر باہر آجائیں دہلی میں آجکل جس شدت کی گرمی پڑ رہی ہے وہ ہوا کی سہولت کے باوجود ناقابل برداشت ہے پھر جس جگہ ہوا نہ بالکل ہی نہ ہو وہاں کیا حال ہوگا کارپوریشن کا محکمۂ تعلیم معلوم نہیں آجکل کون سے پانچ سالہ منصوبے کا پلان بنا رہا ہے کہ محکمۂ تعلیم کے افسران کو اسکولوں میں جانے کی فرصت ہی نہیں ہے۔

بچے قوم کی امانت ہیں۔ یہی بڑے ہو کر ملک کی باگ ڈور سنبھالیں گے جن کے ساتھ ہمارا محکمۂ تعلیم یہ سلوک کر رہا ہے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ ماسٹر پلان کے تحت تین گھنٹے میں جامع مسجد کے ایک ہزار دکانداروں کو تباہ و برباد تو کیا جا سکتا ہے۔ ہر روز دہلی کی سڑکوں سے ریڑھی اور خوانچہ والوں کے سامان کو برباد کیا جا سکتا ہے نہ بازاری میں ایک ایک خوردہ فروش سے ٹیکس یا رشوت وصول کی جا سکتی ہے استاد اور استانیوں کے تبادلوں میں بڑی دلچسپی دکھائی جاتی ہے فرنیچر کی خرید و فروخت کے بل بڑی تیزی سے بنائے جاتے ہیں۔ ہاؤس ٹیکس اور واٹر ٹیکس کے انسپکٹر روز گھروں پر کھڑے رہتے ہیں تاکہ دست غیب کی آمدنی میں اضافہ ہو حلوائیوں کے ہاں ماہانہ وظائف کی رقم جمع ہونے کے بعد تقسیم ہوتی ہے اشیا میں ملاوٹ کرنے والوں کے جرائم شہری اور روپیلی آمدنی میں آکر پگھل جاتے ہیں۔ یہ سب کام چل رہا ہے لیکن اگر کسی کام کو دیکھنے کی فرصت نہیں ہے تو وہ اسکول میں جا کر نہیں دیکھا جا سکتا کہ بچے کس مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔

جس اسکول کے بارے میں ہم لکھ رہے ہیں وہ گلی اجمل خاں میں واقع ہے اس کا حال یہ ہے کہ اگر دو چار دن یہی حال رہا تو وہاں ہیضہ پھیل جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ ایک تو پنکھا نہیں دوسرے جگہ اتنی تنگ کہ بچیاں میزوں کے نیچے بیٹھنے پر

مجبور ہیں۔ اور کچھ بچیاں دھوپ میں بیٹھی رہتی ہیں۔ بچوں کے والدین بھی اس معاملہ میں نہایت بے حس معلوم ہوتے ہیں والدین کو چاہیئے کہ جب تک اسکول میں ہوا کا انتظام نہ ہو اور سیلنگ فین نہ لگائے جائیں اس وقت تک وہ بچوں کو اسکول نہ بھیجیں۔

اس ضمن میں ہم حکیم محمد شریف صاحب میونسپل کمشنر کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ آخر آپ کے علاقہ میں محکمۂ تعلیم کا یہ ظلم و ستم کب تک جاری رہیگا آپ کب اس کی طرف توجہ دلائیں گے یہ علاقہ دلی کا دل ہے اس مٹی سے میرؔ اور غالبؔ نے جنم لیا یہاں ذوقؔ اور مومنؔ پیدا ہوئے۔ ان ہی گلیوں میں سراج الدین سائلؔ پیدا ہوئے یہاں پر ہی آپ کے آباء و اجداد نے خدمتِ خلق میں ایک مثال قائم کی۔

آج اسی علاقہ کی یتیمی کا یہ حال ہے کہ اسکول میں بچیوں کا دم گھٹ رہا ہے لیکن کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم

کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

(نوٹ) اس اداریے کے بعد حکیم شریف صاحب نے اسکول کی طرف فوری توجہ فرمائی اور اسکول میں ہوا کا انتظام ہوگیا۔

ہندوستان کے رائے دہندگان کا فرض

آنے والے الیکشن میں ہندوستان کے بیس بائیس کروڑ ووٹر الکشن میں اپنی رائے کا اظہار کریں گے کہ انھیں ملک میں کون سی پارٹی کی حکومت منظور ہے اور کونسی پارٹی نا منظور۔ آئندہ الیکشن کے لئے اس بار دس پندرہ پارٹیاں میدان میں آگئی ہیں ان پارٹیوں میں سے کس پارٹی کا اثر بھی ملک گیر اثر نہیں ہے کوئی پارٹی ایسی نہیں جسے ہندوستان کے ہر ضلع میں اثر و رسوخ حاصل ہو۔ اپوزیشن پارٹیوں کا حال یہ ہے کہ وہ پورے ملک میں امیدوار بھی کھڑے نہیں کر سکتی ہے اس کے باوجود کانگریس کو یہ سمجھ لینا کہ اسے کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہایت ہی غلط انداز فکر ہے۔

بڑی ہی ناسمجھی کی بات ہے اپوزیشن پارٹیاں کانگریس کی پالیسیوں پر بھرپور حملے کر رہی ہیں پروپیگنڈے کے جو ذرائع بھی ان پارٹیوں کے پاس ہیں ان سے کام لیا جا رہا ہے

کانگریس حکومت کے پانچ سالہ منصوبہ پر کڑی تنقید ہو رہی ہے پاکستان کے بارے میں حکومت کی پالیسی کو ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے روپے کی قیمت کی کمی کو اپنے طریقہ پر سمجھایا جا رہا ہے۔ گویا کانگریسی حکومت نے اتنا بڑا جرم کیا ہے جس کی سزا صرف یہی ہو سکتی ہے کہ آئندہ الیکشن میں کانگریس کو حکومت کرنے سے محروم کر دیا جائے

ہندوستان کے رائے دہندگان اگرچہ زیادہ تر نا تعلیم یافتہ ہیں لیکن گذشتہ تین الیکشنوں میں ووٹ کی قدر و قیمت اور افادیت کو خوب سمجھنے لگے ہیں۔ اب ووٹر ووٹ کے سلسلہ میں جاہل نہیں رہے کانگریس حکومت اس بارے میں مبارکباد کی مستحق

ہے کہ تیرہ الیکشنوں میں کانگریس نے آزادیٔ رائے کی کھلی اجازت دے کر رائے دہندگان کو جمہوری حکومت کے بنانے اور توڑنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھا دیا۔

"کانگریس" یا کانگریس حکومت اس سے زیادہ ملک کی اور کیا خدمت کر سکتی تھی کہ ووٹروں کو جمہوری زندگی کے بارے میں تعلیم یافتہ بنا دیا۔ ایشیا کے دوسرے ممالک جو ہندوستان کے ساتھ آزاد ہوئے تھے ان کی طرف دیکھئے وہاں آئے دن انقلابات ہوتے رہتے ہیں وہاں کے رائے دہندگان کی کوئی پوزیشن نہیں۔ عوام سے کوئی نہیں پوچھتا کہ آخر تم کون سے نظام حکومت کو پسند کرتے ہو اور کونسے طرز حکومت کو ناپسند کرتے ہو ایشیائی ممالک کا حال تو یہ ہے کہ جس کی لاٹھی اسکی بھینس۔ ایشیائی اور افریقی ممالک میں جو برسر اقتدار ہے اس کی زبان قانون ہے جمہوریت اور طرز حکومت کا مطلب وہی ہے جو صاحب اقتدار لوگ بیان کریں۔ عوام کی زندگیوں سے کھیلا جا رہا ہے اس حقیقت حال سے تمام دنیا واقف ہے

ہندوستان میں جمہوریت کا حال یہ ہے کہ یہاں حکومت عوام کی چشم و ابرو کے اشارے پر چلتی ہے۔ یہاں ایک ووٹر کی قدر و قیمت ہے کہ حکومت کو کوئی پالیسی یا قانون بناتے وقت سو بار سوچنا پڑتا ہے کہ اگر عوام نے اسے پسند نہ کیا تو قانون" کو واپس لینا پڑے گا اور آزاد ہندوستان میں یہ بات کئی مرتبہ ہو چکی ہے کہ عوامی رائے کے دباؤ پر حکومت کو بعض قوانین کو واپس لینا پڑا ملک میں اپوزیشن پارٹیوں کا ایک باعزت مقام ہے یہاں کسی پارٹی کے لیڈر کے زبان و بیان پر کوئی قدغن نہیں ہے الیکشن جیتنے کے لئے کسی قسم کا خوف نہیں پھیلایا جاتا۔

برطانیہ کے بعد ہندوستان دوسرا بڑا ملک ہے جہاں بڑے بڑے وزیر ہار جاتے ہیں بڑے وزیروں کی ہار کو حکومت خوش دلی سے قبول کر لیتی ہے۔ کانگریس نے کبھی کوشش نہیں کی کہ ہارنے والے وزیر کو پھر چور دروازے سے لایا جائے یہ تو خیر

یا پانچ سال بعد عوامی رائے دہندگان کا فیصلہ ہوتا ہے حکومت بن جانے کے بعد بھی حکومت میں وزراء کی تبدیلی عوام کی رائے کے مطابق ہوتی ہے ہندوستان کے اخبارات وزراء کی بعض بنیادی غلطیوں پر وہ کچھ لکھتے ہیں جو ناقابل برداشت ہوتا ہے لیکن حکومت بھی نہایت حوصلہ مندی کے ساتھ ان باتوں کو سنتی ہے اور جواب میں نہایت ہی مدلل طریقہ اختیار کرتی ہے۔

موجودہ حالت میں روپے کی قیمت ہی کو لیجئے ہندوستان میں وہ شور ہو رہا ہے کہ گویا کوئی بہت بڑا جرم حکومت سے سرزد ہو گیا ہے اب یہ گناہ قابل بخشش نہیں ہے۔ اپوزیشن لیڈر اور اپوزیشن پارٹیاں اور ان کے اخبارات چیخ رہے ہیں چلا رہے ہیں لیکن حکومت خاموشی سے سن رہی ہے۔ بعض اخبارات کا یہ عالم ہے کہ "اندرا" حکومت کو گالیاں دی جاری ہیں اب غور سے دیکھئے یہ سب کیا ہے کانگریس حکومت کا فیض ہے جمہوریت کے اس چشمۂ صافی سے فیض پاکر اپوزیشن پارٹیاں اور افراد طاقت حاصل کر رہے ہیں یہی ایک خوبی کانگریس حکومت کی ایسی ہے کہ ہندوستان کے رائے دہندگان کو نوٹ کر لینی چاہیئے۔ کہ کانگریس حکومت میں جو آزادئ تحریر و تقریر جاری و ساری ہے یہ آزادئ تحریر و تقریر کسی اور پارٹی کے زمانہ میں انہیں حاصل نہ ہو گی

ہندوستان میں اپوزیشن پارٹیوں کے آئین سے ظاہر ہے کہ اپوزیشن لیڈر آمریت لانا چاہتے ہیں جس کے بعد عوام کا گلا دبا دیا جائے گا۔ اپوزیشن پارٹیوں کے پروپیگنڈے کو دیکھتے ہوئے کانگریس کے جنرل سکریٹری مسٹر صادق علی نے جو مراسلہ کانگریس کمیٹیوں کو ارسال کیا ہے اس میں کہا گیا ہے۔

صوبائی کانگریس کے لیڈران اگر یہ سمجھتے ہیں کہ چوتھے الکشن کی فضا بھی وہی ہے جو پہلے تین الکشنوں میں تھی تو وہ سنگین غلطی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ اس

اس بار فضا بدلی ہوئی ہے اس فضا کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اب انتخابی حلقے ووٹ کی قدر و قیمت کے متعلق زیادہ آگاہ اور چوکنے ہیں اس لئے کانگریسیوں کا فرض ہے کہ وہ کانگریس حکومت کی کامرانیوں اور ناکامیوں کو تفصیل کے ساتھ ووٹران پر واضح کریں یہ ہمارا کام ہے کہ ہم حالات کا مکمل اور صحیح نقشہ عوام کے سامنے رکھیں۔

یہ جمہوری حکومت کے فیوض و برکات ہیں کہ آزادیٔ تحریر و تقریر کا حق ملا ہے اس کے باوجود کانگریس کے سکریٹری کا بیان بہت ہی باموقعہ بیان ہے جس پر صوبائی کانگریس کے لیڈروں کو توجہ دینی چاہیئے۔ کانگریس کے صوبائی اور اضلاعی سطح کے لیڈروں اور کارکنوں کا فرض ہے کہ وہ ملک کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عوام کی غذائی مشکلات کو دور کرنے کے لئے عوام کی خدمت کریں ہندوستان کے عوام کو کانگریس کے قریب لانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر کانگریسی اپنی جگہ سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا جائزہ لے کر عوام کے سامنے ان مشکلات کا حل پیش کرے اپوزیشن پارٹیوں کی نکتہ چینیوں کو نظر انداز کرنا اور عوام کے سامنے اصل صورت حال پیش نہ کرنا کانگریس کے وقار اور حکومت کے اثرات کو کم کرنا ہے حکمران پارٹی اگر یہ نتیجہ لے گی وقت کے وقت ہم اپوزیشن کو شکست دیدیں گے تو یہ سخت بھول ہے۔ عوامی راج میں عوام سے ہر وقت رابطہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ بلا عوامی رابطہ کے کوئی جمہوری حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی۔

تاجر بنام تاجر

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

افلاطون جمہوریت کا مفسر اور خالق ہے اس نے معاشرہ اور سماج کی بنیاد "اشراف" پر رکھی ہے۔ اور اشراف معاشرہ کے وہ افراد ہیں جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور اپنے ہر کام میں عدل کو سامنے رکھتے ہیں افلاطون کی جمہوریت کے افراد وہ تاجر ہوں یا ملازم عوام ہوں یا خواص کاریگر ہوں یا کارخانہ دار ہوں یا جاہل سب لوگ اپنے معاشرہ کی بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں معاشرہ کے کسی فرد کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ تاجر چیزوں میں ملاوٹ نہیں کرتے، ملازم رشوت خور نہیں ہوتے۔ خواص عیش و عشرت میں مبتلا نہیں ہوتے۔ عالم لوگوں کو گمراہ نہیں کرتے عوام محنت سے جی نہیں چراتے غرضیکہ ہر فرد دوسرے فرد کی بہبودی اور ترقی کا خواہاں رہتا ہے اس طرح جمہوریت کا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

مغربی۔ جمہوری ممالک میں اس تصویر کا ایک خاکہ نظر آتا ہے امریکہ اور برطانیہ میں کمیونزم اس لئے بے یار و مددگار ہے کہ وہاں پرائیویٹ سیکٹر اپنے عوام کے ساتھ ظلم و ستم نہیں کرتا۔ ہر شخص اپنے گھر میں آزاد اور فارغ البال ہے خوشی سے ان کے چہرے دمکتے ہیں۔ مغربی ممالک کے تاجر چیزوں میں ملاوٹ کرکے ملک کے عوام کو زندہ درگور نہیں کرتے اور نہ ذخیرہ اندوزی کرکے عوام کو بھوکا مارتے ہیں امریکہ اور برطانیہ میں ہر تاجر اور کارخانہ دار مل مالک اور دوکاندار اپنا یہ فرض سمجھتا ہے

کہ وہ اپنے عوام کا خدمت گذار رہے

روس میں کمیونزم کے ابتدائی دور میں جب لینن کو یہ معلوم ہوا کہ روس کے کسانوں اور چھوٹے دوکانداروں نے ذخیرہ اندوزی شروع کر دی ہے تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ایسے کسانوں اور تاجروں کو فوراً گولی مار دی جائے چنانچہ ستر اسی ہزار کسان اور ذخیرہ اندوز تاجروں کو کمیونسٹ فوجیوں کو مارنا پڑا اور ان تاجروں کو سر بازار گولی ماری گئی جو قیمتوں میں اضافہ کر رہے تھے۔

ابھی حال ہی میں روس میں ایک کارخانہ دار اور ذخیرہ اندوز کو اسی جرم میں موت کی سزا دی گئی۔ یہی حال اسلامی ممالک میں سعودی عرب کا ہے وہاں پر کوئی تاجر بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں کر سکتا۔ جس تاجر کو اس جرم میں پکڑ لیا جاتا ہو تو بازار میں کوڑے مار مار کر اس کا دماغ درست کر دیا جاتا ہے اور لوگوں کو عبرت ہوتی ہے فسادی اور بے ایمان طبائع درست ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بے ایمانوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

لیکن ہندوستان میں جمہوریت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ہر تاجر اور دکاندار اپنا یہ حق سمجھتا ہے کہ ملاوٹ کر کے لوگوں کو زندہ درگور کرے اور ذخیرہ کر کے لوگوں کو بھوکا مارے۔ قیمتوں کو بڑھا کر ایک ہی رات میں سیٹھ بن جائے۔ یہ ذہنیت کسی طرح بھی عبرتناک سزا کے بغیر نہیں بدلی جا سکتی۔ بے ایمان ذخیرہ اندوز ملاوٹی تاجروں کی ذہنیت کا ماتم کرتے ہوئے پنجاب کے مشہور بیوپاری جناب کندن لانبہ نے تاجروں کے خلاف خود ایک ایسی فرد جرم عائد کی ہے جو بہت ضروری تھی۔ لانبہ صاحب فرماتے ہیں۔

"پانی پت ۲۴ جولائی۔ پنجاب کے مشہور بیوپاری لیڈر لالہ کندن لال لانبہ نے پنجاب میں ملاوٹ کرنے والوں، منافع خوروں اور بھرشٹاچاری بیوپاریوں کے

خلاف حکومت کی مہم کا ہم سواگت کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ملک بھر میں ایسا قانون بنایا جائے جس کے تحت ملاوٹ کرنے والے اور بلیک کرنے والے تاجروں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں بیوپار منڈل کے لیڈروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ خود بھی ٹیکسوں میں چوری اور ملاوٹ کرنے والے تاجروں کے خلاف مہم چلا کر انہیں ان تاجروں کو سماج دشمن سرگرمیوں سے باز رکھنے کی کوشش۔ لانبہ جی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ماضی میں بیوپار منڈل کی کمیٹی کو بارہا اس بات کا مشورہ دیا۔ لیکن بیوپار منڈل کے لیڈروں نے اس طرف کبھی توجہ نہیں دی۔

بلیک کرنے والوں اور ملاوٹ کرنے والے بیوپاریوں کا اعمالنامہ میری تجویز کو تسلیم کرنے کی راہ میں حائل ہوا۔ ملاوٹ کرنے والے یہ لوگ ادویات تک میں ملاوٹ کر کے انسانی زندگیوں سے کھیلنے تک سے باز نہیں آتے اب یہ جان کر ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے کہ بیوپاریوں میں ایسی کالی بھیڑیں ہیں جو کہ ڈیزل آئل میں مٹی کا تیل ملا کر فروخت کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی پیداوار بڑھانے میں مدد دینے والی قیمتی مشینری یعنی ٹریکٹر اور ٹرک وغیرہ بے کار ہو رہے ہیں۔"

لانبہ صاحب کا بیان تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ ہندوستان کے تاجروں کی گندگی اور خوفناک ذہنیت کو نہایت بے باک الفاظ میں بے نقاب کر دیا گیا ہے پنجاب سے جو خبریں آرہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کے مل مالک اور بڑے بڑے تاجروں نے لاکھوں من غلہ چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ایک اطلاع میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لدھیانہ کرشنا فلور مل میں جب چھاپہ مارا گیا تو اس مل میں لکڑی کے برادے کی بوریاں بہت بڑی تعداد میں پائی گئیں یہ برادہ آٹے میں ملایا جا رہا تھا کرشنا مل والے روپوش ہو گئے ہیں اور اب مل کا انتظام گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے

گورنر پنجاب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان تاجروں کو عوام میں ذلیل کرنے کا حکم دیا ہے۔ لدھیانہ میں ایک بڑے تاجر کا منہ کالا کر کے پولیس نے اس کا جلوس نکالا۔ کئی ہزار بچوں اور بڑے لوگوں نے اس جلوس میں شامل ہو کر لالہ موتی مل کا تالیوں سے سواگت کیا ہے یہ سزا ان کے جرم کے مقابلہ میں بہت ہی نرم سزا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بازاروں میں سعودی عرب کی طرح کوڑے لگانے چاہیئں۔ یا لینن کے حکم کے تحت بازاروں میں موت کی سزا دی جانی چاہیئے۔

بقول صدر جمہوریہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ یہ ملک کے غدار ہیں غدار کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ ان کو بھی سر بازار پھانسیوں پر لٹکا دینا چاہیئے۔ گورنر پنجاب نہایت زیرک اور سمجھدار آدمی ہیں۔ وہ دوسرے انقلابی ملکوں میں رہ چکے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اگر اس طرح کی کارروائیاں نہ کی گئیں تو خونی انقلاب میں ملک ڈوب جائے گا۔ گورنر پنجاب کے اقدامات دوسری ریاستی حکومتوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اگر پنجاب کے تاجر چند ہی دنوں میں درست ہو سکتے ہیں اور عوام کو زندگی کی ضروریات مہیا ہو سکتی ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ دوسری ریاستوں میں اس قسم کی سزائیں نہیں دی جائیں۔

جب کسی ملک کے عوام نانِ جویں سے بھی محروم ہو جائیں تو حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ پوری طرح حرکت میں آ کر عوام کی مدد کرے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو ملک کے عوام خونی انقلاب برپا کرتے ہیں۔ ہندوستان کی جمہوری زندگی ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے ایسے حال میں یہاں کسی خونی انقلاب کا ہونا ملک کی بدنصیبی ہے۔

صدر جمہوریہ ہند کے ارشادات

نفع خور تاجر ملک کے غدار ہیں

ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ ہندوستان کا صدر جمہور صاحب علم اور فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقت پسند ہے۔ صدر جمہوریہ جب حالات کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ حکمرانہ تعلّی سے بالاتر ہو کر بے لاگ و بے باک صحیح نقشہ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ صدر جمہوریہ کی شان یہی ہونی چاہیئے ۴۸ کروڑ انسانوں کا سربراہ اور نگران بھی اگر حقیقت کو چھپائے تو پھر ملک میں حقائق پر سے پردہ کون اٹھا سکتا ہے؟ سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ صدر جمہوریہ ہندوستان کے کسی طبقہ کے زیر اثر نہیں ہیں ان کی ذاتی زندگی نہایت ہی سادہ ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بعد صدر جمہوریہ نے دو حکومتیں بنائیں ایک لال بہادر شاستری کی اور دوسری اندرا جی کی لیکن ان دونوں حکومتوں کے بنانے میں جس تدبر و فراست کا ثبوت صدر جمہوریہ نے دیا اس سے ہندوستان کی جمہوریت نے آئینی اعتبار سے ترقی کی ایک منزل طے کر لی اور دنیا پر ثابت ہو گیا کہ ہندوستان کے صدر جمہوریہ کا مزاج صحیح معنوں میں جمہوری مزاج ہے

۲ جولائی کو صدر موصوف نے لدھیانہ میں تقریر کرتے ہوئے ملک کے تاجروں۔ نفع خوروں، ذخیرہ اندوزوں، کالی دولت کے مالکوں کی سماج دشمن سرگرمیوں کو بے نقاب کیا ہے اور بلیک کرنے والے تاجروں کو "غدار" ہونے کی سند عطا فرمائی۔ صرف تاجروں ہی کو یہ سند عطا نہیں ہوئی۔ بلکہ ارکان حکومت

کو بھی نا اہل قرار دیا ہے۔ حکومت پالیسی بناتی ہے۔ افسران کو اختیارات دیتی ہے تاکہ ان اختیارات کو کام میں لاکر افسران' عوام کی خدمت کریں، لیکن بلیک کرنے والے تاجر منڈی کے مال کی طرح افسروں کی پوری کھیپ ہی کو بھاری رقم ادا کر کے خرید لیتے ہیں۔ ان افسروں کی کوٹھیاں بن جاتی ہیں۔ کاریں آجاتی ہیں دو سو روپے ماہانہ تنخواہ پانے والے افسروں کے بچے نہایت ہی اونچے قسم کے انگریزی اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان افسران کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ ملک کے عوام کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ صدر جمہوریہ نے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"پندرہ بیس برس سے ہم کہہ رہے ہیں کہ قیمتوں پر قابو پانے میں کامیاب ہوں گے۔ بلیک مارکیٹ کرنے والوں اور نفع خوروں کو ہم سزائیں دیں گے۔ ہم ایسا کریں گے ہم ویسا کریں گے۔ باتیں ہم بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا جو شخص بھی ایسی حرکات کرتا ہے " وہ سماج دشمن ہے اور ملک کا غدار ہے" اور ایسے سب لوگ درحقیقت وطن پرست نہیں ہیں۔ اگر آج ملک کی حالت خراب ہے تو اس کی وجہ ستاروں کی چال نہیں ہے اس کی وجہ ہماری اپنی خامیاں ہیں اور آج ضرورت ہے کہ ہم ان خامیوں پر قابو پائیں"۔

صدر جمہوریہ ہند نے اپنے ارشادات میں بلیک کرنے والوں کے اس پروپیگنڈہ کی بھی قلعی کھول دی ہے جو غریب عوام کو لوٹنے کے لئے ہر وقت پنڈتوں سے پروپیگنڈہ کراتے رہتے ہیں کہ ہندوستان کے حق میں ستاروں کی گردش نہیں ہے جب ستاروں کی گردش عوام کے حق میں نہیں تو پھر ہندوستان کے تاجر کیا کریں گویا بیس برس سے ستاروں کی گردش بلیک کرنے والوں کے حق میں ہے عوام کے حق میں نہیں ہے۔ اس مذہبی پروپیگنڈے کا سدباب آج تک اس لئے نہیں ہو سکا کہ

ارکانِ حکومت نے تاجروں کے خلاف سخت کارروائی نہیں کی. کسی بلیک کرنے والے کو عبرت انگیز سزا نہیں دی گئی کسی کے ذخیرے کو ضبط نہیں کیا گیا۔

صوبائی سطح کے ارکانِ حکومت اس قدر رشوت خور ہو چکے ہیں کہ مرکزی حکومت بھی ان سے عاجز آ چکی ہے۔ صدر جمہوریہ کے ارشاد کے بعد مرکزی حکومت کو عملی ثبوت دینا چاہیئے اور ان غداروں کو سزا دینی چاہیئے تاکہ ملک میں جن سماجی برائیوں نے سر اٹھایا ہے وہ ختم ہو جائیں۔

ہم نے اپنے ۲۶ رجون کے اداریہ میں گرانی کے مسئلہ پر لکھا تھا ہندوستان کے تاجروں کی ذہنیت عوامی انقلاب کو دعوت دے رہی ہے ظلم کی رسّی لامحدود طور پر دراز نہیں ہوتی جب وہ کٹتی ہے تو جڑ سے کٹ جاتی ہے۔ ایک دن۔ "با مسلماں اللہ اللہ اور با برہمن رام رام" کہنے والے جون کے دریا میں ڈوب جائیں گے۔ ہندوستان کی ۴۰ کروڑ آبادی زیادہ دنوں تک تاجروں کی لوٹ کھسوٹ کو برداشت نہیں کر سکتی۔

۲۔ بازار میں جائیے، آپ کو قشقہ لگائے ام رام کرتے اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے قطار اندر قطار تاجر ملیں گے۔ جو بات بات پر قسم کھا کر بلیک مارکیٹ کر رہے ہیں۔ ہر تاجر اپنے گاہک کو گھاٹے کی بات سنا کر گاہک کی جیب کاٹتا ہے اور اس سے ہمدردیاں بھی حاصل کرتا ہے غریب گاہک سمجھتا ہے کہ اگر لالہ جی یا میاں جی اس وقت بلیک میں کپڑا نہ دیتے تو مردہ گھر میں خوار ہوتا، یا بے کفن قبرستان میں دفن کرنا پڑتا۔

۳۔ ہندوستان کے بددیانت تاجروں نے عوام کا خون چوس لیا ہے ہندوستان کے عوام تاجروں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے چلتی پھرتی لاشیں بن گئے ہیں۔

۴۔ ہندوستان میں ہر جگہ گرانی کا یہ حال ہے کہ مزدوروں کی بستیوں میں چراغ

گل ہو گئے ہیں۔ ملازم طبقہ کا یہ حال ہے کہ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" ان لوگوں کو اپنی اور اپنے بال بچوں کی شمع حیات قائم رکھنی مشکل ہو گئی ہے اور بقول غالب "کوئی صورت نظر نہیں آتی"

ہم نے یہ باتیں لکھتے ہوئے ہندوستان کے بلیک کرنے والے تاجروں کو انتباہ کیا تھا کہ وہ یہ نہ سوچیں کہ ان پر گرفت نہ ہوگی انہیں ہندوستان میں کوئی کچھ نہ کہے گا انقلاب فرانس سے پہلے فرانس کے تاجر یہ سمجھتے تھے کہ ان کے "گول مال" کو کون روک سکتا ہے۔ اب وقت بدل گیا ہے صدر جمہوریہ جو ہر سال پدم شری اور پدم بھوشن کے خطابات صاحب علم لوگوں کو دے کر انہیں ہندوستان میں ایک ممتاز شہری بناتے ہیں صدر نے ۲؍ جولائی کو لدھیانہ میں ہزاروں تاجروں کے سامنے بلیک کرنے والے تاجروں اور ان کی مدد کرنے والے افسران کو ملک کے "غدار" کا خطاب عطا کر کے بدترین سیاہ شہری قرار دیا ہے۔ صدر جمہوریہ فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ ناصح بھی ہیں۔ وہ عوام میں عوامی انقلاب کے تیور دیکھ رہے ہیں۔ صدر جمہوریہ کے سامنے فرانس اور روس کا معاشی اقتصادی انقلاب ہے۔ صدر جمہوریہ خوب جانتے ہیں کہ بدترین قسم کے تاجروں نااہل اور نکمّے رشوت خور افسروں کی وجہ سے خونی انقلاب رونما ہوتے ہیں۔ ان تاجروں کو اگر اپنے بچوں کی جان اور اپنے گھر کی عصمت عزیز ہے تو انھیں چاہیئے کہ وہ صدر جمہوریہ کے خطاب کے بعد اپنی روش بدل لیں

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

ہمارے تاجر

ہر ملک کی ترقی و خوشحالی کا دارومدار تاجروں کی دیانتداری پر منحصر ہے جس ملک کے تاجروں کا یہ فیصلہ ہو کہ ملک کی تجارت کا ساری دنیا پر غلبہ ہو وہاں کے تاجر اپنے عوام کے ساتھ انصاف اور دیانتداری سے پیش آتے ہیں حکومت کو پورا ٹیکس ادا کرتے ہیں اپنے ملک میں ناجائز دولت نہیں کماتے، بلکہ ملک کے لوگوں کو خوشحال کرنے کے لئے دوسرے ملکوں سے کما کر اپنے ملک کے لوگوں پر خرچ کرتے ہیں

برطانیہ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں پرائیویٹ سکریٹری کے ناخداؤں نے حکومت کو کبھی تنگ نہیں کیا اور عوام کو کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیا ان ممالک میں بارہا کمیونزم نے سر اٹھایا لیکن تاجروں کی ایمانداری کی وجہ سے اس "سر" کو ہمیشہ سرنگوں ہونا پڑا۔ کمیونزم کا فلسفہ تاجروں کی لوٹ کھسوٹ زمینداروں سے ظلم و ستم، جاگیرداروں کی بالادستی حکومت کے جبر و قہر کے خلاف بھرپور ردعمل ہے۔ کمیونزم کے برگ و بار اسی ملک میں سرسبز و شاداب ہوتے ہیں جہاں تاجروں کی ذہنیت ذخیرہ اندوزی کی ہو جائے۔ بلیک مارکیٹ کا زور ہو ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ نانِ شبینہ کو محتاج ہو جائیں۔

امریکہ، ایشیا میں کمیونزم کی لہروں کو روکنے کے لئے ارب ہا ڈالر کا اناج تقسیم کر رہا ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا میں اور افریقہ میں کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں امریکن خوراک کے ذخائر نہ پہنچ رہے ہوں۔ امریکہ کے مبصرین صرف کمیونزم کی روک تھام کے لئے ارب ہا ڈالر خرچ کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں موجودہ قحط کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے امریکہ کے تعاون سے کام ہو رہا ہے۔ پارلیمنٹ میں سبرامنیم وزیر خوراک نے یہ سچی بات کمیونسٹ ممبروں کے جواب میں فرمائی تھی کہ۔

" ہندوستان کے وقار اور عزت کا سوال بنا کر میں کروڑوں انسانوں کو بھوک سے مارنے کے لئے تیار نہیں ہوں پی۔ ایل ۴۸۰ کے تحت جو بھی امداد امریکہ سے مل رہی ہے وہ ضرور لی جائے گی۔

اس کے علاوہ حکومت کے سامنے کوئی بدل نہیں ہے۔ ہندوستان میں بھی ایک وقت گذرا ہے جب ہندوستان کے تاجر دودھ میں پانی ملانا پاپ سمجھتے تھے لیکن اب یہ حال ہے کہ پانی میں دودھ ملا کر فروخت کرنا ایک فن سمجھا جاتا ہے جو تاجر اس فن سے واقف نہیں ہے۔ وہ تاجروں کی زبان میں نااہل اور بدھو ہے۔ بازار میں جایئے آپ کو رام رام کرتے قشقہ لگائے اور کلمۂ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے قطار اندر قطار تاجر ملیں گے بات بات پر قسم کھا کر بلیک کر رہے ہیں ہر تاجر گاہک کو اپنے گھاٹے کی بات سنا کر گاہک کی جیب کاٹتا ہے اور اس سے ہمدردیاں بھی حاصل کرتا ہے۔ غریب گاہک سمجھتا ہے کہ "لالہ جی اور میاں جی" اگر بلیک میں کپڑا نہ دیتے تو مردہ گھر میں خوار ہوتا یا بے کفن قبرستان میں دفن کرنا پڑتا

ہندوستان کے تاجروں کی یہ ذہنیت عوامی انقلاب کو دعوت دے رہی ہے ظلم کی رسی لامحدود طور پر دراز نہیں ہوتی۔ جب وہ کٹتی ہے تو جڑ سے کٹ جاتی ہے یہ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام، دونوں خون کے دریا میں ڈوب جائیں گے ہندوستان کی ۴۸ کروڑ آبادی زیادہ دنوں تک تاجروں کی لوٹ کھسوٹ کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ حکومت نے امداد باہمی کے اسٹور جگہ جگہ کھول کر تاجروں کے چیلنج کو اس لئے قبول کیا ہے کہ ہندوستان جیسا عظیم ملک خونی انقلاب کے دروازے تک نہ

پہنچ جائے حکومت نے عوام کی خرید کے لئے اشیاء کے تین درجے مقرر کر دیئے ہیں ان درجوں میں عوام کو سہولت کے ساتھ چیزوں کے خریدنے کا موقع ملے گا حکومت ہند اس بات سے غافل نہیں ہے کہ ہندوستان میں بڑے بڑے ذخیروں کو تاجروں نے خفیہ اسٹور کر رکھے ہیں۔ اگر ہندوستان کے تاجر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان ذخیروں کا حکومت کو علم نہ ہوگا تو وہ بڑی بھول میں مبتلا ہیں ہندوستان کے عوام اسٹور کے ذخیروں کی دیواروں کے ساتھ رہتے ہیں۔ عوام کو سب کچھ معلوم ہے کہ کون ذخیرہ کہاں ہے؟ عوام کی ضرورت ایک دن ان خفیہ ذخیروں کی پول کھول دیگی۔

ہمارے نزدیک یہ صورت حال کوئی اچھی صورت حال نہیں ہے۔ تاجر ہر ملک اور ہر حکومت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں کمیونزم کے مقابلہ میں یورپ کے تاجروں نے جو کردار ادا کیا ہے وہ ایک شاندار تاریخ ہے جس پر ان ممالک کو فخر ہے ہندوستان کے بددیانت تاجروں نے عوام کا خون چوس لیا ہے۔ ہندوستان کے عوام تاجروں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے چلتی پھرتی لاشیں بن گئے ہیں روپے کی قیمت کیا کم ہوئی ہے کہ تاجروں نے چور بازاری کا بازار گرم کر دیا ہے بلیک مارکیٹ کھلے بندوں عروج پر آگئی ہے۔ مدھیہ پردیش کی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ "روپے کی قیمت کم ہونے کے بعد تاجر سو روپے کے نوٹ کے ۶۵ روپے دے رہے ہیں بازار سے قیمتی دھاتیں غائب ہیں، تانبے پیتل اور دوسری دھاتوں کے برتنوں کی قیمت میں چالیس فیصدی اضافہ ہوگیا ہے مقررہ آمدنی والے لوگوں کو زبردست مشکلات کا سامنا ہے۔ اناج کے دام بڑھ گئے ہیں اور منگے داموں پر اناج فروخت ہو رہا ہے۔ جوار، چنے اور خوردنی تیلوں کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ زیرہ، مرچ، ہلدی، ماچس کے دام دس فیصدی سے چالیس فیصدی تک بڑھ گئے ہیں بعض برانڈوں کی دیا سلائی کے بکس بازار سے بالکل غائب ہوگئے ہیں"

اور قیمتوں کے اضافہ کا یہ حال کسی ایک جگہ نہیں، سارے ہندوستان میں یہی حال ہے۔ گاؤں دیہات میں تو حالت اور بھی خراب ہے مزدوروں کی بستیوں میں چراغ گل ہو گئے ہیں۔ ملازم طبقہ کے لوگوں کا حال نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مصداق ہے ان لوگوں کو اپنی اور اپنے بچوں کی شمع حیات قائم رکھنے کے لئے بقول غالب کوئی صورت نظر نہیں آتی

ہمارے تاجروں نے عوام کی مسرتوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے اور ہندوستان کے گھر گھر سے یہ صدا بلند ہو رہی ہے ؎

کوئی امید بر نہیں آتی ۔۔۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی ۔۔۔ موت آتی ہے پر نہیں آتی

افسوس! عوام کی اس حالت زار پر بھی ہندوستان کے سنگ دل تاجروں کو رحم نہیں آتا۔ بے رحم تاجروں کی سنگدلی شقاوت قلبی کسی وعظ و نصیحت سے ختم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی جرمانے کی سزا تاجروں کے دل و جگر کو بدل سکتی ہے جب تک پھانسی کا پھندا ان تاجروں کے گلے میں نہیں ڈالدیا جاتا یا بھرے بازار میں انہیں گولی سے نہیں اڑایا جاتا ملک کی اقتصادی حالت نہیں بدل سکتی اور قیمتوں میں توازن نہیں پیدا ہو سکتا جو عوام کی قوت خرید کے مطابق ہو۔ سزائیں دینے کی تجویز انتقامی یا جذباتی نہیں روس اور سعودی عربیہ میں اس قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ ان ممالک کے تاجروں کی فہرست میں کوئی بے ایمان تاجر نظر نہیں آتا اس لئے ان ممالک کے عوام کو تاجروں سے کوئی شکایت نہیں۔

گرانی الاؤنس میں اضافہ کا اعلان

ع لیک بعد از خرابی بسیار

یوپی کے ملازمین نے ۲۵ جولائی کو اپنی ہڑتال ختم کر دی اور حکومت یوپی نے ان ملازموں کے بنیادی مطالبات کو مان لیا ہے سرکاری ملازمین کی ہڑتال کے سلسلہ میں جو واقعات پیش آئے ان کی کسی صورت بھی تائید نہیں کی جا سکتی۔

وزارت کی سطح پر جو کلرک کام کرتے ہیں ان کے متعلق یوپی کے اعلیٰ افسران کا رویہ نہایت ہی غیر ہمدردانہ رہا ہے۔ بڑی بڑی پوسٹ کے گزیٹیڈ افسران اپنے آپ کو دفتروں میں بیٹھ کر خدا سمجھتے ہیں ان افسران کو آج تک یہ احساس نہیں ہے کہ ہندوستان میں جمہوری راج ہے یہاں کے عوام روس اور فرانس کے عوام کی طرح بیدار ہو چکے ہیں جو افسران سرکاریں بیٹھے راج کر رہے ہیں۔ وہ لوگ عوام کے مطالبات کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں صوبائی سطح پر اکثر جگہ یہ ہو رہا ہے کہ اعلیٰ افسران حکومت کی پالیسی کے خلاف اپنی من مانی پالیسی چلا کر حکومت کو بدنام کرتے ہیں یوپی کے کلرکوں کا کیا قصور تھا کہ ان کے اجتماع پر چیف سکریٹری صاحب نے لاٹھی چارج کا حکم دیدیا ہے۔ پولیس جو کہ ہر وقت سرکاری محکموں میں ان ہی کلرکوں کے تحت رہتی ہے۔ اس کا کلرک پر ہاتھ اٹھانا، سیاسی اعتبار سے نہایت ہی نامناسب تھا اعلیٰ سطح کے کلرکوں کو مارنا۔ لاٹھی چارج کر کے ان کو منتشر کرنا مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا۔ مسئلہ کا حل پہلے ہی قدم پر یہ تھا جس کا اب حکومت نے اعلان کیا ہے۔

کلرکوں کی جو مانگیں آج منظور کی گئی ہیں یہ مانگیں پہلے ہی دن منظور کر کے

معاملہ کو ختم کیا جا سکتا تھا لیکن ان اعلیٰ افسران کو کون سمجھائے کہ دفتروں میں چھوٹے افسران کے ساتھ جو آپ کا سلوک ہے وہ جمہوری آئین کے خلاف ہے عوام کی جمہوری زندگی کے لئے آپ کے احکام چیلنج کا درجہ رکھتے ہیں

"یوپی بند کے بعد ملازمین کی ہڑتال نے یوپی کے تمام نظام پر جمود طاری کر دیا تھا اور بات یہاں تک پہنچی تھی کہ افسران اور وزراء کے پاس ایک ملازم بھی نہیں تھا جو کہ ایک خط ہی ٹائپ کر دے اور اس خط کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے اب حکومت یوپی نے ہڑتالی ملازمین سے سمجھوتہ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے۔۔

" یوپی کے وزیراعلیٰ نے ایوان کو بتایا کہ اب جبکہ ملازمین نے ہڑتال ختم کر دی ہے ملازمین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائیگی۔ مسز کرپلانی نے تمام طبقوں سے اپیل کی ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی فضا پیدا کرنے میں مدد دیں۔ تاکہ آئندہ ایسے واقعات اور اس قسم کے حادثات نہ ہوں جن سے نظام حکومت معطل ہو جائے۔

مسز کرپلانی نے ملازمین کے ساتھ سمجھوتہ کا اعلان کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ "اگر میری بجائے کوئی اور وزیراعظم ہوتا تو صوبہ میں بیحد خون خرابہ ہوتا اور ہر جگہ حکومت کو گولیاں چلانی پڑتیں۔

مسز کرپلانی نے یہ بات فرما کر اپنے تحمل اور ضبط کا ثبوت دیا ہے جو کہ جمہوریت میں ایک صحتمند علامت ہے لیکن انہیں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیئے تھا کہ میرے نظام حکومت میں عقل و خرد سے کورے افسران حکومت کی مشکلات کا باعث ہیں جب تک ہندوستان کے افسران خود کو عوام کا اور اپنے محکمہ کا خادم نہ سمجھیں گے اس وقت تک کوئی نظام حکومت کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ کلرک برآمدوں میں نکل کر نعرے لگا رہے ہوں اور افسران جو غش میں کر اپنے دست بازو کو شل کرنے کے لئے پولیس کو حکم دیں۔ کہ لاٹھی چارج کرو۔

حکومت یو پی کے افسران کا یہ رویہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ لوگ انگریزی طرزِ حکومت کے دلدادہ ہیں حالانکہ اس طرزِ حکومت کو رخصت ہوئے عرصہ ہو گیا ہندوستان کی حکومت کے وزیر اور افسران سب ہندوستانی ہیں اور خود ہندوستان کے اعلیٰ افسران بھی ہندوستانی ہیں اور اسی سماج اور معاشرہ کا حصہ ہیں جس معاشرہ اور سماج کا حصہ کلرک ہیں حکومت کے چھوٹے ملازمین کی تکالیف کو نہ سمجھنا خود بنگلوں میں رہنا اور عیش کرنا ہندوستان کی جمہوریت کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔

جس کلرک کو یہ معلوم ہے کہ اس کا آقا تو کلبوں میں عیش اڑاتا ہے لیکن کلرک کے بچے نانِ شبینہ کو محتاج ہیں وہ کلرک اپنی چھوٹی سی تنخواہ پر کسی طرح بھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں حکومت ہند کو مساویانہ پالیسی بنانی چاہیئے۔ ورنہ ملازمین کی ہڑتالیں آئے دن کا دردِ سر ہو جائیں گی اور حکومت کے ایوانوں میں کوئی کام نہ ہو سکے گا یہ نہایت ہی اہم مسئلہ ہے ہندوستان کے دو کروڑ ملازمین حکومت کا نظام چلاتے ہیں اگر حکومت کی اور ان کی بگڑ گئی تو جمہوریت کا سنہرا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا

صوبائی حکومتیں خود اس بات پر غور کریں کہ آخر یہ کلرک جنہیں آپ نان گزیٹیڈ کارکن کہتے ہیں ان کی ایک بہت بڑی تعداد حکومت کا حصہ نہیں بلکہ پوری حکومت ہے یہ دفتروں کے کیڑے بھوکے رہ کر صحیح طور پر کام نہیں کر سکتے۔ ان کو اور ان کے بچوں کو روٹی کپڑا اور مکان چاہیئے اور صوبائی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ ان چھوٹے درجے کے کارکنوں کی سب ضرورتوں کو پورا کریں۔

جہاں تک حکومت کی اقتصادی حالت کا تعلق ہے وہ یقیناً اس قابل نہیں کہ چند سالوں میں ہندوستان کو سونے کا بنا دے بڑھتی ہوئی آبادی اور قدرتی

مصائب نے ہندوستان کو اقتصادی بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور اس پر حکومت کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا جو حکومت ہندوستان کے عوام کے لئے بیس ارب روپے کا غلہ آج تک منگوا چکی وہ غریب حکومت کہاں تک ملازمین کے مطالبات کو پورا کرے۔

سرحدوں کی حفاظت کا سوال ایک قومی مسئلہ ہے لیکن ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیاں اور لیبر لیڈر سرکاری ملازمین اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ تم سب لوگ ملک کی سالمیت کی بدولت قائم ہو اگر ملک کی سالمیت ہی ختم ہو گئی تو آپ سب کا وجود بھی ختم ہو جائیگا جمہوریت کے باب میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ حکومت ہی سب انتظام کریگی۔ بلکہ جمہوریت کی پرورش کے لئے ضروری ہے کہ عوام اور ملازمین بھی قربانیاں دیں اور تکالیف اٹھائیں۔ بلا تکلیف اٹھائے نہ قومیں ترقی کرتی ہیں اور نہ ملک تعمیر ہوتے ہیں اتنے بڑے عظیم ملک کی ترقی و تعمیر کیلئے کم از کم سو برس کا عرصہ درکار ہے۔

وزیر اعظم ہند کا اہم بیان

ملک کے مفاد کے لئے پالیسیاں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں

جمہوریت ہو یا آمریت بادشاہی نظام حکومت ہو یا ڈکٹیٹرشپ ہر نظام میں ملک کے حالات کے پیش نظر پالیسیاں بدلتی رہتی ہیں اور طریقہ کار میں تبدیلی ضروری ہوتی ہے۔ ہم روز دیکھتے ہیں، انسان کا گھر ایک چھوٹی سی دنیا ہے اس دنیا اور اس ولایت میں خاوند۔ بیوی اور بچے مل کر گھر کی بہبودی اور ترقی کے لئے تبدیلیاں کرتے ہیں۔ گھر میں تبدیلی کی جائے یا کوئی اچھی حکومت اپنے طریقہ کار میں تبدیلی کرے مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ زندگی کا نظام صحیح اور پرسکون طریقہ پر چلے۔ ہر شخص کو باآسانی روٹی، کپڑا اور مکان ملے اور عوام برسرروزگار ہوں ملک میں لوٹ کھسوٹ نہ رہے۔ قتل، چوری، ڈاکہ۔ رہزنی اور دوسری سماجی برائیوں کا خاتمہ ہو جائے ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ محبت اور رواداری سے پیش آئے۔ ملک کے تاجر اور صنعت کار اپنے فرائض صحیح طور پر ادا کریں۔ ملک کے ہر شخص کو خوشی اور مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع ملے۔

ہندوستان جب سے آزاد ہوا ملک کے رہنماؤں نے ملک کو منصوبہ بند ترقی کے طریقہ پر ڈالا۔ پنڈت جواہرلال نہرو کو جہاں سے امداد ملی حاصل کی یہ پنڈت جی کی پالیسیوں کا واحد مقصد ملک کی ترقی تھا اب حال یہ ہے کہ وہ لوگ جو زندگی بھر پنڈت نہرو کے مخالف رہے اور انہوں نے کبھی پنڈت جی کی کوئی بات نہیں سنی بلکہ ان لوگوں کے نزدیک پنڈت نہرو کی ہر پالیسی غلط تھی اور ملک کے لئے بربادکن تھی

وہی لوگ اب نہایت معصوم بنکر فرما رہے ہیں "اندرا حکومت" پنڈت نہرو، اور مہاتما گاندھی کی پالیسیوں کو فراموش کر رہی ہے اس بات کا جواب دیتے ہوئے ہماری وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے بڑی صفائی سے یہ بات کہدی ہے۔ اندراجی نے حیدرآباد میں ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے ملک کی مالی اور خارجہ پالیسی کے بارے میں نکتہ چینوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا :۔

جواہرلال نہرو کی بتائی ہوئی راہ سے روگردانی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہم اس راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ جو راہ ہمیں مہاتما گاندھی نے بتائی تھی، اس قسم کی نکتہ چینوں میں کوئی صداقت نہیں ہے ہم ان پالیسیوں پر قومی اور بین الاقوامی دونوں معاملات میں کاربند ہیں۔ لیکن ملک کے وسیع مفاد کے پیش نظر پالیسیوں کا دارہ بھی وسیع کرنا ہوگا اور ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ان پالیسیوں میں ردوبدل بھی ضرور کیا جاسکتا ہے"

ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیاں اور وہ افراد جن کو عوام میں اقتدار حاصل ہے موجودہ مالی پریشانی اور اقتصادی بدحالی کا الزام بھی حکومت پر لگاتے ہیں اور جب حکومت ملک کو قحط جیسے حالات سے بچانے کے لئے دوسرے ممالک سے امداد لیتی ہے یا قرض لیتی ہے اور اپنی خارجہ پالیسی میں لچک پیدا کرتی ہے تو الیکشن جیتنے کے لئے نہایت ہی نامناسب پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ ایک پارٹی کہتی ہے کہ اندرا حکومت نے امداد لے کر ملک کو فروخت کر دیا ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان نے امداد کے ساتھ ایسی شرائط منظور کرلی ہیں جن سے ہندوستان کی آزادی کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے

غیر ملکی امداد حکومت کی مخالف پارٹیوں کے لئے الیکشن جیتنے کا ایک نعرہ بن گیا ہے ان پارٹیوں سے اگر کوئی پوچھے کہ حکومت آپ کو مل جائے تو آپ کیا

کریں گے؟ کوئی ایسی سنہری اقتصادی پالیسی جاری کریں گے جس کا کسی دوسرے ملک سے تعلق نہ ہو اس بات کا جواب کسی اپوزیشن پارٹی کی طرف سے نہیں دیا جاتا یہ سب باتیں اس لئے کہی جا رہی ہیں کہ آئندہ الیکشن میں کانگریس کو عوام کے ووٹوں سے محروم کر دیا جائے۔

ملک کی اقتصادی بدحالی کا ذکر کرتے ہوئے اندرا جی نے خشک سالی سے پیدا شدہ پریشانیوں کا تذکرہ فرمایا کہ:۔

"موجودہ خشک سالی اور اقتصادی بدحالی کا علاج اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ جان توڑ محنت کر کے پیداوار بڑھائی جائے۔ بیرونی حملہ آوروں نے ہمارے قلیل وسائل کا رخ دفاعی استحکام کی طرف موڑ دیا ہے عوام پر اس کا بڑا دباؤ پڑا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کے اکثر علاقے خشک سالی کا شکار ہو گئے ہیں بارش کی قلت کی وجہ سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک بھی مصائب کا شکار ہیں ان حقائق کو نظر انداز کر کے حکومت پر نکتہ چینی کرنا، جان بوجھ کر حقائق سے فرار ہے بارش نہ ہونے سے اگر ملک میں خشک سالی آتی ہے تو اس میں حکومت کیا کرے قدرتی وسائل کے ذریعہ جو امداد کسان کو ہر سال ملتی ہے اگر وہ بند ہو جائے تو اس میں حکومت کا کیا قصور ہے۔ ملک کی آبادی اگر تیز رفتاری سے ترقی کرتی رہے تو حکومت اس پر کیسے قابو حاصل کرے جس ملک میں گھروں کی حدود میں" پیدائش اللہ کی رحمت اور بھگوان کی دیا ہو ایسے ملک میں اگر حکومت کو کال اور قحط کا سامنا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس دور میں تو حکومت مبارکباد کی مستحق ہے کہ وہ ملک کو قحط سے بچا رہی ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ غیر ملکی حکومت کے زمانہ میں بنگال میں قحط پڑا تھا انگریزی حکومت نے قحط کے خلاف کوئی جدوجہد نہ کی کروڑوں انسان فاقہ سے مر گئے جن کی لاشوں کو گدھوں نے کھایا۔ تمام دنیا میں شور ہوا لیکن حکومت کے کان پر

جوں تک نہ رینگی۔ اندرا جی نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے جذبات بھرے لہجہ میں فرمایا!
"میں پوچھتی ہوں جب عوام بھوک سے مر رہے ہوں تو میں غیر ملکی امداد کیوں نہ لوں، میں یا کوئی بھی پارلیمنٹ کا ممبر بھوک یا قحط سے جان نہ دیگا؟ بلکہ غریب عوام بھوک اور قحط سے مریں گے۔
انھوں نے کہا .. ..

.... یہ آزادی سے پہلے بنگال کے قحط سے لاکھوں آدمی مر گئے۔ لیکن موجودہ غذائی قلت میں کوئی مرا نہیں۔ البتہ کافی مقدار میں اکثر جگہوں پر اناج سپلائی نہیں کیا جا سکا۔"

انھوں نے کہا کہ: "میں نے قحط زدہ علاقوں کا دورہ کیا۔ وہاں مجھے کوئی بھی روٹی یا بھیک مانگتا ہوا نظر نہ آیا۔"

اندرا جی نے اس تقریر میں اور بہت سی باتیں فرمائیں جن میں حکومت کی پالیسیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اندرا جی نے یہ بھی بات صاف طور پر کہہ دی کہ غیر ملکی امداد ہم روس امریکہ اور دوسرے ممالک سے لے رہے ہیں یہ امداد کوئی خیرات نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا قرض ہے جو چھٹے پانچسالہ منصوبے کے کامیاب ہونے کے بعد ہر ملک کو اس کا تمام قرضہ واپس کر دیا جائیگا یہ کہنا کہ پنڈت جی زندہ ہوتے تو وہ غیر ملکی مدد نہ مانگتے۔ غلط ہے اگر پنڈت جی زندہ ہوتے تو وہ اس صورت حال کو دیکھ کے پتھر کی طرح خاموش نہ رہتے۔ ان کا دل و دماغ جوان تھا وہ غیر ملکی امداد عوام کی ضروریات کے پیش نظر ضرور قبول کر لیتے۔

وزیر اعظم کی صاف گوئی

۱۲ اور ۱۳ ار جون کی درمیانی شب میں ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ہندوستان کے اقتصادی حالات پر جو بیان دیا ہے اور روپے کی قیمت گھٹانے کے سلسلہ میں جو تشریحات کی ہیں وہ ملک کے تمام لوگوں کے لئے غور طلب ہیں۔ وزیر اعظم نے نہایت ہی صفائی سے اعلان کیا ہے:۔

نمبر(۱) "میں گذشتہ اتوار کو وعدے کے مطابق اس لئے تقریر نہیں کر سکی کہ روپے کی قیمت کے متعلق فیصلہ زیر غور تھا خصوصاً جنگ اور خشک سالی سے ملک کی اقتصادی تعمیر و ترقی مدہم پڑ گئی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ ایک حد تک ملک کی اقتصادی ترقی رک گئی ہے اور بینکوں کے توازن کے کرائسس سے صنعتیں بے کار ہو گئی ہیں اور مزدوروں کی تخفیف لازم ہو گئی ہے چھوٹی صنعتوں پر خاص اثر پڑا ہے بر آمد بند ہو گئی ہے۔ قیمتیں بڑھنے لگی ہیں۔ ہر طرف مایوسی اور ایجی ٹیشن ہے اور لوگ مصیبت میں مبتلا ہیں"

ملک کی اقتصادی حالت کا یہ جائزہ ایسا جائزہ ہے جو کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے ہندوستان کی ایکسپورٹ پالیسی تقریباً دو سال سے پستی کی طرف جا رہی تھی دنیا کی منڈیوں میں ہندوستان کا مال دوسرے ممالک کے مقابلہ میں گراں اور مہنگا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا سرمایہ جو بین الاقوامی بینکوں میں محفوظ ہوتا ہے وہ ایک ارب اسی کروڑ رہ گیا جبکہ ہندوستان جیسے ملک کا بین الاقوامی بینکوں میں سرمایہ ہر وقت دس ارب کے قریب رہنا چاہیئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آخر یہ سرمایہ گذشتہ دس سال سے کیوں گھٹتا چلا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سرمایہ دار جو بین الاقوامی منڈیوں کے لئے تھوک مال پیدا کرتے ہیں وہ اپنے ہی

ملک کے لئے ظالم ترین سرمایہ دار ہیں۔ آج تک ہمارے ملک میں تاجروں نے خود مل کر ایسی اقتصادی پالیسی نہیں بنائی کہ وہ دنیا کی منڈیوں کے لئے سستے سے سستا مال مہیا کریں۔ ہندوستان کے تھوک مال کی تجارت پر منافع کی شرح پانچ فیصدی سے کہیں زیادہ ہے۔ یہاں کے تاجر تھوک مال پر ۲۵ سے ۵۰ فیصدی تک نفع کمانے کی فکر میں رہتے ہیں کوئی بھی گورنمنٹ کہاں تک تاجروں کی اس نفع خوری کا مقابلہ کرے گی

ہندوستان کے تاجروں کو سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ ہندوستان کو اپنے روپے کی قیمت اسی لئے کم کرنی پڑی کہ تاجروں نے حکومت کے ساتھ کبھی اس معاملہ میں تعاون نہیں کیا۔ حکومت کے مخالفین روپے کی موجودہ قیمت کو آئندہ الیکشن کے لئے ایک نعرہ بنا رہے ہیں یہ محض ایک سیاسی گھٹیا قسم کا پروپیگنڈہ ہے۔ اندرا جی نے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی سچی بات کہی ہے :-

"میں آپ سے کھل کر بات کروں گی۔ روپے کی قیمت کے گھٹانے کا فیصلہ کچھ آسان نہ تھا یہ فیصلہ گہرے سوچ وچار اور غور و فکر کے بعد کیا گیا ہے اور اس فیصلہ کو ٹالنے کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی"

اندرا جی نے نہایت ہی صاف گوئی اور صاف بیانی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ ورلڈ بینک سے جو مراسلہ گورنمنٹ ہند کو ملا تھا اس میں یہ بات صاف طور پر درج تھی کہ ورلڈ بینک، ایکسپورٹ کی کمی کی وجہ سے موجودہ شرح پر ہندوستان کی طرف سے ادائیگیاں کرنے سے معذور ہے، ورلڈ بینک کے مراسلہ کی زبان صرف کاروباری زبان ہے لازمی طور پر حکومت کو اس مراسلہ کے بعد یا تو فیصلہ کرنا ہوتا کہ تمام دنیا سے تجارت بند کردے یا پھر یہ فیصلہ ضروری تھا کہ روپے کی شرح کم کرکے ایکسپورٹ پالیسی کو مقبول بنایا جائے کوئی بھی ہوش مند آدمی اس فیصلہ سے اختلاف نہیں کر سکتا حکومت کے مخالفین ان تمام نزاکتوں کو نظر انداز کرکے ہندوستان میں انتشار و افتراق پیدا کرنے

کی کوشش میں مصروف ہیں اور سماج دشمن طبقہ بین الاقوامی خرید وفروخت کی ان شرحوں کو ہندوستان کے اندر عوام پر لاگو کرنے کی فکر میں ہے۔ تاکہ ہندوستان کے اندر کرنسی کی حالت ابتر ہو جائے ہماری وزیراعظم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت مناسب بات کہی ہے :۔

انہوں نے کہا ایسی چیزوں کی قیمتوں کو بڑھانا حق بجانب نہیں ہو سکتا جن کی تیاری میں درآمدی اشیا شامل نہ ہوں انہوں نے قوم کو باور کرایا ہے کہ سماج دشمن عناصر کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ اگر ضرورت پڑی تو اس سلسلہ کے موجودہ قانون کے علاوہ مزید قانون بنانے میں بھی حکومت کو پس و پیش نہ ہوگا اور حکومت 'ایسے عناصر سے نمٹنے کے لئے زیادہ اختیارات حاصل کرے گی۔

ملک کے سماج دشمن عناصر کو اگر اپنی حرکتوں سے نہ روکا گیا تو عوام کی حالت نہایت ابتر ہو جائیگی ایک اچھی اور مستحکم حکومت کا فرض یہ ہے کہ وہ سماج دشمن عناصر کا طاقت کے ذریعہ سرکچل دے ۔ اندرا جی کا بیان تدبر اور حکمت اور صاف گوئی کا آئینہ دار ہے اور ہمیں امید ہے کہ ملک کے تمام سیاسی طبقے جذبات سے بالاتر ہو کر حکومت کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اور سماج دشمن عناصر کی شر انگیزیوں سے ملک کو بچائیں گے اس سے زیادہ عوام کا فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دل و دماغ سے مسائل پر غور کریں اور کوئی فیصلہ جلدی بازی سے نہ کریں اور سیاسی شعبدہ بازوں سے ہوشیار رہیں۔

وزیر خزانہ کا دورہ یورپ

روپے کی قیمت کم کرنے کے بعد بین الاقوامی رائے ہندوستان کے حق میں زیادہ بہتر ہوگئی ہے ہندوستان کو امداد دینے والے ممالک اور ورلڈ بینک ہندوستان کی اقتصادی مدد کرنے پر از سر نو غور کر رہے ہیں ہندوستان کی پوزیشن یہ ہے کہ جب تک ہمارا چوتھا پانچ سالہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا ہندوستان کی زرعی اور صنعتی پیداوار ترقی نہیں کر سکتی ایشیائی ممالک کو جن چھوٹی یا بھاری مشینوں کی ضرورت ہے ہندوستان ان کو جب ہی سپلائی کر سکتا ہے کہ وہ بڑی مشینیں پیدا کرنے کی صلاحیت کا اہل ہو جائے۔

آج بین الاقوامی اقتصادی اور سیاسی حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ کوئی ملک بڑا ہو یا چھوٹا، دوسرے ملکوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتا زر مبادلہ کی حالت اگر ٹھیک بھی ہو جائے تب بھی ہندوستان مغربی ممالک سے امداد لینے پر مجبور رہے اس لئے کہ سائنس کی ترقی نے مغربی ممالک کو جو اعزاز بخشا ہے وہ ایشیائی ممالک کو ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ ملکوں کی سیاست ضد پر نہیں تعاون اور رواداری پر چلتی ہے وزیر خزانہ کا دورہ اسی رواداری اور تعاون کی بنا پر ہو رہا ہے۔ نئی دہلی کے ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ:۔

"وزیر خزانہ مسٹر سچندر چودھری کل یہاں سے سترہ روز کے غیر ملکی دورے پر روانہ ہو رہے ہیں۔ اس دورہ کے دوران وہ چھ ممالک مغربی جرمنی، برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، اٹلی اور آسٹریلیا جائیں گے جہاں وہ امدادی کلب کے تمام ممبران سے ہندوستان کی غیر ملکی امداد کی ضرورتوں اور چوتھے پلان کے سلسلہ میں غیر ملکی

سرمایہ کی بابت کے سلسلہ میں بات چیت کریں گے: تاکہ عالمی بینک کی امداد کے پہلو بہ پہلو امدادی کلب کے ممبران کے تعاون کو بھی موثر بنایا جا سکے۔

وزیر خزانہ کا یہ دورہ موثر رہے گا ہندوستان کو اس وقت پانچ سالہ پلان اور دوسری ضرورتوں کے لئے ۱۴ - ۱۵ ارب روپے کی ضرورت ہے امدادی کلب کی ایک اطلاع کے مطابق ۷۰۵ کروڑ کی امداد تو ہندوستان کو ملنے والی ہے اس کے علاوہ جس امداد کی ضرورت ہندوستان کو فوری ہے۔ مسٹر چودھری کے دورہ کے بعد یہ امداد یقیناً مل جائے گی

ہندوستان میں کمیونسٹ پارٹی کے علاوہ کوئی بھی پارٹی ایسی نہیں ہے جو غیر ملکی امداد کے خلاف ہو، ان تمام پارٹیوں کا سیاسی رجحان یورپ کی طرف ہے الیکشن کے پروپیگنڈہ کے سلسلہ میں ہندوستان کی غیر کمیونسٹ پارٹیوں کو اس بات کا صدمہ ہے کہ یہ امداد ان کے ذریعہ ملنی چاہیئے تھی۔ اخبار پرتاپ جو کہ روس کے مقابلہ میں مغربی سیاست کا نقیب ہے اور جس کے سینکڑوں نہیں ہزاروں اداریئے امریکہ کی مدح سرائی میں چھپ چکے ہیں وہ بھی کانگریس کو امداد ملنے پر چراغ پا ہو رہا ہے مدیر پرتاپ کا ارشاد ہے کہ:-

"جس خبر کو پڑھ کر تمام ہندوستانیوں کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اسے پڑھ کر نہ جانے کیوں میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ بھارت کو ۷۰۵ کروڑ کی امداد ملنے والی ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ایک سال میں کبھی اتنی بڑی امداد آنے تک بھارت کو نہیں ملی۔ یہ ساری امداد غیر سرکاری کاموں کے لئے ہے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ پانچ چھ ماہ میں جو تجارتی ڈیڈ لاک "Deadlock" پیدا ہو گیا تھا فیکٹریوں اور کارخانوں کے بند ہو جانے سے جو خطرات نظر آ رہے تھے وہ اب اسی طرح دور ہو جائیں گے جیسے سورج کی کرنوں کے آتے ہی اندھیرا دور

ہو جاتا ہے۔ سرکاری حلقوں میں اطمینان کا سانس لیا جا رہا ہے نہ جانے کیوں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے"

اسے کہتے ہیں مخالفت برائے مخالفت ہندوستان میں چھیالیس کروڑ انسان آباد ہیں ان چھیالیس کروڑ انسانوں کے لئے روٹی، کپڑے، مکان اور روزگار کا بندوبست کرنا ہندوستان کی جمہوری حکومت کا پہلا فرض ہے۔ ہندوستان میں کوئی پارٹی بھی برسرِ اقتدار ہو، وہ اپنے عوام کو بھوکا نہیں مار سکتی۔ ایک اچھی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ملک میں قحط کے حالات نہ پیدا ہونے دے۔ تجارتی بحران نہ پیدا ہو۔ غیر ملکی تجارت میں کمی نہ آنے پائے ضروری درآمدات کا ملک کے کارخانوں اور فیکٹریوں میں فقدان نہ ہو۔ حکومت کے مخالفین کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہندوستان میں جو کارخانے اور فیکٹریاں ہیں ان کے لئے چالیس فیصدی پرزے باہر سے منگوائے جاتے ہیں ہندوستان ابھی خود کفیل صنعتی دور میں داخل نہیں ہوا کہ وہ ہر قسم کی مشنری بنا سکے۔ زراعت کیلئے جو ٹریکٹر روس، امریکہ اور مغربی جرمنی سے درآمد کئے جاتے ہیں اور ان کے فالتو پرزے کبھی ہندوستان میں تیار نہیں کئے جا سکتے اسی طرح تیسرے پلان تک جو بھی کارخانے لگائے گئے ہیں ان میں کام آنے والے چالیس فی صدی فالتو پرزوں کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ ان حالات میں اگر حکومت امداد کے لئے دوڑ بھاگ نہ کرے تو پھر کیا کرے کوئی جادو کی چھڑی یا الٰہ دین کا چراغ تو حکومت کے پاس نہیں ہے کہ وہ رات بھر میں اتنے بڑے ملک کے مسائل حل کر دے۔ گذشتہ دنوں شری راج بہادر نے انبالہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "حکومت ہند، صنعت و حرفت اور زراعت کی ترقی کے لئے جو پلان بھی بناتی ہے اس میں اس لئے کمزوری آجاتی ہے کہ ہندوستان کی آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ کے حساب سے ہر سال بڑھ رہی ہے اب ایسے حالات میں حکومت کیا کرے۔

اس پس منظر میں دیکھئے مسٹر سچندر چودھری کا دورہ کس قدر ضروری تھا یورپین ممالک کے مفکرین اور لیڈروں سے وزیر خزانہ ہی بات کر کے زیادہ سے زیادہ امداد لے سکتے ہیں۔ کسی ملک کی ضرورتوں کی صحیح تفصیل ایک وزیر خزانہ ہی بتا سکتا ہے۔

ایشیائی ممالک میں ہماری مصنوعات کی کھپت کا دارومدار بھی اس بات پر ہے کہ ہندوستان کے مشین ساز کارخانے جاری رہیں۔ ہندوستان کو ہر سال ایک ارب روپے کے فالتو پرزوں کی ضرورت ہے یہ ایک ارب روپے کے فالتو پرزوں سے ہندوستان کے کارخانے دس ارب روپے سالانہ کا مال تیار کریں گے جو مال غیر ملکی زر مبادلہ کمائے گا، ملیشیا، انڈونیشیا، برما، سیلون، نیپال، افغانستان اور دوسرے ۳۰ افریقی ممالک جو ہندوستانی مال کی کھپت کا میدان ہیں ان حقائق سے آنکھیں بند کر کے یہ کہنا کہ ہمیں کسی غیر ملکی امداد کی ضرورت نہیں۔ نہ صرف حقائق سے فرار ہے بلکہ ہندوستان کی کانگرس حکومت کے خلاف مکروہ سازش ہے۔

پارلیمنٹری مذاکرات

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے　　تم ہی بتاؤ کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

دنیا کے جمہوری ممالک میں اپوزیشن ممبر سخت سے سخت نکتہ چینی کے باوجود پارلیمنٹ کے آداب کو خیرباد نہیں کہتے اور پارلیمنٹ میں بازاری زبان نہیں بولتے۔ انگلستان اور امریکہ کے پارلیمنٹ ہاؤس میں اجلاس کے وقت بلا کی خاموشی چھائی رہتی ہے جن لوگوں نے ان اجلاسوں کی کارروائی دیکھی ہے وہ پارلیمنٹ کے آداب کو دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتے ہیں پارلیمنٹ کے اپوزیشن ممبر کھڑے ہوتے ہیں نہایت ادب واحترام سے اسپیکر سے مخاطب ہوتے ہیں اور بڑی ہی پیاری زبان میں پارلیمنٹ کو خطاب کرتے ہیں گھنٹوں کی بحث کے بعد بھی طبیعتوں میں تکدر ناگواری اور شکر رنجی پیدا نہیں ہوتی۔

پارلیمنٹ دراصل جمہوری تربیت کی درسگاہ ہے اس میں جو ممبر آتے ہیں وہ ملک کے لئے اعلیٰ درجہ کے معلم ہوتے ہیں۔ یورپ کے ایوانِ نمائندگان میں اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا ہے کہ ملک کے ایوان اعلیٰ میں کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس سے ملک میں لایعنی اور دور دراز کار مباحث کا دروازہ کھل جائے اور ملک کے اخبارات میں بلا وجہ تنقید و تبصرہ کے باب میں پارٹی بازی کی سطح پر عوام کو گمراہ کیا جائے۔ یورپ کی جمہوری روایات کا حسن دیکھ کر ہی ہم نے جمہوریت کو اپنایا تھا۔ ہندوستان کا وقار اسی میں ہے کہ پارلیمنٹ میں اہم ادب واحترام میں دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں کی صف میں کھڑے نظر آئیں۔ اور ہندوستان کی پارلیمنٹ کی کارروائیاں ایشیائی ممالک کے لئے مشعل راہ ہوں۔ بقول صدر جمہوریہ ہندوستان میں جمہوریت کا چراغ روشن ہے۔ اگر یہ چراغ بجھ گیا تو ایشیا کو سب سے

بڑا نقصان پہونچے گا ۔ اور اگر ہندوستان کی جمہوریت ختم ہوگئی تو پھر ایشیا میں جمہوریت واپس نہ آئیگی اس لئے جمہوریت کی حفاظت ہمارا فرض ہے ۔

اندرا جی نے اپنے دورۂ مدراس کے دوران ایک کانفرنس میں فرمایا تھا کہ اگر ایک دفعہ ہندوستان سے جمہوریت ختم ہوگئی تو پھر جمہوری نظام واپس نہ لایا جا سکیگا اس لئے جمہوریت کی حفاظت صرف حکومت ہی پر نہیں اپوزیشن پر بھی واجب ہے "

صدر جمہوریہ اور اندرا جی نے یہ باتیں فرما کر ہندوستان کے عوام اور اپوزیشن پارٹیوں کو انتباہ کیا تھا کہ جس طریق پر حکومت پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے اور جس انداز پر تحریکیں چلائی جا رہی ہیں یہ باتیں جمہوریت کے لئے سم قاتل ہیں ۔

پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس کے دوران اپوزیشن پارٹیوں کے ممبران نے جس اندازِ گفتگو کا مظاہرہ کیا ہے ۔ اور پارلیمنٹ کے آداب کو جس طرح ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے ۔ وہ تمام ہندوستانیوں کے لئے باعثِ شرم ہے ۔ آج اگر کانگریس کی حکومت ہے تو کل کسی اور پارٹی کی حکومت بھی آ سکتی ہے لیکن جو اندازِ گفتگو آج پارلیمنٹ میں اختیار کیا جا رہا ہے اور جس طرح اسپیکر کے حکم کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے وہ کسی طرح بھی جمہوری روایات کے مطابق نہیں ہے فارسی کی مشہور مثل ہے کہ " چاہ کن را چاہ در پیش " کسی کے راستے میں کنواں کھودنے والے کے لئے بھی کنواں تیار رہتا ہے تاکہ جب وہ سفر پر روانہ ہو تو خود بھی کنوئیں میں گر کر ختم ہو جائے

اس بات سے انکار نہیں کہ اپوزیشن پارٹیوں کو نکتہ چینی کا حق نہیں ہے اور اپوزیشن پارٹیاں پارلیمنٹ میں ملک کی حالت پر تبصرہ نہیں کر سکتیں ۔ جمہوریت کی تو تعریف ہی یہی ہے کہ ہر شخص کو آزادی کے ساتھ پارلیمنٹ کے اندر یا پارلیمنٹ سے باہر بات کرنے کی اجازت ہو ۔ ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی تعریف کرتے ہوئے امریکہ میں کہا تھا کہ جب تک کسی ملک میں تحریر و تقریر کی آزادی نہ ہو اس وقت تک

وہ ملک آزاد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ امریکن کانگریس کا سب سے بڑا کارنامہ
یہ ہے کہ اس نے ملک میں ہر قسم کے خیالات کے اظہار کی آزادی دے دی ہے

اٹھارہ برس سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان میں تحریر و تقریر کی آزادی
کا یہ حال ہے کہ حزب اختلاف کے ممبر پانی پی کر حکومت کو کوسنے دیتے ہیں فسطائی
اخبارات دن رات فسط وار اپنے کالموں میں گندا اچھالتے ہیں۔ وزراء کی نجی
زندگی پر بحث کی جاتی ہے دستر خوان کا بجٹ اور منہ کے نوالے بھی گنے جاتے ہیں
یہ وہ لوگ ہیں جن کے کردار کے پس منظر میں اس قدر عفونت ہے کہ جس کی بدبو سے
دماغی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہندوستان میں آزادی تحریر و تقریر کا مطلب
بہت ہی غلط سمجھ لیا گیا ہے جمہوریت میں آزادی تحریر و تقریر اس لئے دی گئی ہے
کہ عوام کو ادب و احترام سے گفتگو کرنے کے طریقے سکھائے جائیں حکومت سے
جائز اختلافات کے بارے میں گفتگو کا ایک معیار قائم کیا جائے پارلیمنٹ کی گفتگو ہی
سماج میں تحمل اور بردباری پیدا کرنے کا باعث ہوں۔ معاشرہ خون ریزی کی راہوں
کو چھوڑ کر امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عادی ہو جائے یہ کسی سماج
اور معاشرہ کی بہت بڑی خدمت ہے کہ عوام میں بردباری اور تحمل پیدا کیا جائے
ایک بھائی دوسرے بھائی سے اختلافات کے اظہار میں بھی محتاط طور پر گفتگو کرے

انگریزی قوم کے معاشرہ کو دیکھ کر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اس قوم میں
کس قدر گھریلو طور پر پارلیمنٹری آداب سے کام لیا جاتا ہے گھر کے تمام افراد
کوشش کرتے ہیں کہ ان کی زبان سے جو بھی جملہ اور لفظ نکلے وہ پارلیمنٹری ہو گویا
پوری کی پوری قوم پارلیمنٹری آداب میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ لارڈ جارج ایک
دفعہ پہاڑی سیر سے واپس آتے ہوئے راستہ بھول گئے۔ تو انھوں نے ایک کسان سے

پوچھا کہ مسٹر اس وقت میں کہاں ہوں؟ تو کسان نے جواب دیا کہ آپ اسوقت اپنی موٹر میں ہیں۔

لائیڈ جارج نے فوراً کہا کہ دوست آج تک پارلیمنٹ میں بھی میں نے ایسا پارلیمانی جواب نہیں دیا۔ جو اس وقت تم نے دیا ہے۔ گویا انگریزی قوم کی سرشت میں پارلیمانی جوابات گھر کر چکے ہیں پوری قوم کو برطانوی پارلیمنٹ نے تربیت دیکر ایک باوقار قوم بنا دیا ہے لیکن ہندوستان کی پارلیمنٹ میں خون خرابہ کی دھمکی دے کر قوم کو جو ذہن دیا گیا ہے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ عوام کے ہاتھ میں تلوار نہ دو جس کی دھار سب سے پہلے تمہاری ہی گردن پر آزمائی جائے گی۔

ہر تشدد کو ناجائز قرار دیا جائے

خواہ وہ فرقہ وارانہ ہو یا اقتصادی

الیکشن جیتنے کے سلسلہ میں اپوزیشن پارٹیاں جس ڈھنگ سے تحریکیں چلا رہی ہیں وہ جمہوری طرز کی تحریکیں نہیں ہیں۔ ان تحریکوں کا مقصد حکومت کے انتظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ غذائی بحران یا روزگار کی کمی یا ملازمین کے لئے مہنگائی الاونس کے مطالبات ٹرک والوں کے لئے ٹیکس کی رعایات کی بنیاد پر جمہوریت میں یہ اجازت تو نہیں دی جاسکتی کہ وہ حکومت کے پورے نظام میں تعطل پیدا کر دے اس سلسلہ میں اگر کوئی ایسی کارروائی کرے تو اس کا ڈٹ کر تشدد آمیز طریقہ پر جواب دیا جائے۔

بنگال، کیرالا کے بعد یو پی میں کمیونسٹوں کی سربراہی میں مسلسل ہنگامے ہو رہے ہیں اور خدشہ ہے کہ کمیونسٹ لیڈر اس تحریک کو ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیلانے کی کوشش کریں۔ ان حالات کا جائزہ لینے کے لئے نئی دہلی میں وزراء اعلیٰ کی کانفرنس میں وزیر داخلہ شری گلزاری لال نندا نے وہی باتیں فرمائی ہیں جو ہم نے ان کالموں میں گوریلا وار کے تحت عرض کی تھیں ہم نے لکھا تھا کہ

کمیونسٹ گوریلا وار کی کامیابی پر یقین رکھتے ہیں اور گوریلا وار کو ایک لمبی مدت تک چلانا چاہتے ہیں کہ حکومت کا نظام باقی نہ رہے لطف کی بات ہے کہ تشدد اور توڑ پھوڑ کی تمام کارروائیوں کو وطن دوستی عوام کی بھلائی کے نام پر برپا کیا جا رہا ہے۔ عوام میں اور خاص کر طلبہ میں ایسا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے کہ لوگ ان تمام کارروائیوں کی تائید کریں جو گوریلا وار میں کی جاتی ہیں۔

کمیونسٹ تحریک کا فلسفہ یہ ہے کہ مذہبی ممالک میں اقتصادی بحران کے زمانہ میں روٹی، کپڑا مکان اور روزگار کے نام پر عوام کو اکسایا جائے عوام مشتعل ہو کر خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیں، بنگال بند، ٹھیک اس زمانہ میں شروع کیا گیا کہ جبکہ قدرتی مصائب کیوجہ سے مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتیں پریشان تھیں بنگال میں غذا کی کمیابی کا پروپیگنڈا اس انداز سے کیا گیا کہ صوبہ کے تمام تاجر، کارخانہ دار، مل مالکان، فیکٹریوں اور بسوں والے غرض کہ دفتر میں جانے والے بابوؤں پر بھی خوف وہراس طاری ہو گیا۔ اور بنگال میں ہر شخص نے اپنے طور پر یقین کر لیا کہ اگر بنگال بند کے دوران کسی نے بھی اجتماعی زندگی کے لئے حرکت کی تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس خوف وہراس سے ریلوے کے ملازمین بھی متاثر ہوئے انھیں یقین تھا کہ اگر گاڑی چلائی گئی تو عوام گاڑی کو توڑ ڈالیں گے۔ اور ڈرائیور جان سے جائیں گے۔

وزیر داخلہ نے انھیں خطوط پر وزرائے اعلیٰ کانفرنس میں ملک کے امن وانتظام کے بارے میں بیان دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی خواہ بائیں بازو والوں کی ہو یا دائیں بازو والوں کی۔ اور سنیکت سوشلسٹ پارٹی ملک میں ایسی تحریکیں چلانا چاہتی ہیں جو لمبے عرصہ تک حکومت کی پریشانی کا باعث ہوں، شریمتی گاندھی نے وزرائے اعلیٰ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سنیکت سوشلسٹ پارٹی اور دونوں بازوؤں کی کمیونسٹ پارٹیاں ملک میں ایسے حالات پیدا کر رہی ہیں کہ حکومت کو مناسب طور پر کام کرنا مشکل ہو جائے ان پارٹیوں کا پلان یہ ہے کہ عوامی تحریکیں چلائی جائیں جن میں تدریجاً شدت پیدا کی جائے اور اس طرح حکومت کا امتحان لیا جائے کہ وہ امن وانتظام اور ضروری اشیاء کی بہم رسانی قائم رکھنے کی اہلیت رکھتی ہے یا نہیں"

نندہ جی نے مزید فرمایا کہ ڈائریکٹ ایکشن سے امن وانتظام کو جہاں بھی خطرہ لاحق ہو وہاں مضبوطی کے ساتھ سخت کارروائی کی جائے۔ وزیرداخلہ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض سیاسی پارٹیوں نے یہ حکمت عملی اختیار رکھی ہے کہ ریلوے ٹرانسپورٹ اور مواصلات میں رکاوٹیں ڈالی جائیں اور نظم ونسق کو مفلوج کرنے کی کوشش کی جائے۔

نندہ جی کا بیان بہت دیر میں آیا ہے اور وزرائے اعلیٰ کانفرنس بھی بڑی دیر سے بلائی گئی ہے۔ ملک میں اس وقت جو تحریکیں چل رہی ہیں وہ وقتی اور عارضی نہیں ہیں ان تحریکوں کی گہرائی میں ایسا فلسفہ کام کررہا ہے جو جمہوریت کی افادیت کو ختم کرکے ملک میں شخصی آمریت اور اجتماعی ڈکٹیٹرشپ کے نظام کو لانا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ جو لوگ جمہوری نظام حکومت ہی کے خلاف ہوں ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ حکومت کے ساتھ تعاون کرکے مسائل کو قومی سطح پر حل کیا جائے۔

جن سنگھ نے ملک میں جو سیاسی رول ادا کیا ہے کہ ہر جگہ لوگوں کو مشتعل کرکے فرقہ وارانہ فسادات کرائے ہیں۔ فسادات نے عوام کو ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ ملک میں تشدد کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ اب عوام کی باگ ڈور جن سنگھ کے ہاتھ سے نکل کر کمیونسٹ پارٹی کے ہاتھ میں آگئی ہے جن جذبات کی پرورش جن سنگھ نے کی تھی ان ہی جذبات سے کمیونسٹ کام لے رہے ہیں۔ مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے کہ کسی ایک پارٹی کے خلاف کارروائی کی جائے بلکہ فیصلہ کرنے کی بات یہ ہے کہ امن و سلامتی کے پیش نظر ملک میں ہر قسم کے تشدد کو ناجائز قرار دیا جائے اور ہر جگہ پولس افسران یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ عوامی سطح پر کسی رنگ میں بھی تشدد کی اجازت اگر عوام کو دی گئی تو عوام جس روز پولس کے خلاف تشدد پر اتر آئیں گے تو پھر حالات کو سنبھالنا دشوار ہو جائے گا۔ باندہ میں کیا ہوا۔ عوام نے پولس پر حملہ کر دیا پولس نے حفاظت خود اختیاری میں گولیاں چلائیں جس سے ایک اندازہ کے مطابق چار آدمی مرے

اندازہ کے مطابق ۲۰ آدمی ہلاک ہوئے - اور پچاس پولس مین زخمی ہوئے

عوام اور پولس کا ٹکراؤ صرف اس لئے ہوا کہ گذشتہ ۱۸ برس میں جہاں بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے پولس نے انہیں سختی سے نہیں روکا اور نہ ہی مظلوموں کی دادرسی ہوئی غلط تعلیم و تربیت کے نتائج بھی غلط ہی ہوتے ہیں -

جس خاندان میں لوگ اپنے بچوں کو جا و بے جا گالیوں سے نہیں روکتے وہ بڑے ہو کر خود خاندان کے لئے مصیبت ہو جاتے ہیں - ہندوستان کے سماجی نظام میں گھریلو تربیت یہ تھی کہ گھر کے بھنگی اور سقے کی بھی بچے عزت کریں اور نانا اور چچا کہہ کر پکاریں - کیونکہ پرانے لوگ جانتے تھے کہ اگر بچے ابھی سے منہ پھٹ اور منہ زور ہو گئے تو بڑے ہو کر خاندان کی عزت خاک میں ملا دیں گے -

وزیر داخلہ اور وزرائے اعلیٰ کے سامنے بھی یہی اصول ہونا چاہیئے - اگر ایک جگہ فسادات کو اس لئے نظر انداز کر دیا گیا تو کہ سیاسی مصالحت اسی میں تھی تو مخالف سیاسی پارٹیاں اپنی مصلحت کے تحت اسی رعایت سے فائدہ اٹھائیں گی "بند" کی تحریک، دفتروں میں کلرکوں کی بغاوت، محض ناقص جمہوری تعلیم و تربیت کی وجہ سے ہے اگر ۱۸ برس کے گذشتہ فرقہ وارانہ فسادات کا تجزیہ پہلے ہی قدم پر حقیقت پسندانہ کیا جاتا - تو ملک میں آج جو حالات پیدا ہو رہے ہیں وہ نہ ہوتے - وزرائے اعلیٰ کو ہر تشدد کے خلاف قدم اٹھانا چاہیئے اگر ایسا نہ کیا گیا تو حالت ہمیشہ ہی قابو سے باہر رہے گی -

حزب اختلاف تشدد کی راہ پر

جمہوری ممالک میں اپوزیشن پارٹیوں کا حکومت سے بڑا اختلاف رہتا ہے برطانیہ اور امریکہ میں اپوزیشن پارٹیاں عوام کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے پانچ سال تک برابر حکومت پر نکتہ چینی کرتی رہتی ہیں لیکن اس نکتہ چینی کی ایک حد ہوتی ہے وہ عوام کو اس درجہ مشتعل نہیں کرتیں کہ جب خود ان پارٹیوں کی حکومت ہو تو عوام ان سے ایسے مطالبات شروع کر دیں جن کا پورا کرنا ان کے بس میں نہ ہو ایک ایسے جمہوری ملک اور جمہوری عوام کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ جمہوریت کی پرورش کے لئے اپنے طور پر قربانیاں کریں۔ برطانیہ اور امریکہ کی جمہوریتیں جو طاقتور جمہوریتیں کہلاتی ہیں اس کی وجہ محض یہ ہے کہ برطانیہ اور امریکہ کے عوام نے اور وہاں کی اپوزیشن پارٹی کے لیڈروں نے حکومت پر نکتہ چینی کی جائز حدود کو کبھی نہیں توڑا حکومت پر گھڑے گھڑائے ہوئے الزامات نہیں لگائے ملک کے امن وسکون کو کبھی برباد نہیں کیا ملک کی اقتصادی اور سیاسی پالیسیوں پر ہمیشہ حقیقت پسندانہ تنقید وتبصرہ کیا۔ یورپ میں جمہوری ملکوں کے عوام نے عام اقتصادی بدحالی کو بہانہ نہ بنا کر۔ کام چھوڑ کر کارخانہ بند، دفتر بند، ریلوے بند، ٹرک بند، عدالت بند، وزارت بند، دیہات بند۔ نقابت بند، شہر بند۔ صوبہ بند کا پروگرام نہیں چلایا۔ نہ کہیں دفتروں میں قلم چھوڑ ہڑتال کی گئی اور نہ عوام کو تشدد پر آمادہ کیا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں اپوزیشن پارٹیوں اور خاص کر کمیونسٹ پارٹی نے جمہوریت کو فیل کرنے کے لئے "ودبند" کے نام پر گوریلا دار شروع کر دی ہے۔ اور ہندوستان کے کارخانوں، دفتروں لیبر یونینوں نے بند کی تحریک کو اس طرح اپنالیا ہے گویا بند کی تحریک کے بغیر کوئی مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔

سب سے زیادہ سہارا اقتصادی کرائسس اور بے روزگاری ملازموں کی تنخواہوں میں کمی اور غذائی بحران کا لیا جارہا ہے ہندوستان جو اس وقت ۵۴ کروڑ کی آبادی کا ملک بن گیا ہے۔ اس میں اگر غذائی بحران ہے یا تنخواہوں میں کمی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ایشیا کے اکثر ملک جن کی آبادی ہندوستان کے ایک ضلع کی برابر ہے اور رقبہ آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ ہے وہ بھی غذائی بحران میں مبتلا ہیں۔ اپوزیشن پارٹیاں اور دفتروں کی یونینیں یہ تو مطالبہ کرتی ہیں کہ بابوؤں کی ترقی فوراً ہی کردی جائے لیکن یہ نہیں دیکھتیں کہ آبادی کی رفتار تیزی سے بڑھ رہی ہے حکومت آج ایک اندازہ لگاتی ہے تو ایک رات اور دن گذرنے کے بعد اس کو دوسرا اقتصادی اندازہ لگانا پڑتا ہے حکومت ۴۶ کروڑ کا انتظام کر رہی تھی تو آبادی ۴۸ کروڑ ہوگئی جب چار سال کے بعد سے چوتھے پلان میں ۴۹ کروڑ کا حساب لگاکر کام کا نشان بنائیگی جب یہ نشانہ پورے ہونے کو ہونگے تو آبادی ۵۴ کروڑ ہوجائے گی۔

آبادی اس طرح بڑھ رہی ہے کہ شرح اموات کم ہے اور شرح پیدائش زیادہ ہے حکومت بوڑھوں کو زہر نہیں دے سکتی اور بچوں کو دوا سے محروم نہیں کرسکتی اس لئے شرح اموات میں زیادتی نہیں ہوسکتی یہ محکمہ حفظان صحت کا فرض ہے کہ وہ ملک کی عام صحت کو برقرار رکھے جب حکومت اس بارے میں غفلت نہیں کررہی ہے تو آبادی کی تیز رفتاری کا مسئلہ بھیانک صورت اختیار کر رہا ہے۔ دراصل یہ خود ملک کے عوام کا فرض ہے کہ وہ آبادی پر کنٹرول کریں۔ دفتر کے بابو ہوں یا افسر، کارخانہ کے مالک ہوں یا کاریگر کسان ہوں یا جھیل والے جھگیوں میں رہنے والے ہوں یا محلوں میں لیبر یونینوں کے نیتا ہوں یا سیاسی پارٹیوں کے لیڈر سب لوگ ضبط نفس سے محروم ہیں۔

مذہبی تعلیم کے سلسلہ میں بچے کو جوان ہونے تک جو تعلیم دی جاتی تھی اس تعلیم کا مرکزی تصور، ضبط نفس ہوتا تھا گناہ سے نوجوانوں کو ڈرا جاتا تھا اور یہ خیال جوانوں میں اس درجہ راسخ ہو جاتا تھا کہ ضبطِ نفس کی وجہ سے "تولید" ترقی نہیں کرتی تھی مائیں کنبہ میں ایک ایک لال کی سو سو بلائیں لیتی تھیں۔ دس کمانے تھے اور دو چار گھر میں بیٹھ کر کھاتے تھے کسی کو کسی کا کوئی شکوہ نہ تھا۔ میدانِ سیاست میں حکمرانہ اقتدار کی کشمکش رہتی تھی "ضبط نفس" کی وجہ سے اقتصادی بحران میں لوگ کبھی مبتلا نہیں ہوتے تھے۔

اب اس دور میں جبکہ ہمارا ملک خوش قسمتی سے آزاد جمہوری ملک ہے کیا عوام اور کیا خواص کیا عالم کیا جاہل سب پر قوتِ حیوانی غالب ہے اور یہی سب برائیوں کی جڑ ہے جس ملک میں ایک خاندان کی نجات لڑکا پیدا ہوئے بغیر ممکن نہیں وہ خاندان ضبط نفس پر کیسے یقین کر سکتے ہیں۔ لاکھوں خاندان ہندوستان میں ایسے ہیں جو دس لڑکیوں کے بعد لڑکا ہونے کی تمنا رکھتے ہیں اس لئے ضبط نفس کا مسئلہ سماجی طور پر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ بات نہیں کہ پہلے زمانہ میں یہ عقیدہ نہیں تھا۔ ہندو سماج میں یہ عقیدہ ہزاروں برس پرانا ہے، لیکن اس وقت قدرتی آفات اور وبائی امراض، بڑھتی ہوئی آبادی کا خاتمہ کر دیتی تھیں ہندوستان میں ہر وقت کہیں نہ کہیں ہیضہ اور طاعون کا مرض پھیلا رہتا تھا سنہ ۱۹۰۶ء کے طاعون میں کروڑہا لوگ لقمۂ اجل ہو گئے تھے محلے اور دیہات اس طرح خالی ہو گئے تھے کہ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔

لیکن جمہوریت کیا آئی کہ بیار لوگ حکومت کو ہر مرض کا علاج سمجھتے ہیں حالانکہ حکومت کوئی عطار کی پٹاری نہیں جس میں ہر مرض کی دوا ہو۔ کیا ان باتوں سے اپوزیشن پارٹیاں ناواقف ہیں سب جانتے کہ حالات کی خرابی کی

مرکزی وجہ کیا ہے کمیونسٹوں کا یہ طے شدہ پروگرام ہے جمہوریت کو فیل کیا جائے اور یہی پروگرام جن سنگھ کا ہے یہی پروگرام سنیکت سوشلسٹ پارٹی کا ہے یہی پروگرام دوسری پارٹیوں کا ہے البتہ ان پارٹیوں کے مقاصد الگ الگ ہیں ایک پارٹی یہاں ہندو اسٹیٹ بنانا چاہتی ہے۔ تو دوسری پارٹی ڈکٹیٹرشپ لانا چاہتی ہے۔ جمہوریت کے مقابلہ میں آمریت اور جماعتی ڈکٹیٹرشپ لانے کے لئے عوام کو مشتعل کیا جارہا ہے اور ان کے ہاتھ میں "بند" کی دو دھاری تلوار دیدی گئی ہے جس سے عوام خود اپنا گلا کاٹ رہے ہیں قومی املاک اور تجارت کو کروڑوں روپے کا نقصان پہونچ چکا ہے۔ امن وسکون کی زندگی میں تعطل پیدا ہوگیا ہے عوام پریشان ہیں۔ تاجر پریشان خود وہ عوام پریشان ہیں جو کہ ان تحریکوں میں پرجوش طریقہ پر حصہ لیتے ہیں جب عوام کا غضب تشدد میں بدل جاتا ہے تو حکومت کو بھی تشدد کرنا پڑتا ہے۔ اگر جمہوری حکومت میں آزادی تقریر و تحریر کا یہ مطلب ہے جو ہندوستان میں لیا جارہا ہے تو جان و مال اور تجارت کے تحفظ کی خاطر اس آزادی پر پابندی بھی لگائی جاسکتی ہے۔ نندہ جی نے جو بیان وزرائے اعلیٰ کانفرنس میں عوامی تحفظ کے بارے میں دیا ہے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

گوریلا وار

چوری چھپے پلوں کو اڑانا، ریلوں کو توڑنا، تیل کے ذخائر کو برباد کرنا، شہروں اور دیہات میں دستی بم مار کر لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا، طلبہ میں بے چینی پیدا کرنا غرضیکہ نظام زندگی کو کسی نہ کسی صورت میں معطل کرنے کے لئے تشدد آمیز کارروائیوں سے حکومت کو پریشان کرنا کمیونسٹ تحریک کی اصطلاح میں گوریلا وار کہلاتی ہے

کمیونسٹ گوریلا وار کی کامیابی پر یقین رکھتے ہیں اور گوریلا وار کو ایک ایسی لمبی مدت تک چلاتے ہیں کہ حکومت کا نظام باقی نہ رہے لطف کی بات یہ ہے کہ تشدد اور توڑ پھوڑ کی تمام کارروائیوں کو وطن دوستی، عوام کی بھلائی اور پرولتاری انقلاب کا نام دیا جاتا ہے۔ عوام میں اور خاص کر طلبہ میں ایسا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے جس سے لوگ ان تمام کارروائیوں کی تائید کریں جو گوریلا وار میں کی جاتی ہیں۔ کمیونسٹ تحریک کا فلسفہ یہ ہے کہ مذہبی ممالک میں اقتصادی بحران کے زمانہ میں روٹی، کپڑا، مکان اور روزگار کے نام پر عوام کو اکسایا جاتا ہے عوام مشتعل ہو کر خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار لیں

بنگال بند ٹھیک اس زمانہ میں شروع کیا گیا کہ جب قدرتی مصائب کی وجہ سے مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتیں پریشان تھیں، بنگال میں غذا کی کمیابی کا پروپیگنڈہ اس انداز سے کیا گیا کہ صوبہ کے تمام تاجر کارخانہ دار مل مالک ٹیکسی والے۔ بسوں والے غرضیکہ دفتر میں جانے والے بابوؤں پر بھی خوف و ہراس طاری ہو گیا اور بنگال میں ہر شخص نے اپنے طور پر یقین کر لیا کہ اگر بنگال بند کے درمیان کسی نے بھی اجتماعی زندگی کے لئے حرکت کی

تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس خوف وہراس سے ریلوے کے ملازمین بھی متاثر ہوئے انھیں یقین تھا کہ اگر گاڑی چلائی گئی تو عوام گاڑی کو توڑ ڈالیں گے اور ڈرائیور جان سے جائیں گے۔

خوف وہراس کے اس انتہائی یقین کے بعد بنگال میں کس کی یہ جرأت ہوسکتی تھی کہ بنگال بند تحریک کا مقابلہ کرے صوبہ کے تمام کاروباری حلقے اور سلسلہ رسل و رسائل کے تمام کارکن خاموش ہوکر تین دن تک گھروں میں بیٹھ گئے آخر صوبہ کی حکومت کو صلح کا اعلان کرنا پڑا۔ مرکزی وزیر داخلہ نے اپوزیشن پارٹیوں سے اپیل کی کہ ان کے مطالبات کا مرکز نتیجہ مان لے

مرکزی حکومت کی یہ اپیل اور بنگال کے وزیر اعلیٰ کی درخواست کہ میں بنگال بند والوں سے بات چیت کرنے کے لئے تیار ہوں بہت بڑی انتظامی کمزوری تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوریلا وار کا جو منصوبہ ہندوستان کے لئے بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے مشورہ پر چلایا گیا تھا کامیاب ہوگیا۔ اب ہر بند کی آواز سے صوبائی حکومتیں اور اضلاعی افسران ایک نئے سیاسی دردِ سر میں مبتلا ہوگئے "بند" گوریلا وار کی ایک نئی شکل ہے اب ہندوستان میں ہر ضلع میں پولس عوام کے پیچھے دوڑتی رہے گی اور عوام پولس کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے "بند" کیا ہے ایک دودھاری ننگی تلوار ہے جو خود اپنوں کے ہاتھوں اپنوں کا گلا کاٹے گی۔

"بند" کی تحریک کا تجزیہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تحریک اس طرح شروع کی جارہی ہے کہ ہندوستان کے عوام غیر ملکی حکومت کے خلاف صف آرا ہوگئے ہیں۔ یہ صورت حال ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے لئے نہایت ہی تباہ کن صورت حال ہے۔

مرکزی حکومت اور مرکزی کانگریس کے لیڈروں کو اس "بند" کی تحریک کے بارے میں تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی ایسی راہ نکالنی چاہیئے جس سے ملک کی انتظامی حالت میں خرابی نہ آئے۔ اصل تو ہندوستان کے تمام کانگریسی ورکروں کا فرض ہے کہ وہ "بند" تحریک کا مقابلہ عوامی سطح پر کریں اور عوام میں یہ جذبہ ابھاریں کہ بند کی تحریک سے نہ صرف یہ کہ حکومت کی انتظامی مشنری کو نقصان پہونچتا ہے بلکہ عوام کی روزمرہ کی زندگی پر جمود طاری ہو جاتا ہے حرکت میں برکت کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ جبری بیکاری اور نظر بندی سے سماجی اور معاشرتی زندگی میں سینکڑوں برائیاں سر اٹھاتی ہیں۔ مذہبی جذبات کمزور ہو جاتے ہیں عوام میں بیدلی اور انارکی پھیل جاتی ہے عیاشی اور تماش بینی کا زور ہو جاتا ہے جب عوام کی کاروباری حرکت کو مفلوج بنا دیا جائے گا تو عوام سر پھرے اور مجنون ہو جائیں گے۔

آل انڈیا کانگریس اور حکومت سے بعض نادانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے اثرات دور رس ہوتے ہیں۔ بمبئی میں مہاراشٹر والوں کا زور دیکھ کر فیصلہ دیدیا گیا کہ میسور اور مہاراشٹر کے درمیان یک نفری حد بندی کمیشن قائم کیا جائیگا کانگریس کی اپنی تنظیم اور اپنی حکومت کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ آئینی اور انتظامی اعتبار سے نہایت ہی بے تکا تھا۔ وہی بات جو میسور میں دو ماہ کے ایجی ٹیشن کے بعد آل انڈیا کانگریس نے کہی ہے کہ دونوں ریاستوں کے وزراء اعلیٰ مل کر اس سرحدی جھگڑے کو نپٹائیں۔ کیا یہ بات بمبئی کے اجلاس میں نہیں کہی جاسکتی تھی؟ یک نفری کمیشن کے فیصلہ کے بعد، میسور کانگریس کی ایک اضلاعی شاخ نے وہ طوفان اٹھایا کہ ریلوے بند، سڑک بند" کا پروگرام شروع ہو گیا "میسور" کانگریس" کا یہ فیصلہ گوریلا وار کی تیاری کرنے والے تشدد پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کے لئے کافی تھا

یو پی بند کی جو رپورٹیں آئی ہیں ان میں کئی اضلاع میں پولس کو گولی چلانا پڑی

حکومت یو پی کے ترجمان کا یہ بیان

کہ ۵۲ میں ۳۵ اضلاع میں امن رہا اور باقی ۱۷ - اضلاع میں پولیس کو کارروائی کرنی پڑی جس کے نتیجہ میں پانچ ہلاک اور ۱۰۵ مجروح ہوئے۔ یہ بند کی تحریک نہیں ہے۔ گوریلا وار کے فلسفہ کی نئی شکل ہے۔ حکومت یو پی کے ترجمان نے جو بیان دیا ہے اس کا متن ملاحظہ فرمایئے۔

"سرکاری طور پر کہا گیا ہے کہ یو پی کے ۵۲ - اضلاع میں ۳۵ - اضلاع میں امن وامان قائم رہا۔ لیکن بعض اضلاع میں تشدد کے واقعات ہوئے ان میں بڑا حادثہ باندہ میں ہوا جہاں پولس نے مظاہرین پر گولی چلائی۔ ہجوم باندہ کلکٹریٹ میں جمع ہو گیا تھا اور اس نے پولس پر خشت باری کی۔ اور پولیس کی رائفلیں چھیننے کی کوشش کی جس پر پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ اس گولی سے ہلاک ہونے والوں کے علاوہ پولیس کے افسران بھی زخمی ہوئے اور ۵۹ پولیس مین بھی زخمی ہوئے۔

"بند" کی تحریک جمہوریت کش تحریک ہے اس سے لوگوں میں قانون کی عظمت باقی نہ رہے گی اور پھر ایک ایسا خونی انقلاب ملک میں برپا ہو گا جسے روکا نہ جا سکے گا اور جمہوریت دم توڑ جائے گی۔

جمہوریت کا مستقبل

ہندوستان کا آئین ہندوستان کے ہر شہری کو حق دیتا ہے کہ وہ اپنے جائز حقوق کا حکومت سے مطالبہ کرے برطانیہ اور امریکہ میں جمہوریت عوام کے دماغوں میں اپنی اصلی شکل وصورت کے ساتھ ہر وقت موجود رہتی ہے اور ان ممالک کے عوام جمہوریت میں اپنا سب سے پہلا فرض یہ سمجھتے ہیں کہ مشکل سے مشکل حالات میں قانون کی تقدیس و عظمت قائم رہے۔ ہندوستان کا جمہوری ڈھانچہ بھی امریکہ اور برطانیہ سے مستعار لیا گیا ہے اور ہندوستان کا آئین بنانے والوں کا خیال تھا کہ آہستہ آہستہ جمہوری غذا ہندوستانی کے عوام کے جزوِ بدن بنتی چلی جائے گی۔ ہندوستان کے بنیادی فلسفہ "عدم تشدد" سے جمہوریت کے صحت مند برگ وبار پیدا ہوں گے ہندوستان کے عوام طبعی طور پر ٹھنڈے ہیں ٹھنڈے عوام سے توقع تھی کہ وہ آئین وقانون کا احترام کرکے دنیا پر ثابت کردیں گے جمہوریت کا جو چراغ ہندوستان میں جل رہا ہے اس کی روشنی سے تمام ایشیائی ممالک فیض یاب ہوں گے۔

کانگریس حکومت نے نہایت تحمل و بردباری سے ۱۸ سال سے کوشش کر رہی ہے کہ ہندوستان کے عوام کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی رہے۔ اخبارات کامل آزادی کے ساتھ حکومت کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کریں۔ گذشتہ دو الیکشنوں میں حکومت نے کسی پارٹی پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اپوزیشن پارٹیوں کے ہر پروپیگنڈے کا جواب پروپیگنڈے سے دیا لیکن اب چوتھے الیکشن سے پہلے ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیوں نے جو کردار ادا کرنا شروع کیا ہے یہ کردار جمہوری کردار نہیں ہے تشدد

کی راہ اختیار کرکے حکومت سے مطالبہ منوانا آمریت کو دعوت دینا ہے۔ کیرالہ کے کمیونسٹوں اور جن سنگھ والوں نے عوام کو جمہوری طرز حکومت سے بغاوت کرنے کی تلقین کرنی شروع کر دی ہے جن سنگھ ہندوستان میں جارحانہ "ہندو اسٹیٹ" کے خواب کو پورا کرنا چاہتا ہے اور کمیونسٹ اس کے برعکس ایسی جارحانہ عوامی اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں جہاں فکر و نظر اور تحریر و تقریر کی آزادی سلب کرلی جائے۔

انسان کی دماغی غذا آزادی رائے ہے اگر انسان سے یہ حق چھین لیا جائے تو انسان بھیڑ بکریوں کا گلہ بن کر رہ جائیں گے جنہیں صبح و شام چارہ تو مل جائیگا لیکن میں میں کرنے کی اجازت نہ ہوگی روس میں اسٹالن اور بیریا کے دور میں لاکھوں انسانوں کو خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کا قصور یہی تھا کہ وہ صبح و شام 'چارہ' کھانے کے ساتھ ساتھ میں میں کرنے لگے تھے۔

جن سنگھ کو ہندوستان میں صرف یہ رول رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہندو عوام کو مشتعل کرے، جن سنگھ کے اخبارات من گھڑت کہانیاں بیان کرکے ایسے فسادات کراتے ہیں جن سے ہندوستان کی جمہوریت اپنا سر پیٹ لیتی ہے سیاسی اختلاف رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپوزیشن پارٹیاں عوام کو تشدد پر ابھاریں "بنگال بند" کے بعد سے اپوزیشن پارٹیوں نے تشدد کی راہ اختیار کی ہے۔ مدراس میسور اور کیرالا میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے کسی طرح بھی مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا کروڑوں روپے کی ریلوے جائیدادیں جلا کر خاک کر دی گئی ہیں۔ گاڑیاں روکی جارہی ہیں تشدد کی کوئی ایسی کارروائی نہیں جو جن سنگھ اور کمیونسٹ ہندوستان میں نہ آزما رہے ہوں۔

جن سنگھ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل و غارتگری سے ایشیا کے چالیس اسلامی ملکوں میں ہندوستان بدنام ہوتا ہے

دہلی کا آرگنائزر، اور بمبئی کا مدر انڈیا اسلام کی توہین کرکے اپنے دل کی تسکین تو کرسکتے ہیں لیکن جن مسلمان ملکوں کے سفارت خانے دہلی اور بمبئی میں ان کے ساتھ وہ ہندو مذہب کی شریفانہ روایات کے خلاف دھرم اور دھرم والوں کو بدنام کرتے ہیں۔ ہندوستان کی خارجہ پالیسی کا مرکز نقطہ عربی ممالک کی پالیسی کو ہندوستان کے حق میں قائم رکھنا ہے تاکہ اربوں روپیہ کی تجارت تیل کے علاقوں میں ہوتی رہے لیکن جن سنگھ کو اس سے کوئی غرض نہیں جن سنگھ اور کمیونسٹ اپنے دستورالعمل کے اعتبار سے ہندوستان کی جمہوریت کے لیئے زہر ہلاہل ہیں یہ دونوں پارٹیاں ہندوستان میں کو امن وسکون کا جام پلانے کے بجائے نفرت وحقارت آمریت وتشدد کا زہر گھول کر جام پر جام پلائے جا رہی ہیں عوام کی ذہنیت کو زہر آلود کرنے والے شاید اس نشہ میں سرمست ہیں کہ وہ اس حکومت کا تختہ الٹ کر راج گدیوں کے مالک ہو جائیں گے تو یہ خیال خام ہے ایشیا میں جہاں بھی جمہوریت کا چراغ گل ہوا ہے اور عوامی پارٹیوں کو جہاں بھی شکست ہوئی ہے اس کے بعد فوجی راج نے جگہ لی ہے اور فوج کے ارکان نے چن چن کر ان لوگوں کو پہلے ختم کیا ہے جو عوام کو زہر کے جام پلایا کرتے تھے

ان تمام حالات کو سامنے رکھ کر اندرا جی نے اپنے دورہ کیرالا میں یہ بات صفائی سے کہدی ہے کہ :۔

”جو حالات مدراس اور کیرالا میں ہیں ان سے ہندوستانی جمہوریت کو مستقبل میں خطرہ ہے اور جمہوریت اگر ایک دفعہ اس ملک سے ختم ہوگئی تو پھر اسے قائم کرنا یا دوبارہ لانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائیگا“

اندرا جی نے مزید فرمایا کہ ”ملک کے سامنے جو مشکلات ہیں وہ اس وقت تک حل نہ ہو سکیں گی جب تک کہ عوام اس طرح متحد ہو کر ان مشکلات کا مقابلہ

نہیں کریں گے۔ جس طرح جدوجہد آزادی کے درمیان عوام نے متحد ہو کر جنگ آزادی لڑی تھی۔" اندرا جی نے اپنی تقریر میں اس بات کا اقرار کیا کہ اقتصادی خوشحالی کے بغیر سیاسی آزادی بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے حکومت ہندوستان کی خوشحالی کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی ہے۔ اقتصادی مشکلات کے بارے میں یہ سوچنا کہ حکومت کی لائی ہوئی مشکلات ہیں یا حکومت کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ بات واقعات کے خلاف ہے ہندوستان کی آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ کے حساب سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ آبادی بڑھنے کی یہ رفتار کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے ہندوستان ابھی صنعتی طور پر اتنا ترقی پذیر نہیں ہے کہ وہ زرعی پیداوار کے میدان میں روس اور امریکہ کی طرح مشینی اوزاروں سے اپنی پیداوار بڑھا سکے اس پر قدرتی مصائب کا سلسلہ جاری ہے دو سال سے بارش کی کمی ہے۔ اس وقت کوئی بھی حکومت برسر اقتدار ہوتی وہ بھی انہی مشکلات میں مبتلا ہوتی جن مشکلات کا سامنا آج کانگریس حکومت کو ہے۔ لوہیا صاحب ہوں یا کوئی اور صاحب مشکلات کو عوامی سطح پر حل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

جمہوریت کا تحفظ ضروری ہے

ہندوستان کی آزادی کے بعد ہندوستان کی مجلس آئین ساز نے (جس کے ممبران کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی) ایک سال میں ہندوستان کے لئے جمہوری زندگی کا دستور العمل بنایا جس میں کہا گیا تھا۔

"ہندوستان کے تمام باشندوں کو خواہ کسی نسل یا مذہب سے تعلق رکھتے ہوں انھیں کھانے پینے، رہنے سہنے کے علاوہ تحریر و تقریر کی مکمل آزادی ہے اور ہندوستان کے ہر شہری کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جائز حقوق . . . پُر امن طور پر حکمرانوں سے طلب کر سکتا ہے۔

گذشتہ اٹھارہ برس میں کانگریس حکومت نے ہندوستان میں جمہوری زندگی کا شعور پیدا کرنے کے لئے ہندوستان کی تمام اپوزیشن پارٹیوں کو اجازت دی کہ وہ حکومت کے خلاف جائز و ناجائز جو نکتہ چینی چاہیں کریں۔ گذشتہ تین الیکشنوں میں اپوزیشن پارٹیوں کی طرف سے کئی کروڑ اشتہارات اور کتابچے شائع کیے گئے ان اشتہارات اور کتابچوں میں . . . غیر مہذبانہ لب و لہجہ اختیار کیا گیا۔ مقررین نے جو منہ میں آیا کہا لیکن حکومت نے الیکشن کے دوران یا الیکشن کے بعد کسی پارٹی یا فرد کو پابند سلاسل نہیں کیا کسی کو دبانے کے لئے کوئی دھمکی نہیں دی۔ کسی پارٹی کے خلاف نہ مقدمہ بنایا اور نہ اسے ختم کرنے کے لئے کوئی سازش کی حتیٰ کہ حالیہ ہند پاک تصادم کے دوران جن اپوزیشن پارٹیوں کے ممبروں کو نظر بند کیا گیا تھا جنگ کے خاتمہ پر جتنی جلدی ہو سکا ان کو رہا کر دیا گیا۔

حکومت کی طرف سے یہ رعایتیں اسی لئے دی گئی ہیں کہ ہندوستان میں عوام کو

جمہوری تربیت ملے۔ عوام اور پارٹیاں جمہوری طرز زندگی کے عادی ہو جائیں اور آہستہ آہستہ اپنے قول و فعل میں توازن پیدا کریں جمہوری ملک کے عوام اور پارٹیوں کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اعصابی اور مسلح انقلاب کی خطرناک روش کو چھوڑ کر جمہوری طریقوں پر حکومت کو بدلنے کی کوشش کریں۔ گذشتہ تین الیکشنوں میں کانگریس حکومت نے تمام پارٹیوں کو موقع دیا کہ عوام کی رائے حاصل کر کے کانگریس پارٹی کو شکست دیں لیکن تینوں الیکشنوں میں عوام نے اپوزیشن پارٹیوں کو اس قابل نہ سمجھا کہ وہ حکومت کا کاروبار چلا سکیں گی تیسری مرتبہ بھی کانگریس ہی کو حکومت کرنے کا موقع ملا۔

تیسرے جنرل الیکشن کے بعد دنیا کے جمہوری عوام اور جمہوری حکومتوں نے ہندوستان کی جمہوری زندگی کی بے حد تعریف کی ہے ایشیائی ممالک میں ہندوستان ہی کو یہ فخر حاصل ہے۔ ہندوستانی سماج میں باوجود کمزوریوں کے تمام مذاہب کا مذہبی کردار زندہ رہا۔ سوشلزم کی اقتصادی تنظیم کے باوجود پرائیویٹ سیکٹر میں ایسی مداخلت نہیں کی گئی جس کو ظلم و ستم سے تعبیر کیا جاتا۔

ایسے ملک میں جہاں سیکڑوں سال تک چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں شاہی نظام حکومت رہا ہو جس ملک میں جاگیرداروں اور زمینداروں کے جراثیم ہوں جہاں ذات پات کی حد بندیوں نے انسانیت کو گمراہ کیا ہے ایسے ملک کے عوام کی جمہوری تربیت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا گذشتہ اٹھارہ برسوں میں ہندوستان کے کونے کونے میں لاکھوں برائیوں نے سر اٹھایا یہ برائیاں سماجی بھی تھیں اور اقتصادی بھی، فرقہ وارانہ بھی تھیں اور نسلی بھی، قبائلی بھی تھیں اور لسانی بھی کانگریسی حکومت نے ان برائیوں کا مقابلہ پروپیگنڈے سے کیا اور بہت سی مشکلات کو تدبر و حکمت سے حل کیا اور مجموعی طور پر حکومت کو جن تدبیروں پر مبارکباد دی گئی

ایشیا کے نو آزاد ممالک میں دس سے زیادہ ایسے ممالک ہیں جہاں جمہوریت سال دو سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکی مسلح فوجی انقلاب نے جمہوریت کو موت کی نیند سلا دیا یہی نہیں بلکہ بڑی ہی بے دردی کے ساتھ دوستوں نے دوستوں کو دار پر چڑھا دیا۔ کانگو میں وزرا کو بر سر عام پھانسی دے کر دنیا کے جمہوری عوام کو دہشت زدہ کیا گیا ہندوستان ہی اس دور میں ایک ایسا ملک ہے جہاں اپوزیشن پارٹیوں کے کسی لیڈر کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی

ہندوستان کے فرقہ وارانہ ہنگامے قابل مذمت ہیں، لیکن دیکھئے فرقہ وارانہ ہنگاموں کے چند دن بعد ہی لوگوں میں عام میل ملاپ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بھائی سے بھائی آملتے ہیں کاروبار ہونے لگتا ہے زندگی اپنی معمول پر آجاتی ہے

اس طرح ہندوستانی عوام کو روز بروز درجہ بدرجہ جمہوری طرز زندگی کا سبق مل رہا ہے اور عوام میں جمہوری توانائی آرہی ہے عوام کو جمہوری طرز زندگی کا عادی بنانا دس بیس برس کی بات نہیں ہے برطانوی حکومت کی جمہوری زندگی کے ابتدائی پچاس برس کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے برطانیہ کی جمہوری لیڈر شپ نے پارٹیوں کی ہنگامہ آرائیوں کا کس طرح مقابلہ کیا اور برطانوی عوام کو جمہوری طرز زندگی کا عادی بنانے کے لئے کیا کیا کاوشیں نہیں کیں۔

بد قسمتی سے یہاں بھی برطانیہ کی طرح جمہوریت کے اس ابتدائی دور میں کچھ ایسی پارٹیاں سر اٹھا رہی ہیں جن کا مقصد ملک میں مسلح بغاوت کرانا ہے یا ملک کو پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا ہے پارٹیوں کا یہ طرز عمل ہندوستانی آئین و قانون سے بغاوت ہے یہ غیر جمہوری طرز عمل ہندوستانی آئین و قانون سے بغاوت ہے اس غیر جمہوری طرز عمل اور بغاوت کو کچلنے کے لئے صدر جمہوریہ ہند نے ۲۶ جون کو ایک آرڈی ننس جاری کیا ہے جس میں

کہا گیا ہے کہ :-

(۱) ہندوستان کے کسی حصہ کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کا پرچار کرنا خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔

(۲) اس آرڈی ننس کی رو سے ایسے افراد اور انجمنوں کے خلاف کارروائی کی جا سکتی ہے جو غیر سرکاری سرگرمیوں کی مرتکب ہوں۔

(۳) کوئی بھی انجمن غیر قانونی قرار دی جا سکتی ہے جو غیر قانونی سرگرمیوں میں مصروف ہو یا ایسی سرگرمیوں کی ہمت افزائی کر رہی ہو۔

(۴) ایسی سرگرمیاں بھی خلاف قانون اور غیر قانونی متصور ہوں گی جن کا مقصد غیر قانونی طور پر مسلمہ سرکار کو الٹ دینا ہوگا۔"

یہ آرڈی ننس اس لئے جاری کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی بعض انجمنیں اور افراد کھلے بندوں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کے وزیروں کو کوڑے لگاؤ اور تشدد کے ساتھ حکومت کا تختہ پلٹ دو۔ اس کا تدارک یہی تھا کہ حکومت ایک قانون کے ذریعہ ہندوستان کے جمہوری عوام کی جمہوری زندگی کو تشدد کی دست برد سے بچائے ایسے قانون برطانیہ اور امریکہ میں جمہوریت کی ابتدا پچاس سال میں بنائے گئے تھے برطانیہ اور امریکہ کی آج صیقل شدہ جمہوریت ایسے ہی قوانین کا ثمرہ ہے۔

بابِ چہارم

بین الاقوامی سیاست کے خدوخال

کوسی گن

امن وسلامتی کا نمائندہ

جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

انسانی زندگی کی ریل پیل جدوجہد اور چمک دمک میں "فرد" کی حیثیت بہت ہی ممتاز رہی ہے۔ فرد کا تعلق خاندان سے اور خاندان کا تعلق قبیلے سے قبیلہ کا تعلق سماج سے اور معاشرہ کا جماعت سے اور جماعت کا تعلق حکومت سے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔

" افراد کی تبدیلی قوموں اور ملکوں کی تبدیلی کا حکم رکھتی ہے گذشتہ جنگ عظیم کے شروع ہونے سے پہلے جرمنی میں چمبرلین وزیراعظم برطانیہ کی ملاقات ہٹلر سے ہوئی تھی برطانوی پارلیمنٹ نے چمبرلین کی تجاویز کو نہ مانا اور ہٹلر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا جنگ کرنے کا فیصلہ چرچل کا ذاتی فیصلہ تھا جس کے سامنے برطانوی پارلیمنٹ کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا ٹوری پارٹی کے ممبران چرچل کے جنگ بازی کے نعرے سے متاثر ہو گئے اس طرح دنیا میں دوسری جنگ عظیم اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ شروع ہو کر ختم ہو گئی تو دنیا نے یک زبان ہو کر کہا کہ چرچل جنگ جیت کر ہار گیا ہے برطانوی قوم کو ایشیا کے تمام ممالک کو دیر یا سویر چھوڑنا پڑا

چمبرلین نے برطانیہ کی وزارت عظمیٰ چھوڑتے وقت صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ اگر برطانیہ جنگ عظیم شروع کرنے کا بانی بنا تو آئندہ سو برس تک برطانیہ کو سنبھلنے میں لگ جائیں گے یہ بات نہایت ہی سچی ثابت ہوئی۔ چمبرلین نے برطانیہ کے مستقبل کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ اب اس پر انگلستان میں سینکڑوں

کتابیں لکھی گئی ہیں

کوسی گن بھی آج چمبرلین کی پوزیشن میں ہیں گذشتہ تین سال کا تجربہ شاہد ہے کہ روس کے گرم وزیراعظم خروشچیف کے بعد کوسی گن نے نہایت ہی تدبر و حکمت کا ثبوت دیا ہے گذشتہ تین سال کے عرصہ میں بین الاقوامی تلخی کو کم کرنے کے لئے کوسی گن سے جو کچھ ہو سکا۔ انھوں نے کیا امریکہ اور روس کے تعلقات میں توازن پیدا کرنے کے لئے وزیر اعظم روس نے ہمیشہ دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔

ہند پاک جنگ میں اور جنگ کے بعد کوسی گن کا سلوک دونوں ملکوں کے ساتھ ایک مخلص دوست کا سلوک رہا ہے۔ سامراجی منافقت کے بعد روس کے وزیر اعظم نے ہند پاک لیڈروں کو گلے ملا دیا۔ تاشقند کی یادگاری ملاقاتوں میں "کوسی" نے جس انسانیت دوستی کا ثبوت دیا ہے اس کے لئے ساری دنیا "کوسی" کی شکور رہے ورنہ ہند پاک کی جنگ کے بعد حالات جس نازک مرحلہ پر پہنچ چکے تھے۔ ایشیا کو خاکستر کر دیتے لیکن "کوسی" کی حکمت عملی نے ایشیا میں بہت بڑے تصادم کو روک کر یہ ثابت کر دیا کہ "فرد" کو جماعت میں اب بھی فوقیت حاصل ہے۔ اور فرد کے اعلیٰ کردار کے بغیر جماعتیں نہیں چل سکتیں۔ اسلام نے انفرادی تقویٰ کو جماعتی تقدیس کی بنیاد قرار دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض کا ذاتی کردار اس قدر پاکیزہ اور بلند تھا کہ دنیا کے تمام حکمرانوں کے لئے مشعل راہ تھا۔ گاندھی جی نے کھلے بندوں حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض کے حکمرانہ کردار کی تعریف کی اور کانگریسی وزراء کو ہدایت کی کہ وہ خلفائے اسلام کی زندگیوں کی پیروی کریں تاکہ امن و سلامتی کے ساتھ حکمرانی کے فرائض ادا کر سکیں۔

آج کی حکمرانی میں اگرچہ جماعت کو غلبہ حاصل ہے اور کام کی تائید اکثریت سے کرانا ضروری ہے۔ لیکن اگر جماعت کو بھی "فرد" کامل حاصل نہ ہو تو قومیں چند ہی روز میں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ جہانبانی تحمل، صبر اور گہرے غور و فکر کے بغیر نہیں چل سکتی۔ بقول اقبال۔ ع جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا۔"

کوسی گن کے متعلق افواہ تھی کہ وہ مستعفی ہو رہے ہیں اس خبر سے دنیا کے دانشوروں کے سامنے دنیا کے امن کا سوال ابھر کر آگیا۔ ویت نام کی جنگ کے زمانہ میں چین کی زبردست خواہش ہے کہ روس کی لیڈر شپ میں ایسی تبدیلی ہو جائے جو چین کے اشارے پر چلے چین دنیا میں ایک دفعہ لڑائی لڑ کر جی ہلکا کرنا چاہتا ہے چین پر آبادی کا دباؤ جنگ کا باعث ہے۔ عوامی زندگی اور پبلک سیکٹر کے بڑے بڑے دعوے کرنا تو بہت آسان ہے لیکن ۸۰ کروڑ کی آبادی کو روٹی کپڑا مکان دینا آسان نہیں ہے۔

چین کے لیڈروں کی ہٹلر کی طرح دلی خواہش ہے کہ امریکہ کے ساتھ جنگ کر کے چین میں آبادی کے دباؤ کو کم کیا جائے۔ اس لئے چین کے لیڈروں کی دلی خواہش تھی کہ روسی لیڈر شپ میں تبدیلی آجائے اور مسٹر کوسی کو وزارت عظمیٰ سے سبکدوش کر دیا جائے۔

چینی لیڈروں کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور روس کی پارلیمنٹ کے پندرہ سو مندوبین نے وزیر اعظم کوسی گن کو دوبارہ روس کا وزیر اعظم چن لیا۔ مسٹر کوسی گن کے دوبارہ وزیر اعظم چن لئے جانے کی خبر میں بتایا گیا ہے کہ:۔

"ماسکو ۲ اگست مسٹر کوسی گن آج روس کے دوبارہ وزیر اعظم چن لئے گئے ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی کی مجلس صدارت کے چیئرمین مسٹر برزنیف نے ان کا نام تجویز کیا جس پر سپریم سوویٹ کے پندرہ سو نمائندوں نے پرزور حمایت کی اور تالیوں کی گونج میں ان کو دوبارہ چن لیا گیا۔ مسٹر کوسی گن اکتوبر ۱۹۶۴ء سے وزیر اعظم چلے آرہے ہیں۔ اس سے قبل ان کے مستعفی ہونے کی افواہیں تھیں اب ان کے دوبارہ الیکشن سے ان افواہوں کی تردید ہو گئی۔"

روسی پارلیمنٹ کے پندرہ سو مندوبین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک صلح پسند انسان کو دوبارہ اپنا وزیر اعظم منتخب کر کے دانشمندی کا ثبوت

دیا ہے دنیا کے موجودہ جنگی حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ روس اور امریکہ میں گرم مزاج لوگ برسرِ اقتدار نہ آئیں لیڈروں کی گرم مزاجی سے تو میں اور ملک تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

پاکستان کی وزارت خارجہ سے بھٹو صاحب کیوں سبکدوش کئے گئے ہیں محض اس لئے کہ جنرل ایوب ابھی جنگ کرنا نہیں چاہتے اور کوسی گن کو بھی اس لئے دوبارہ منتخب کیا گیا ہے کہ روسی عوام جنگ نہیں چاہتے، "کوسی گن" بحیثیت فرد کے بہت ہی اونچی شخصیت کے مالک ہیں جس شخص نے تاشقند میں ۱۹ گھنٹے ۔۔۔۔ کچھ کھایا پیا نہ ہو اس کے دل میں انسانیت کا کتنا درد ہو گا معاہدہ تاشقند روس کی حکمرانہ حکمت عملی نہ تھی بلکہ "کوسی گن" کی نیک خواہشات تھیں کہ ہند، پاک کے عوام جنگ سے بچے رہیں۔ کوسی گن کا یہ بہت بڑا احسان تھا اور احسان ہے ورنہ ہند پاک کے عوام، نہ جانے آج کن مصائب کا شکار ہوتے جنگ اپنے ساتھ خون کے آنسو لے کر آتی ہے اور زندگی کے تمام شعبے خون میں ڈوب جاتے ہیں۔

عسکریت کا نیا روپ

یہ نگر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
خود آپ ہی بجلیوں سے خطرہ میں ہے اس کا آشیانہ

خلائی دوڑ میں امریکہ روس سے اور روس امریکہ سے بازی لیجانے کی فکر میں ہے ہر ہفتہ امریکہ اور روس خلا میں ایک نیا شعبدہ دکھاتے ہیں سائنس کے بازیگر اپنی کاریگری سے دنیا کو مرعوب کرنے کی فکر میں ہیں۔ موجودہ سائنسداں جو موجودہ دنیا کو تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آخر اس فوجی برتری سے انہیں کیا حاصل ہوگا۔ کروڑوں ڈالر اور روبل صرف اسلحہ پر خرچ کیے جا رہے ہیں کہ دنیا میں کس حکومت کا ایٹم بم پہلے گرے گا کون پہلے تباہ ہوگا۔ دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو اس حقیقت سے واقف ہیں کہ سائنس کی نئی دوڑ دنیا کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

امن کے نام پر، چاند میں آبادی کے نام پر خلائی تسخیر کے نام پر انسانیت کی بہبودی کے نام پر دنیا کے بڑے بڑے دانشور اور عقلا رتا دیل اور دلیل سے دنیا کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قاتلوں کو امن کا پیغامبر کس طرح مان لیا جائے؟ ویٹ نام کی چھوٹی سی آبادی کو جنگ کا مرکز بنا کر جو کھیل امریکہ، روس اور چین کھیل رہے ہیں! ایسے ظالموں سے کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ خلائی تسخیر کے بعد ایک دوسرے کو معاف کر دیں گے اور چاند کی دنیا میں بھائی بھائی بن کر رہیں گے

ہندوستان کے ایک۔ ۔ ۔ دردمند دانشور نے جسے صف اول کا مفکر

مان لیا گیا ہے۔ خلائی تسخیر پر اپنے خیالات کا اظہار کر کے دنیا کے دانشوروں نے ان کو ننگا کر دیا گیا ہے ڈاکٹر سی، وی رمن نے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے

"مدراس ۔ ۳۱ جولائی :۔ ہندوستان کے مشہور سائنس داں اور نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر سی، وی رمن نے کہا ہے کہ خلا میں انسان نے انسان کو بھیجنے کا جو کام شروع کیا ہے میں اس پر نفرت وحقارت کی ہنسی ہنسنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔

یہ صریحاً پاگل پن ہے کہ لاکھوں کروڑوں ڈالر اور روبل خرچ کر کے انسان کو خلا میں بھیجا جائے اور وہ وہاں چہل قدمی کرے یہ صرف ایک بہانہ ہے کہ خلائی تحقیقات کی جا رہی ہے یہ دراصل بہت ہی باریک فرق کے ساتھ اپنی فوجی قوت اور فوجی برتری کا مظاہرہ کرنا ہے خلائی تحقیق دراصل عسکریت کا بدلا ہوا روپ ہے،" ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا "یہ علم سائنس کے ساتھ حرام کاری ہے" لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے سائنس کی ترقی کا یہ بدترین پہلو ہے سائنس تو آجکل جنگی ملکوں کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔"

اس وقت دنیا کی حالت کیا ہے؟ وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے امریکہ اور روس ساری دنیا کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ان کے متلاشی ایک دوسرے کو جنگی زبان میں دھمکا رہے ہیں ان دانشوروں سے کوئی پوچھے کہ وہ کونسا مبارک دن ہوگا جب سائنس کی ایجادات کو پرامن مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ جب زمینی جنگوں میں جو قومیں ایک دوسرے کی بات ماننے کو تیار نہیں تو وہ خلائی حکمران ہو کر فرشتہ نہیں بن جائیں گی جب جبلی حیوانیت انسان کے سر پر سوار ہو جائے تو وہ نفع اور نقصان سے

بے نیاز ہو کر وہ کچھ کر گذرتا ہے جس پر دنیائے انسانیت سر پیٹتی رہتی ہے

ایک طرف خلائی تسخیر پر دن رات کام ہو رہا ہے اور دوسری طرف ویتنام کی جنگ کو وسیع کرنے اور پھیلانے کے اعلانات جاری کئے جا رہے ہیں روس کا موجودہ علانیہ کہ ویتنام کی جنگ کے پھیل جانے کے خدشہ کے پیش نظر روس کی مسلح افواج کو دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے از سر نو منظم کیا جائیگا" یہ سب کیا ہے؟ خونی دور کا آغاز کرنے کے لئے جنگی تیاریاں۔ علم و فضل کے ان مالکوں پر بھروسہ کرنا اپنے کو دھوکا دینا ہے ہندوستان اور پاکستان کو امن و سکون کا وعظ سنانیوالے سرپٹ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی طرف دنیا کو لے جا رہے ہیں" بما کسبت ایدی الناس" کا خدائی فرمان بلا کسی دلیل کے پورا ہو رہا ہے۔ انسان انسان دشمنی اور انسانوں سے نفرت کی بنا پر جنگ میں کود رہا ہے دنیا کے جس خطہ میں بھی انسان بس رہا ہے وہ آج ان لنگوروں کے ہاتھوں بے بس ہو چکا ہے جنگ کے اخراجات نے دنیا کے غریب لوگوں پر روٹی کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ مشینی دور میں مروت سے انسان کا دل خالی ہو چکا ہے۔ انسان دوستی انسان کی انسان سے ہمدردی ایک دوسرے کی مدد پر جینے اور پنپنے کی سب باتیں اب قصہ پارینہ بن چکی ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ ساری دنیا کے انسان رات یا دن کے کسی حصہ میں موت کی وادیوں میں ڈوب جائیں گے اور انسانیت خون بہا کر صدیوں ماتم کرتی رہے گی۔

یہ غذائی بحران نہیں خود اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ نئی تہذیب اور نیا تمدن خود اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کر رہا ہے مغربی ممالک کے افق پر خونی دریا کی لہریں صاف دکھائی دے رہی ہیں ایسے دور میں سائنس کی ایجادات پر فخر کرنا باعث شرم ہے ڈاکٹر رمن نے اپنی تقریر میں انتہائی گہری باتیں فرمائی ہیں جن پر آج دنیا کے ہر دانشمند کو غور کرنا چاہئے آج کے دور میں سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ دنیا کو سائنس کی تباہی سے بچایا جائے۔ سیاسی مسائل بھی تب ہی باقی رہیں گے جب دنیا باقی رہے گی۔

اندرا جی کے خیر سگالی کے پیغامات

ہندوستان کی وزیراعظم دس روز کے دورہ کے بعد جب ماسکو سے روانہ ہونے لگیں تو انھیں ہوائی اڈہ پر روس کے وزیراعظم اور روسی کابینہ کے تمام ممبران اور اعلیٰ عہدیداران رخصت کرنے کے لئے آئے ماسکو میں اندرا جی نے حکمرانہ تدبر و حکمت کا مظاہرہ کیا بڑی سنجیدگی سے روس کے وزیراعظم کوسی گن سے بات چیت کی روس میں بات چیت کے دوران ویٹ نام کی جنگ کے کا مسئلہ بھی آیا اور معاہدہ تاشقند کا ذکر بھی کیا گیا ان گفتگوؤں میں مصالحت و معاونت کا جذبہ کار فرما رہا روس کے وزیراعظم نے بھی رواداری اور خلوص کا ثبوت دیا جس مسئلہ پر بھی بات چیت ہوئی نہایت صاف دلی سے ہوئی اور آخر میں مشترکہ بیان میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا اس میں ہندوستان کے سیاسی موقف کا اعادہ کیا گیا۔

روس کے اس پُر تپاک خیر مقدم اور مخلصانہ بات چیت کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے اندرا جی نے ماسکو سے پرواز سے تھوڑی دیر بعد روس کے وزیراعظم مسٹر کوسی گن کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا :-

"میرے سفر ماسکو سے ایک اور موقع ملا ہے جو بہت سے اہم معاملات میں ہندوستان اور روس کے درمیان جو نظریاتی قربت اور فکری ہم آہنگی ہے وہ دونوں ملکوں اور ساری دنیا کی بہتری کے لئے پائیدار ثابت ہوگی مجھے اس بات پر بھروسہ ہے کہ ہندوستان اور روس کی جو دوستی آزمائش کی گھڑی میں پوری اتر چکی ہے وہ آئندہ اور بھی مضبوط ہو سکے گی۔"

یہ پیغام کسی تشریح کا محتاج نہیں روس کے دورہ کے بعد دوسرے ہندوستان کے دوستانہ جذبات کے اظہار میں جن جذبات کا اظہار ہونا چاہیئے تھا وہ ان الفاظ سے

ظاہر ہیں جو اس پیام کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔

اندراجی کا طیارہ جب تاشقند کے اوپر سے پرواز کر رہا تھا تو اندراجی نے ازبکستان کی خاتون گورنر یادام نصیر الدین کے نام ہندوستان کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام دیا۔ اہل تاشقند نے معاہدہ تاشقند کے دریان جو مہمان نوازی کی تھی اس کا شکریہ ادا کیا اور اس بات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا کہ تاشقند میں زلزلوں کے جھٹکوں سے تاشقند کے عوام کو نقصان پہونچا ہے اندراجی نے فرمایا کہ تاشقند کے نام سے ہمارے اندر امن و سلامتی کا احساس جاگ اٹھتا ہے اور امید بندھ جاتی ہے کہ تمام اختلافی مسائل صلح سے طے ہو سکتے ہیں۔

طیارہ پرواز کرتا رہا اور تیزی کے ساتھ اندراجی ایک ملک سے دوسرے ملک میں داخل ہوتی رہیں ہندوستان کے وزیر اعظم ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داری اندراجی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر ملک سے گذرتے ہوئے ہندوستان کی طرف سے نیک اور صلح کن جذبات کا اظہار کریں اندراجی نے اس اہم فرض کو بڑی خوبی سے ادا کیا افغانستان سے گذرتے وقت افغان وزیر اعظم کو اندراجی نے خیر سگالی اور نیک خواہشات کا پیغام دیا۔ افغانستان روس کی طرح ہندوستان کے قریبی دوستوں میں سے ہے ہندوستان کی آزادی میں افغان حکومت کا بہت بڑا حصہ ہے افغانیوں سے ہندوستان کے مراسم آج بھی گہرے ہندوستانہ مراسم ہیں۔ افغانستان نے گذشتہ اٹھارہ برس میں تجارتی اور سیاسی میدان میں ہمیشہ ہندوستان کا ساتھ دیا ہے تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے بھی افغانستان کے رشتے ہندوستان سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے ہیں نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے موجودہ دورۂ افغانستان کے دوران جناب مہندروال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ افغانستان ہندوستان کا دوست اور سیاسی رفیق ہے۔ وزیر اعظم کا طیارہ جب پاکستان کی سرزمین پر پرواز کرنے لگا تو فوراً ہی اندراجی نے خلوص و محبت سے بھرا پیغام صدر ایوب کے نام ارسال کیا

پیغام کے الفاظ گہرے دلی جذبات کا مظہر ہیں۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اندراجی نے ہندوستانی تہذیب و تمدن کو زندہ کر دیا ہندوستان کا روایتی احترام اس پیغام کی جان ہے بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ صدر ایوب کو مخاطب کرتے ہوئے اندراجی نے فرمایا:۔

"اب جبکہ میں پاکستان کی سرزمین پر پرواز کر رہی ہوں آپ کو اپنی طرف سے دلی آداب و تسلیمات اور ہندوستانی عوام کی طرف سے پاکستانی عوام کو نیک خواہشات بھیجتی ہوں مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور پاکستان ایک اچھے ہمسایوں کی طرح رہ سکتے ہیں اور ان کو اسی طرح رہنا بھی چاہیئے۔ اگر عملی خیرسگالی سے کام لیا جائے تو دونوں ملکوں کے درمیان ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جو پرامن طور پر اس طرح حل نہ ہو سکے جو دونوں کے حق میں مفید اور بہتر ہو۔

اپنی امن کی کوششوں میں ہمیں پست ہمت نہیں ہونا چاہیئے۔ آئندہ چند ہفتوں میں ہمیں امید ہے کہ دونوں ملکوں کے تعلقات حسب سابق بحال کر کے بہتر بنانے کی رفتار میں ترقی ہوگی میں جانتی ہوں کہ ہماری یہ مشترکہ خواہش ہے کہ دونوں ملک امن و سلامتی کے ساتھ رہیں۔ ایک بار پھر میری طرف سے مخلصانہ آداب و تسلیمات قبول فرمائیے۔"

صدر ایوب کے نام اندراجی کا پیغام اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ ہندوستان پاکستان سے کسی بھی قسم کا کوئی تنازعہ نہیں رکھنا چاہتا۔ آداب و تسلیم کے روایتی احترام کے بعد اندراجی نے جو کچھ اپنے پیغام میں کہا ہے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اس پیغام سے سچائی، اخلاص، رواداری، ہمدردی، امن و سلامتی، عوام کی خوشحالی کی خوشبو آتی ہے۔ اندراجی نے جذبۂ صادق کے ساتھ صدر ایوب اور پاکستانی عوام کو خیرسگالی کا پیغام دیا ہے اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ پاکستان کے نام خیرسگالی کا پیغام اس سفر کا حاصل ہے۔

اندرا کوسی گن مذاکرات

روس ہندوستان کے ان دوستوں میں سے ہے جس نے ہند اور پاک کے سربراہوں کو تاشقند میں ایک میز پر بٹھا کر تاشقند معاہدہ کو کامیاب بنایا کوسی گن کی اس خدمت کو بھلایا نہیں جا سکتا مسٹر کوسی گن نے خلوص نیت سے شاستری صاحب اور ایوب صاحب کے درمیان بات چیت کرائی اور گفتگو میں کوئی تلخی نہ آنے دی اور تاشقند معاہدہ کے تحت ہند و پاک کی سرحد وں سے فوجیں واپس ہوگئیں اور اس طرح بڑی جنگ کا خطرہ ٹل گیا

ویٹ نام کے سلسلہ میں بعینہ اسی جذبہ کے تحت ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا جی نے روس کو جنیوا کانفرنس کے اصولوں کے تحت امن کانفرنس بلانے کے لئے اپنی تجاویز رکھیں تاکہ ویٹ نام میں فوری بمباری بند کی جائے۔ امریکہ، روس اور دوسرے متعلقہ ممالک جنیوا اصولوں کے تحت ایک میز پر بیٹھ کر صلح کی بات چیت کریں۔

امریکہ کے بعد روس نے بھی معاہدہ جنیوا کے تحت صلح کانفرنس بلانے اور صلح کانفرنس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا ہے روس اور امریکہ کا امن کانفرنس میں دلچسپی نہ لینا اور صلح کی تجویز پر راضی نہ ہونا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ جیسے امن کے قیام کے لئے امریکہ اور روس آئے دن بیانات جاری کرتے رہتے ہیں اور یہ دو بڑے ملک دنیا کے تمام دوسرے چھوٹے ملکوں کو نصیحت کرتے ہیں یا ثالث بالخیر بنکر ایشیا اور یورپ کے چھوٹے ملکوں کے جھگڑے نپٹانے کا دعوی کرتے ہیں اور ویٹنام میں آگ اور خون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔

ویٹ نام کے عوام خواہ وہ شمالی ویٹ نام میں رہتے ہوں یا جنوبی ویٹنام میں وہ بھی انسان ہیں۔ ان لوگوں کو بھی خوشی و مسرت سے زندگی بسر کرنے کا حق ہے، لیکن ان عوام سے امریکہ اور روس نے خوشی و مسرت کو چھین لیا ہے، ویٹنام کے عوام

کی زندگی خوفناک بمباری کی نظر ہوگئی ہے روس چین اور امریکہ میں آج تک جتنے بھی جنگی ہتھیار ایجاد ہوئے ہیں ان کا تجربہ ویٹنام پر کیا جا رہا ہے۔ امریکہ، روس اور چین کی وحشت و بربریت اور انتقام کا ننگا ناچ ویٹنام میں ہو رہا دنیا کے سب ممالک دیکھ رہے ہیں اور بے بس ہیں آج کی دنیا پر تعجب ہے انسانیت کا رونا رونے والے بک گئے ہیں یورپ اور ایشیائی ممالک خاموش تماشائی ہیں ہر ملک کو یہ فکر ہے کہ آقایان ۔ ولی نعمت ان سے ناخوش نہ ہو جائیں برطانیہ اور فرانس جو پانچ بڑی طاقتوں میں سے ہیں ان کی تمام کوششیں صرف پارلیمنٹ کے بیانات تک محدود ہیں برطانیہ سیاسی دانشوروں کا ملک ہے جہاں رسل جیسے امن پسند فلسفی موجود ہیں لیکن برطانیہ امن کی کوئی تجویز پیش کرنے کو تیار نہیں ہے کہ برطانیہ کے چین اور روس سے بھی گہرے تعلقات ہیں برطانیہ امریکہ سے ناخوش ہے ۔ کہ عربی سیاست اور عربی تجارت میں امریکہ نے برطانیہ کو شکست دیدی ہے اس لئے برطانیہ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ امریکہ پر دباؤ ڈال کر یا سمجھا کر بمباری بند کرائے حقیقت تو یہ ہے کہ روس اور امریکہ کی جنگی دلچسپی سے برطانیہ کو ایک گونہ خوشی ہے کہ جنگی مصائب کی طویل داستان ویٹنام میں جاری رہے۔ فرانس کا حال برطانیہ سے بھی بدتر ہے

ایشیا میں ہندوستان ہی واحد ملک ہے جس کو اس بات کی لگن ہے کہ ویٹنام میں جلد سے جلد جنگ بند ہو اور معاہدہ تاشقند کرانے والا ملک روس اور معاہدہ تاشقند کا خیر مقدم کرنے والا ملک امریکہ ویٹنام میں جنگ بندی کے لئے تیار ہو جائے

یہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان کی بات اس وقت نہیں سنی جا رہی اور امن کی تجاویز کو نظر انداز کیا جا رہا ہے لیکن آخر کب تک ویتنام میں مسلح تصادم جاری رہے گا۔ یہ مانا کہ روس امریکہ اور چین نے اپنے ہتھیاروں کی تیزی آزمائی ہے لیکن ویٹنام کے شہریوں کو کب تک اس کا نشانہ بنایا جائے گا۔ کیا انسانیت سو گئی

ہے اور اب خواب غفلت سے بیدار نہ ہوگی۔ ہندوستان کی وزیراعظم اندرا جی نے ان حالات میں جب کوئی بھی حق بات کہنے کو تیار نہیں ہے ماسکو میں ایک دعوت میں اعلان کیا ہے "میں اس بات پر زور دوں گی کہ ویٹ نام میں بمباری بند ہونی چاہیئے اور فوری جنگ بندی ہونی چاہیئے۔ اور معاہدہ جنیوا کے تحت بات چیت کے ذریعہ ویٹنام کے مسئلہ کو حل کیا جانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ کوئی متبادل اسکیم نہیں ہوسکتی ہندوستان نے اس مسئلہ پر بڑی سنجیدگی سے غور کیا ہے اور ہندوستان کو ویٹ نام کی بگڑی ہوئی صورت حال پر گہری تشویش ہے" اندرا جی نے اپنے ایک عشائیہ میں بجا طور پر فرمایا کہ ویٹ نام کیلئے امن تلاش کیا جاسکتا ہے اور امن تلاش کیا جانا چاہیئے خاموش یا بے تعلق رہنے سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور جب ایشیا میں آگ لگی ہو تو ہندوستان خاموش نہیں رہ سکتا۔ ایشیا کے ممالک جو آج خاموش ہیں اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ویٹنام کی جنگ سے لاتعلق رہ کر امن کی زندگی بسر کرسکیں گے تو یہ ان کی بھول ہے جنگ کی آگ جب بھڑکتی ہے تو وہ ہزاروں میل تک پھیل جاتی ہے دنیا کی گذشتہ دو عظیم جنگیں ہمارے سامنے ہیں کوئی ملک بھی ان دونوں لڑائیوں میں غیر جانبدار نہ رہ سکا۔ بیشک آج دنیا میں لوگوں کے پاس پہلے سے زیادہ ہتھیار ہیں اور ایشیا کے ممالک پہلے سے زیادہ اپنی پالیسی کے مالک ہیں ان کو اختیار ہے کہ جس جنگ میں چاہیں شریک ہوں لیکن اگر بڑے پیمانے پر کمیونسٹ اور جمہوری ممالک میں ٹکر ہوگئی اور بڑے پیمانہ پر ہتھیاروں کا استعمال شروع ہوگیا تو ایشیا اور افریقہ کا کوئی بھی ملک جنگ کے خوفناک اثرات سے بچ نہ سکے گا۔ روس اور امریکہ جو ہند پاک جنگ کے زمانہ میں روزانہ ہندوستان کو نصیحت کرتے تھے کہ جنگ فوراً بند کردی جائے وہ دونوں ملک اندرا جی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ امن کے پیغامبر جنگی دیوتا کا روپ دھارے ہوئے ہیں دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود فضیحت میں مبتلا ہیں روس کے سرکاری حلقوں کے بیان کے مطابق وزیراعظم روس نے اندرا جی سے کہا "سوویت یونین آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہے لیکن روس کے لئے امن کانفرنس کے لیے کوئی پیش قدمی کرنا ممکن ہے اس قسم کی تحریک ہنوئی سے ہونی چاہیئے اور ہنوئی والوں کا کہنا ہے کہ جبتک غیر مشروط طور پر امریکہ کی فوجیں ویٹ نام سے نہ نکل جائیں جنگ کوئی بات چیت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی امن قائم ہوسکتا ہے" اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اندرا ناصر ملاقات

وزیر اعظم ہند شریمتی اندرا گاندھی روس جاتے ہوئے قاہرہ میں صدر ناصر سے ملاقات کے لئے ٹھہریں۔ مصر میں اندرا جی کا خیر مقدم بڑی شان و شوکت سے کیا گیا آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی ہندوستان اور مصر کے سیاسی تعلقات ہمیشہ سے دوستانہ رہے ہیں غلام ہندوستان میں آل انڈیا کانگریس کے سالانہ اجلاسوں میں صرف مصر کا وفد آیا کرتا تھا اور مصر ہی پہلا ملک ہے جس نے آل انڈیا کانگریس کو یہ تجویز دی تھی کہ کانگریس کے دفتر میں بھی ایک دفتر خارجہ قائم ہونا چاہیئے، جو دوسرے ممالک کی خبریں رکھتا ہو۔ آزاد ہندوستان میں ناصر اور نہرو ایشیا کے دو ایسے لیڈر ہیں جن کے خلوص و محبت پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی بقول صدر ناصر۔

"پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھے نہر سوئز کی جنگ میں لکھا تھا کہ میں اور ہندوستان کے عوام اور ہندوستان کی حکومت نہر سوئز کی جنگ میں مصر کے ساتھ ہیں اور اگر جنگ بڑھ گئی تو ہندوستان مصر کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جائیگا۔

یہ انکشاف صدر ناصر نے دہلی میں رام لیلا گراؤنڈ کے جلسے میں کیا تھا اندرا جی کے دورہ مصر کے وقت صدر ناصر کے یہ الفاظ ہمارے کانوں میں گونجتے ہیں اندرا جی صدر ناصر کے لئے نئی شخصیت نہیں ہیں اور نہ صدر ناصر اندرا جی کے لئے نئے آدمی ہیں۔ "اندرا ناصر" ملاقات بہت ہی مفید رہے گی۔ ایشیائی ممالک میں صدر ناصر کی ذات ہی ایک ایسی ذات گرامی ہے جو سامراجیوں کے ارادوں سے پوری طرح واقف ہے اور دنیا نے نہر سوئز کی جنگ میں مان لیا تھا کہ ناصر نہ صرف ایک تجربہ کار جرنیل ہیں بلکہ وہ ایک تجربہ کار ڈپلومیٹ بھی ہیں۔ ناصر کی ڈپلومیسی پر یورپ میں سینکڑوں کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ اندرا ناصر ملاقات سے یہ امید کی جاتی ہے کہ جنوبی مشرقی ایشیا میں اور مشرق وسطیٰ میں سامراجیوں کی جو سیاست چل رہی ہے اس کا کوئی

حل نکالا جائے گا۔ اب ناصر اندرا ملاقات کے خاتمہ پر جو اعلان کیا گیا ہے وہ بہت ہی دوررس نتائج کا حامل ہے ہند اور مصر کی سرکاری سطح پر ایک کمیٹی کا قیام ہندوستان اور مصر کا ایک نیا سیاسی قدم ہے اس اعلان کا متن یہ ہے۔

"صبح کی ملاقات کے بعد متحدہ عرب جمہوریہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ دونوں لیڈروں کے درمیان بہت سے بین الاقوامی مسائل پر بات چیت ہوئی اور دونوں لیڈروں اس بات پر غور کیا کہ موجودہ حالات میں کشیدگی کم کرنے کے لئے ناطرفدار ملک بہت اچھا پارٹ ادا کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں ایک خاص انڈو مصر یوائیے، آر کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو ناطرف ملکوں کے تعلقات کو بھی بہتر بنانے کا کام کرے گی ان لیڈروں نے اس بات کا فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ ناطرفدار ملکوں کو جو خطرات رجعت پسند طاقتوں کی طرف سے رہے ہیں ان کا سد باب کیا جائے؟"

اندرا ناصر ملاقات میں ویٹ نام کی جنگ کا بھی تذکرہ آیا اور اندرا جی نے بجا طور پر فرمایا کہ ہماری امن کی تجاویز کا اس وقت کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو لیکن آخر کار دنیا کو ہماری امن کی تجاویز ماننی پڑیں گی اس لئے کہ کوئی مسئلہ بھی آج کی دنیا میں جنگ سے حل نہیں ہو سکتا ویٹ نام کی جنگ کے بارے میں مصر اور ہندوستان کے نظریہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بین الاقوامی معاملات میں ہندوستان کا موقف بالکل صاف ہے کہ ہندوستان مشرق وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا میں جنگی رجحان کی مذمت کرتا ہے جنگی رجحانات کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس سے تمام ممالک کا اقتصادی ڈھانچہ بگڑ جاتا ہے روس اور امریکہ میں ویٹ نام کے مسئلہ پر شدید کشیدگی دنیا کے امن کے لئے خطرہ ہے آخر روس میں بھی انسان بستے ہیں انسان ہی نرم گرم حالات پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے آنج اگر امریکہ بہت گرم ہے تو عین ممکن ہے کل روس والے بھی گرم ہو جائیں اور اس گرمی سے دنیا پر جو تباہی آسکتی ہے وہ سب کے سامنے ہے

ایٹم بم کی جنگ انسانیت کے خاتمہ کے لئے کافی ہے اس روئے زمین پر ایٹم بم کی جنگ کے بعد کون راج کریگا یہ تو کہا نہیں جاسکتا لیکن اتنی بات سب کی سمجھ میں آتی ہے کہ ایٹمی لڑائی کے بعد "حضرت انسان" کا وجود اس دنیا سے غائب ہو جائیگا اور دنیا کی موجودہ ترقی پذیر آبادی ختم ہو جائیگی جنگ کے ان خوفناک نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ہر صلح پسند انسان اور ہر صلح پسند ملک وہی بات کہہ سکتے ہیں جو اندرا ناصر ملاقات میں کہی گئی۔

ہندوستان کے اندرونی حالات کا ذکر کرتے ہوئے اندرا جی نے کہا کہ ہندوستان بے شک غذائی بحران سے گذر رہا ہے لیکن غذائی بحران کے باوجود ہندوستان کے کسان نے کمر ہمت باندھی ہے کہ وہ خود اتنا پیدا کرے گا کہ دوسروں کا محتاج نہ رہے گا اس لئے مجھے یقین ہے کہ ہندوستان جلد از جلد غذائی بحران پر قابو پائے گا" دوسرے ملکوں میں جاکر ہندوستانی کسان کی جانفشانی کی تعریف کرنا ہندوستان کی عزت و تکریم کو بڑھانا ہے۔ اندرا جی نے نہ تو حقائق کو چھپایا ہے اور نہ حقائق سے فرار کی راہ اختیار کی ہے سیدھی اور سچی باتیں بھی پردیس میں کہدی ہیں جس سے ہندوستان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ "اندرا ناصر ملاقات میں جو سیاسی کمیٹی بنائی گئی ہے وہ یقیناً ہندمصر کے مخالف گروپ کے لئے قابل قبول نہ ہوگی اور اس کمیٹی پر امریکہ اور برطانیہ میں بڑی لے دے ہوگی ہندوستان اور مصر کے اس اتحاد کو ختم کرانے کی کوشش کی جائیگی لیکن اب ہندوستان اور مصر کے عوام کا فرض ہے کہ وہ اس اتحاد کو اور زیادہ مضبوط بنائیں ہندوستان اور مصر کے عوام کے گہرے دوستانہ تعلقات کے پیش نظر اب مصر اور ہندوستان میں آنے جانے کی سہولتیں عوام کو ملنی چاہئیں تاکہ مشرق وسطی اور مشرق بعید میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ہندوستان اور مصر کے عوام مل کر ان کا مقابلہ کریں اندرا ناصر ملاقات دنیا کے تمام امن پسندوں کی مدد کرتی ہے اور اب یہ امید ہو چلی ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا نقطۂ نظر بدل جانا چاہیئے اور ہندوستان کے سب لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ دنیا میں ایک ہی مقام پر کھڑے ہیں

صدر امریکہ کے بیانات

ہوائیں ان کی فضائیں انکی سمندر انکے جہاز انکے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

امریکہ کے ایک سابق صدر مسٹر ولسن نے ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد یہ کہا تھا کہ امریکی عوام جنگ سے جتنا بھی دور رہیں اسی قدر بہتر ہے اگر کسی جنگ میں امریکی عوام پر یہ عقدہ کھل گیا کہ جنگ بھی دنیا میں تجارت کا ایک ذریعہ ہے، تو دنیا سے جنگ کبھی ختم نہ ہوگی ولسن کی اس بات کو صدر روزولٹ نے دوسری جنگ کے شروع ہونے کے بعد دہرایا.. میں امریکی عوام کو جنگ میں شامل ہونے کا مشورہ نہیں دے سکتا جنگ اپنی ہولناکیوں کے علاوہ ایک ایسی تجارت کی طرح ڈال دیتی ہے جس تجارت سے دنیا بھر میں جنگی ہتھیار بھیجے جائیں گے جنگ کے بعد امریکی عوام کو تجارتی نقطہ کے تحت جنگی سامان بنانے سے دلچسپی رہ جائیگی اس طرح ساری دنیا جنگی ہتھیاروں کی خریداری میں دلچسپی لینے لگے گی۔ انسانیت کی بھلائی کے وہ تمام کام رک جائیں گے جو امریکہ کو کرنے چاہئیں۔ سب سے زیادہ نقصان امریکی مشنری نظام کو پہونچے گا جو قدر و قیمت دنیا میں آج مشنری کی ہے جس سے عیسائیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے عیسائیت کا یہ فروغ ختم ہو جائیگا دنیا میں امریکہ والے غریبوں کی امداد کے بجائے جنگی ہتھیاروں کے فروخت کے نئے نئے طریقے جاری کریں گے۔

صدر ولسن اور روزولٹ کے یہ خدشات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے امریکی حکومت، مشنری نقطہ نظر سے جو خدمت دنیا میں کر رہی تھی وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ امریقہ اور ایشیا میں امریکہ نے اس صدی کے ابتدائی پچاس سال تک تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کا جال بچھا دیا تھا سینکڑوں مری ہوئی زبانیں مردہ ہو گئی تھیں بعض ایشیائی اور افریقی زبانوں کو امریکی مشنریوں کی محنت سے حروف ابجد حاصل ہوئے

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایسی پسماندہ نسلوں، بدحالی و برباد قبیلوں کی امریکنوں نے مدد کی کہ ان گری پڑی نسلوں میں زندگی کا احساس جاگ اُٹھا دور کیوں جائیے جنوبی ہند کو ہی لیجئے جہاں کی پسماندہ بیک ورڈ آبادی کو پنڈتوں نے مردود قرار دیا تھا جہاں یہ حکم تھا کہ اگر کسی پسماندہ آدمی کا سایہ بھی پنڈت پر پڑ جائے تو اس شخص کی سزا موت تھی۔ اور اگر کسی اچھوت کے کان میں "وید" یا "گیتا" کا کوئی اشلوک پڑ جائے تو سیسہ پگھلا کر اس اچھوت کے کان میں ڈالدیا جائے اس علاقہ میں امریکن مشنریوں نے پہونچ کر عوام کو زبان و بیان بخشدیا۔ کیرالا اور مدراس میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں مشنریوں نے دن رات جدوجہد کر کے مدرسے نہ قائم کئے ہوں اور ہسپتالوں کے ذریعہ لاکھوں غریبوں کا علاج نہ کیا ہو مدراس اور کیرالہ میں رکشہ چلانے والا بھی انگریزی بول کر اپنے بین الاقوامی علم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ افریقہ میں ایسے وحشی قبائل تھے جنھیں تہذیب و تمدن سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا مدرسہ و مکتب کا نام وہ نہیں جانتے تھے۔ امریکن مشنریوں نے عیسائیت کی ترقی کے لئے ان قبائل کو مہذب بنایا۔ انھیں جنگلوں سے نکال کر مکانوں میں آباد کیا اس طرح افریقہ میں شہری اور قصباتی آبادیوں نے جنم لیا قبائل میں ایک نئی تہذیب اور نیا تمدن ابھرنے لگا جو قبائل ابتدائی قاعدے سے نا واقف تھے آج وہی قبائل سینکڑوں کتب خانوں کے مالک ہیں۔

امریکی قوم ۱۹ ویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے وسط تک پورے ایک سو سال یہ خدمات انجام دیتی رہی لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی قوم کا دماغ ہی بدل گیا ہے جو قوم بغیر کسی لالچ کے دنیا کی خدمت کرتی تھی وہی قوم اب جنگی ہتھیاروں کی زبان میں بات کرتی ہے۔ امریکہ میں بے شمار کارخانے جنگی ہتھیار بنا رہے ہیں اور دنیا میں امن کے نام پر فروخت کئے جا رہے ہیں ان ہتھیاروں کے آزمانے کا علاقہ بھی وہی علاقہ ہے جہاں ایک سو برس تک امریکی مشنریوں نے علمی خدمات میں ریکارڈ قائم کیا تھا۔ ویٹ نام میں جنگ جاری ہے امریکی حکومت اس جنگ کو ہر قیمت پر جیتنے کا عزم کئے ہوئے ہے

کمیونسٹوں کے تشدد کا جواب محبت اور رواداری کی بجائے خوفناک بمباری سے دیا جا رہا ہے ساری دنیا منت سماجت کر رہی ہے لیکن صدر جانسن کا رویہ بجائے نرم ہونے کے سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ ویتنام میں لاکھوں انسان جنگ کی آگ میں جل رہے ہیں حکومت امریکہ اس بات پر خوش ہے امریکہ میں مشنیری اسپرٹ سو گئی ہے امریکہ کے عوام جنگ اور فیشن کے نشہ میں سرمست ہیں یہ حالات امریکی قوم کے حق میں بھی اچھے نہیں روزویلٹ اور ولسن کے بقول امریکی عوام اس منزل پر پہنچ گئے ہیں جس منزل سے ان عوام کو واپس لانا اب جوئے شیر لانے کے مترادف ہے

ویتنام کی جنگ کے بارے میں تازہ بیانات میں امریکہ کے وزیر خارجہ جناب ڈین رسک نے کہا ہے کہ ہم ویٹ نام کی جنگ جیتنے کے لئے دس لاکھ امریکی فوج میدان میں لانے کیلئے تیار ہیں اور صدر جانسن نے اپنے حالیہ بیان میں ٹیکساس کے اپنے زرعی فارم میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :۔

"ہم نے ہنوئی اور ویٹ نام کے دوسرے علاقوں میں ۷۵ فیصدی تیل کے ذخائر ختم کر دیئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے ہاتھ ہمارے دوست پشت پر باندھ دیں اور کمیونسٹ آکر ہمیں ہلاک کر دیں"

صدر جانسن نے اپنے پرانے اتحادی برطانیہ اور فرانس کو یاد دلایا ہے کہ :۔

"وہ وقت یاد کریں جب دوسری جنگ عظیم میں تم کو ہماری ضرورت پڑی تھی اور ہم نے تمہاری مدد کے لئے افواج روانہ کی تھیں اور میدانِ جنگ میں تمہیں فتحیاب کرایا تھا"

صدر جانسن کے نزدیک اب جنگ کے سوائے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے جس سے کمیونسٹ ممالک کو ٹھیک کیا جائیگا یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ امریکہ کی جنگ عالمگیر کمیونسٹ تشدد کا ردِ عمل ہے لیکن اس جنگی ردِ عمل کے معنی بھی نہیں ہیں کہ جنگ کسی بھی مرحلہ پر روکی نہیں جاسکتی آخر معاہدہ جنیوا میں جن اصولوں کو منظور کیا گیا تھا اس معاہدہ کے تحت ویتنام کی جنگ روکی جاسکتی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ امریکہ نے مشنری کی راہ چھوڑ کر اشتعال کی راہ اپنائی ہے اس لئے اگر دنیا میں صلح کا پرچم لہرانے لگا تو امریکی تاجروں کے جنگی کارخانے بند ہو جائیں گے امریکہ میں آج ان تاجروں کی حکومت ہے جو کہ جنگی تجارت کے نفع کے بغیر اب زندہ نہیں رہ سکتے

ہندوستان کا سیاسی موقف

آجکل ہندوستان میں مرکزی وزراء دورہ کر رہے ہیں وہ جس جگہ بھی قیام کرتے ہیں اخباری نمائندے ان کے گرد سوالات لئے منڈلائے آجاتے ہیں ہندوستان کے سیاسی موقف کے بارے میں طرح طرح کے ایسے سوالات کیئے جاتے ہیں جن کا جواب حکومت کی طرف سے ایک سے زیادہ مرتبہ دیا جا چکا ہے ویٹ نام کا مسئلہ اب نہایت ہی پرانا مسئلہ ہے وزارت خارجہ کی طرف سے پارلیمنٹ کے سیشن کے دوران بڑی تفصیل سے بیان دیا گیا تھا کہ مغربی ممالک یا امریکہ سے امداد لینے کا یہ مطلب کبھی نہیں ہے کہ ہندوستان بین الاقوامی سیاست کے میدان میں اور خاص کر مسئلہ ویٹ نام میں سیاسی موقف سے گریز کرے۔ اندرا جی جب امریکہ تشریف لے گئی تھیں تو اس وقت ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیوں اور اخبارات نے یہ شور مچایا کہ امریکہ امداد کے سلسلہ میں یہ شرط لگائے گا کہ ہندوستان کی طرف سے کوئی بیان نہ دیا جائے کیونکہ ویٹ کانگ گوریلوں کی کھلی مدد چین کر رہا ہے اور چین چونکہ ہندوستان کا دشمن ہے اس لئے ویٹ نام کی لڑائی میں ہندوستان کو غیر جانبدار ہونا چاہیئے۔

پارلیمنٹ میں ہندوستان کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے یہ بات وزیر اعظم نے فرمائی تھی کہ ویٹ نام کی لڑائی کے سلسلہ میں کسی طرف سے بھی ہم کسی قسم کا دباؤ برداشت نہیں کریں گے۔ ہندوستان ایک آزاد ملک ہے اور ایک آزاد ملک کی جو پالیسی ہونی چاہیئے وہ ہماری پالیسی ہے اور ہماری خارجہ پالیسی کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ہم "ناوابستہ" پالیسی پر گامزن ہیں اس لئے ہمارے دوستانہ تعلقات دنیا کے ہر ملک سے

ہیں جس میں کمی نہیں آتی۔ روس۔ امریکہ۔ مغربی جرمنی۔ مشرقی جرمنی، برطانیہ۔ فرانس کے بارے میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ان ممالک میں گہرے سیاسی اختلافات ہیں لیکن ایشیائی ممالک میں صرف ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس نے ایشیائی اور مغربی ممالک سے اپنے تعلقات یکساں رکھے ہیں۔

ملیشیا کے سلسلہ میں کچھ دنوں تک انڈونیشیا سے ہندوستان کے دوستانہ تعلقات میں کمی آگئی تھی لیکن اس کے باوجود ہندوستان کا سفارتی مشن انڈونیشیا میں رہا سفارتی مشن کے علاوہ ٹریڈ کمشنر کا دفتر بھی قائم رہا۔ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں حزب اختلاف نے بارہا شور مچایا۔ اعتراضات کیئے جن سنگھ نے تو یہاں تک فرمایا کہ انڈونیشیا سے سفارتی اور تجارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں لیکن حکومت ہند نے ان جذباتی بیانوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اپوزیشن پارٹیوں کی مخالفت کے باوجود انڈونیشیا سے تعلقات جاری رکھے۔

ایسا ہی فیصلہ حکومت ہند کا ویت نام کے سلسلہ میں ہے حکومت ہند کسی "فریق" کا ساتھ دے کر دنیا کے امن کو برباد کرنا نہیں چاہتی۔ ہندوستان کا اس بارے میں صاف اور کھلا ہوا موقف یہ ہے کہ ویت نام کی جنگ بند ہونی چاہیئے اور دونوں فریقوں کو ایک "گول میز کانفرنس" میں بیٹھ کر صلح کر لینی چاہیئے۔ ہندوستان کی یہ رائے الفاظ تک محدود نہیں ہے ابھی حال ہی میں ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے بعد ہندوستان نے جس بہادری کے ساتھ پاکستان کی جنگ کا جواب دیا اسی بہادرانہ اور نیک نیتی کے جذبہ کے ساتھ معاہدہ تاشقند میں آنجہانی وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے شرکت کر کے معاہدہ کو کامیاب بنایا۔ آج کوئی کچھ بھی کہے یہ ایک حقیقت ہے کہ معاہدہ تاشقند سے جنوب مشرقی ایشیا تو کیا کل دنیا کے امن کو استحکام ملا۔ اگر ہندوستان ۷۱ دن کی جنگ کے بعد چند مہینوں میں صلح کی داغ بیل ڈال سکتا ہے

تو کیا وجہ ہے کہ ویٹ نام کے دونوں فریق مل کر مسئلہ کا حل تلاش نہ کر سکیں۔

امریکہ کی رائے عامہ ویٹ نام میں بمباری کے خلاف ہے اور حکومت امریکہ تقریباً بمباری کرتے کرتے تھک چکی ہے ویٹ نام کی جنگ بند کرنے کے لئے امریکہ میں مظاہرے ہو رہے ہیں کئی امریکی سینٹروں نے ویٹ نام کی لڑائی کے خلاف بیانات دیئے ہیں رابرٹ کینیڈی نے تو صاف الفاظ میں کہا ہے کہ ویٹ نام کی جنگ بندی کر دی جائے اور دونوں فریق صلح کی میز پر گفتگو کریں ان حالات کے باوجود ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیاں اور ان کے اخباری نمائندے ہر جگہ ہندوستان کے سیاسی موقف کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں کسی انجان انسان کو سمجھانا آسان ہے لیکن جو لوگ تہہ دریا ہنگوں کی نظر پہچانے والے ہوں ان لوگوں کا مرکزی وزراء سے سوال کرنا صرف الیکشن جیتنے کی ایک چال ہے

وزیر خارجہ نے حیدرآباد میں اپنی پریس کانفرنس میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے اس حقیقت کی طرف نمائندوں کی توجہ دلائی کہ اپوزیشن پارٹیاں مسائل کو سمجھنے کے لئے پروپیگنڈہ نہیں کر رہی ہیں بلکہ الیکشن کی وجہ سے کانگریس کو نکتہ چینیوں کا سامنا ہے۔

وزیر خارجہ نے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "جہاں تک ہندوستان کی ناوابستگی کی پالیسی کا معاملہ ہے اس میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا ہے نہ اس پر کسی نکتہ چینی کا جواز پیدا ہوتا ہے مگر ہم کانگریس پارٹی والوں کو اس قسم کی ناحق نکتہ چینیوں سے واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے خاص طور پر اس وقت جبکہ الیکشن کا عرصہ قریب ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت ناوابستگی اور مساعی امن کی جو پالیسیاں بنا رہی ہے حکومت ثابت قدمی کے ساتھ ان پر قائم ہے۔"

ویٹ نام کی جنگ کے مسئلہ پر ہندوستان میں بائیں اور دائیں بازو کی

پارٹیوں کے لیڈروں کے خیالات میں بہت بڑا فرق ہے کیمونسٹ لیڈران کا رجحان یہ ہے کہ ہندوستان امریکہ کو مجرم قرار دے اور دوسری پارٹیوں کا خیال ہے کہ ویٹ کانگ گوریلوں نے زندگی کے جمہوری نظام کو معطل کر رکھا ہے ان دو متضاد رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے وزیر خارجہ نے فرمایا۔

حکومت ہند پورے وثوق کے ساتھ یہ رائے رکھتی ہے کہ مسئلہ ویٹ نام کو حل کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ جنگی سرگرمیاں بند ہو کر رہ جائیں اور معاہدہ جنیوا کے تحت باہمی گفت و شنید سے کسی بیرونی مداخلت کے بغیر عوام کی مرضی کے مطابق دونوں فریقوں کو فیصلہ کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

حکومت ہند کا اس سے بہتر کیا سیاسی موقف ہو سکتا ہے دنیا کا ہر دانشمند یہی بات کہے گا جو کہ ہندوستان کی حکومت کہہ رہی ہے لیکن اس پر بھی ہندوستان کی اپوزیشن پارٹیاں آنے والے چوتھے الیکشن کے سلسلے میں ویٹ نام کے مسئلہ کو بھی پروپیگنڈہ کا حصہ بنا رہی ہیں۔

صدر ناصر

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

انقلاب مصر کی ۱۳ ویں سالگرہ پر تقریر کرتے ہوئے صدر ناصر نے بین الاقوامی مسائل پر تبصرہ کیا ہے اور ایشیا میں بڑھتے ہوئے سامراج کی شدید مذمت کی ہے عالم عرب میں صدر ناصر کی حیثیت ایک ملک کے سربراہ کی حیثیت نہیں ہے بلکہ ناصر ایک خیال ہیں، ایک فکر ہیں ایک رجحان ہیں نہر سوئز کی آزادی کے بعد جو طاقت عرب ممالک کو حاصل ہوئی، وہ طاقت سوئز کی آزادی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تھی مسٹر ایڈن سابق وزیر اعظم برطانیہ نے نہر سوئز کی سیاست کے باب میں اپنی حالیہ کتاب میں ناصر کی تعریف کی ہے ناصر کو انہوں نے مدبر، مفکر اور بہترین جنرل قرار دیا ہے۔

نہر سوئز کی آزادی کے بعد فلسطین میں اسرائیل کی طاقت کا نصف حصہ ختم ہو چکا ہے یہودیوں کے وہ دم خم باقی نہیں رہے جو نہر سوئز کی آزادی سے پہلے تھے۔ بن گورین نے کھلے طور پر اقرار کیا ہے کہ ناصر کی وجہ سے اسرائیل کا قیام مخدوش رہے گا

مصر کے اس مجاہد جلیل نے تمام دنیا میں .... مسلمانوں کی سربلندی اور قرآن کی عظمت کے لئے مصری قاری بھیجے دنیا کی مشہور عربی درسگاہوں میں مصری عالم متعین کئے تاکہ وہ طلبار کو اسلامی علوم سے مالامال کریں ایک کروڑ کے قریب مصر سے قرآن مجید شائع کر کے تمام افریقی ممالک میں عوام کی خدمت میں پیش کئے عیسائی مشنریاں ناصر کی تبلیغی جدوجہد سے تنگ آکر افریقہ سے بھاگ کھڑی ہوئیں جہاں گذشتہ ۷۰۰ برس سے بائبل جبری طور پر پڑھائی جاتی تھی وہاں قرآن مجید

کی لحن داؤدی کے ساتھ قرآت گونجنے لگی۔ عیسائیت کا بڑھتا ہوا سیلاب افریقہ میں ناصر کی تدبیر و حکمت سے رک گیا مسلم عوام اسلامی تعلیمات سے فیضیاب ہونے لگے اور لاکھوں کی تعداد میں افریقی عیسائی جن پر کالے انسان ہونے کے جرم میں مظالم ڈھائے جاتے تھے مسلمان ہو گئے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں پھر اذان کی صدا بلند ہوئی اور گوری عیسائیت سمیٹ کر افریقہ سے روانہ ہو گئی۔

ناصر کے تمام دنیا کے مسلمانوں پر جو احسانات ہیں ان کا تذکرہ چند سطور میں نہیں کیا جا سکتا۔ امریکہ اور برطانیہ جب ناصر دشمنی سے شکست کھا چکے تو انھوں نے اب عالم اسلام کے اتحاد کے نام پر اور وحدت کلمہ کے جذباتی نعرہ پر عربی ممالک کے صاحب اقتدار لوگوں کو ناصر کے خلاف کھڑا کر دیا ناصر کا یہ جرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اور خصوصاً عربوں کو سامراج کی سازشوں کے خلاف صف آرا کر دیا ہے اور اس مجاہد اعظم کا ہر ہر لفظ سامراجیوں کی طاقت پر ضرب کاری کا حکم رکھتا ہے۔ انقلاب مصر کی ۱۲ ویں سالگرہ پر تقریر کرتے ہوئے صدر ناصر نے فرمایا:۔

" دنیا میں جہاں بھی بمباری ہو گی وہاں کے لوگ کسی مسئلہ پر نہ ہی غور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ صدر ناصر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مصر الجزائر کی چوٹی کانفرنس میں شریک نہ ہو گا۔

عرب ممالک جو بقائے باہم اور آپسی صلح کی پالیسی پر گامزن تھے اس پالیسی کو بعض رجعت پسند ملکوں نے ختم کر دیا ہے اور یہ لوگ سامراج کی گود میں جا رہے ہیں۔

صدر ناصر نے نہایت ہی مختصر طریقہ پر سیدھی اور سچی بات کہہ دی ہے وہ عرب ممالک جو کہ اسرائیل کے خلاف ہیں وہ امریکہ کے حاشیہ بردار ہیں جو اسرائیل کا

خائف ہے نیویارک میں شاہ فیصل کی یہودی بے عزتی بھی کریں تب بھی شاہ امریکہ کے ساتھ ہے۔ بورقیبہ جس کی آزادی مصری انقلابیوں کی مرہون منت ہے امریکہ کی گود میں پرورش پا رہا ہے اتحادِ اسلام کے نئے مفسر" جانسن اور روسن" ناصر کو مروانے کی فکر میں ہیں اور اتحادِ اسلامی کے نام پر" اخوان المسلمین" کے رضاکار امریکہ کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں اب ساری دنیا کے مسلمانوں کو اتحادِ اسلامی کے جذباتی نعرہ پر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے صاحب البصیرت لوگ اس نعرہ کے فریب میں آکر ناصر کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

جانسن اور روسن کی اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ جو کام وہ عیسائی مشنریوں سے نہ لے سکے اور جن عیسائی مشنریوں کو ناصر کے اسلامی اور انقلابی اقدامات کے تحت سارا افریقہ چھوڑنا پڑا وہ کام علماء اسلام کے گمراہ گروہ سے لے رہے ہیں امریکہ نے گمراہ علماء اسلام کا پوری دنیا میں ایک سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ اب ناصر کو ختم کرانے کے لئے ایسے ایسے علماء میدان میں آگئے ہیں جن کے تقویٰ اور طہارت کا پروپیگنڈہ ساری دنیا میں امریکہ اور برطانیہ کر رہا ہے بعض لوگ تجاہلِ عارفانہ کے تحت فرماتے ہیں کہ آخر ناصر نے اندرا جی سے اخوان المسلمین کا تذکرہ کیوں کیا۔ اور اس تذکرہ کی ضرورت ہی کیا تھی یہ ہیٹ کا ہلکا پن ہے۔

یہ تذکرہ ناصر نے اس لئے کیا کہ ناصر کے خلاف بین الاقوامی تحریک اتحادِ اسلام کے نام پر منظم کی جا رہی ہے اور ناصر کو پتہ ہے کہ ہندوستان میں اخوان المسلمین کی ذہنی اولاد موجود ہے اور ناصر کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہندوستان سے عربی میں ناصر کے خلاف کتابیں کون سا گروپ لکھ رہا ہے اور جس کی کتابیں امریکہ لاکھوں روپے میں خرید کر ساری دنیا میں تقسیم کر رہا ہے۔ لکھنؤ کے فکر اسلامی کے ایک مکتب سے مسلسل ناصر کے خلاف فرعون کی اولاد ہونے کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔

اور یہ جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ ناصر کو مصر کے فرعون پر فخر ہے یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے جو کہ تہجد کے مصلے پر ہی بیٹھ کر تصنیف ہو سکتا ہے جو شخص ساری دنیا میں خاص کر افریقہ میں ایک کروڑ قرآن مجید عوام کو پیش کر رہا ہو جو شخص عیسائی مشنریوں کو افریقہ سے نکال رہا ہو جو شخص ساری دنیا میں قاری اور عالم بھیج رہا ہو۔ وہی شخص ان زندیق علماء کے نزدیک قابل گردن زدنی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ناصر نیویارک جا کر اسلام کی خودی فروخت نہیں کر سکتا ناصر ہتھیاروں کے بدلے سامراجیوں کا غلام نہیں بن سکتا۔ ناصر عیش و عشرت کی خاطر امیر المومنین کہلوانا پسند نہیں کر سکتا۔ ناصر تیل کی تجارت پر کلمہ کی عظمت کو نثار نہیں کر سکتا۔ اس لئے اگر ناصر مجرم ہے تو یہ جرم نہایت ہی مقدس جرم ہے جس پر کروڑوں تقوے قربان کیے جا سکتے ہیں۔

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

ہندوستان کی حکومت ناصر کی دوست ہے لیکن اس قدر سادہ ہے کہ جمہوریت کے نام پر ہندوستان میں ناصر کے قاتلوں کے بین الاقوامی گروہ کی سازشوں کا اسکو کچھ پتہ نہیں ہے

ناصر کے بین الاقوامی مخالفوں اور قاتلوں کے گروہ کے جو لوگ ہندوستان میں کام کر رہے ہیں ان کی سرگرمیوں پر اگر نظر نہ رکھی گئی تو یہ لوگ پھر کوئی نہ کوئی مصطفیٰ صغیر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

بھوک منظور ہے

یہ موج نفس کیا ہے تلوار ہے۔ خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے

جب سے صدر ناصر نے نہر سوئز کو آزاد کرایا ہے، امریکہ اور برطانیہ آئے دن مصر کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں۔ نہر سوئز کی آزادی کے بعد امریکہ نے اسوان ڈیم کے منصوبہ کے لئے قرضہ اور رشتی کی مدد دینے سے انکار کر دیا صدر ناصر نے ایک خوددار انسان کی طرح کہا کہ مجھے امریکہ کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ امریکہ جب اسوان ڈیم کی امداد پر شکست کھا گیا تو امریکہ کے ارباب حل و عقد نے اعلان کیا کہ امریکہ مصر کو غذائی امداد دینے سے معذور ہے۔ صدر ناصر نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی مدد درکار نہیں ہے اس مرحلہ پر موصوف نے مصری قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"تمہیں آزادی چاہیئے کہ روٹی، نہر سوئز چاہیئے یا غلہ کی بوریاں خودداری چاہیئے یا گھروں کا عیش۔ مصری قوم نے جواب دیا ہمیں آزادی کے ساتھ بھوک پسند ہے ہم اپنی خودداری کو غلہ کی بوریوں کے عوض فروخت نہیں کر سکتے۔ ہم مصر کی آزادی کی خاطر ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

مصری قوم کے اس جواب سے امریکہ والوں پر مردنی چھا گئی امریکن حکمران اور سیاستدان یہ خیال کرتے تھے کہ مصری قوم کو گھٹنے ٹیکنے کے بعد امداد دی جائے لیکن امریکہ کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ وہ دن لد گئے جب عرب کے شیوخ اپنی خودداری فروخت کر کے پونڈ کی ریزگاری کے بل پر عیش و عشرت میں گم ہو جاتے تھے اب مصری قوم ایک زندہ قوم ہے جس نے پورٹ سعید پر بیس ہزار جوانوں کی قربانی دیکر نہر سوئز کی جنگ کو جیتا تھا اسے یہ کب گوارا ہے کہ مغربی سامراج کے شاطر غلہ

بوریوں کے عوض اپنی آزادی خرید ے۔

ناصر کی رہنمائی میں مصری قوم نے اپنے معیار زندگی کو قناعت کے اصول پر بسر کرنا شروع کر دیا مسلسل تین سال مصر کی ناکہ بندی جاری رہی لیکن ناصر نے سامراجیوں کی ایک بھی شرط تسلیم نہ کی اور مصری قوم نے غلامی پر بھوک کو ترجیح دی جس قوم میں قربانی کا جذبہ پیدا ہو جائے وہ قوم دنیا میں باعزت مقام پیدا کرتی ہے اور دنیا والوں کو ایک نہ ایک وقت خوددار قوم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے آخر کار امریکن پالیسی کو شکست فاش ہوئی امریکہ نے نیاز مندی کے ساتھ ناصر کو صلح کا پیغام دیا ناصر نے ایک باوقار حکمران کی طرح امریکہ سے سیاسی تعلقات قائم رکھنے کی اجازت دیدی

سامراجی سیاست کے نباض، ایشیائی ممالک کے داخلی حالات سے فائدہ اٹھانے میں بڑے ماہر ہیں۔ جب دیکھا کہ کسی ملک میں غذائی یا اقتصادی بحران پیدا ہو رہا ہے فوراً اس ملک میں سو عیب نکال دیئے امریکن ساستدانوں نے بیانات دینے شروع کر دیے امریکہ کو اپنا مفاد بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے یہ کیا انسان دوستی ہے کہ امریکہ کھلائے جائے اور سر دردیئے جائے لیکن مدد پانے والے ملک، امریکہ کی بات نہ سنیں۔ آخر یہ بھی کوئی بات ہے دنیا میں تو یہ مثل مشہور ہے کہ جس کا کھائے اس کا گائے" مصائب کے وقت امریکن سیاستدانوں کا رنگ بدل جاتا ہے وہ کمزور ممالک کی آزادی سلب کر کے پورے ملک کو غلام بنا لیتے ہیں۔

امریکہ نے اب مصر کو جواب دیا ہے کہ ۳۰ رجون ۱۹۶۶ء کو غذائی معاہدہ کے ختم ہونے کے بعد مصر سے کوئی نیا معاہدہ نہیں کیا جائیگا کیونکہ امریکہ کو مصر کی اقتصادی پالیسیوں سے اختلاف ہے۔ صدر ناصر نے امریکہ کے اس فیصلہ

کا جواب دیا ہے اس پر صدر ناصر کو جتنی بھی مبارکباد دی جائے کم ہے۔ صدر ناصر شاہ فیصل نہیں ہیں جو امریکہ کی بدتمیزی پر چپ سادھ لیتے اور یہ کہتے کہ امریکہ میں میری کوئی توہین نہیں ہوئی۔ صدر ناصر نے امریکہ کے فیصلہ پر نہایت ہی خوددارانہ اعلان کیا ہے۔ صدر ناصر کا اعلان امریکہ کی حکمت عملی پر ضرب کاری ہے صدر ناصر کے اعلان نے دنیا کو بتا دیا ہے اور خاص کر شاہ فیصل کو

جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

صدر ناصر نے امریکہ کے اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا ہے کہ "مصر غلہ کی بوریوں کے بدلے اپنی آزادی فروخت نہیں کریگا صدر ناصر کے اعلان کا متن یہ ہے، جسے تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

قاہرہ ۷؍اگست۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر ناصر نے الزام لگایا ہے کہ ان کے ملک کے لئے امریکی اناج کا پروگرام اس وجہ سے معرض التوا میں ڈالا گیا ہے کہ مصر اسرائیل کے بارے میں اپنی پالیسی بدلے کیونکہ امریکہ مصر کی ان پالیسیوں سے متفق نہیں ہے۔

صدر ناصر نے کہا کہ ہم نے جو آزادی اپنا خون دے کر حاصل کی ہے وہ گندم، چاول یا دوسری اجناس کے بدلے میں فروخت نہیں کریں گے۔ صدر ناصر نے کہا کہ ہم نقد ڈالر دے کر گندم خرید لیں گے لیکن ملک کی آزادی پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

صدر ناصر نے فرمایا کہ امریکہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم کسی قیمت پر ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ اب بادشاہت کا دور ختم ہو گیا اور اب مصر میں عوامی دور ہے اس جاندار بیان کے بعد شاہ فیصل کے سفر امریکہ پر

نظر ڈالئے نیویارک میں اتحاد اسلام کے بانی کی بے عزتی ہوئی لیکن شاہ پھر بھی امریکہ کے آغوش عافیت کوش کو چھوڑ کر غیرت مندانہ اعلان نہ کر سکے شاہ فیصل نے مسلمانوں کا مقتدا ہونے کے باوجود خودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اتحاد اسلامی کی دن رات تسبیح پڑھنے والے یاران طریقت خواب خرگوش میں اس طرح کھوئے کہ انھیں آج تک احساس نہیں ہوا کہ مکہ کے شاہ کی نیویارک میں بھرے بازار میں بے عزتی ہوئی امریکہ جو سعودی عرب کا جنگی سرپرست ہے اس نے اتحاد اسلامی کے نام لیوا امریکی نواز عربوں کے ہاتھ پاؤں شل کر دیئے ہیں لیکن ناصر کے اعلان نے اسلام کی خودی کو پھر زندہ کر دیا ہے ؂

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا ہے

باب پنجم
عالم عرب کا اتحاد

صفیں کج، دل پریشان سجدہ بے ذوق :: کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

عربوں کے اتحاد کی کہانی لندن کے ایوانوں سے ان دنوں شروع کی گئی جب تمام دنیا میں خلافت اسلامی کا ڈنکا بج رہا تھا یورپ باب عالی کے احکام سے لرز رہا تھا۔ یورپ کی سلطنتیں ٹرکی کی سلطنت کا وجود ختم کرنے کے لئے سازشیں کر رہی تھیں۔

سنہ ۱۹۱۰ء میں لائیڈ جارج نے ،، لارنس کو شرف ملاقات بخشا، لارنس کو " اتحاد عرب " یا " عرب نیشنلزم " کا داعی بنا کر ایک ایسے قافلہ کے ساتھ عراق روانہ کیا گیا جس قافلہ میں ہندوستان کے میجر فضل الدین اور مفتی فلسطین کے نمائندے شامل تھے لائیڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ نے لارنس کو روانہ کرتے وقت کہا تھا۔

" عربی حکمرانوں کے قدموں پر پونڈوں کا ڈھیر لگا دو اور ان میں عربی حکومت قائم کرنے کی روح پھونک دو۔ ہر عرب شیخ سے مل کر کہو برطانیہ خطہ عرب میں عربوں کی حکومت کا اس لئے حامی ہے کہ عربوں کا اپنا ایک کلچر ہے۔ عربوں کی اپنی ایک تہذیب ہے عرب ترکوں سے زیادہ مقدس ہیں عالم اسلام کو عربوں کی رہنمائی کی ضرورت ہے"

ترکوں کے ظلم و ستم کی فرضی داستانیں عالم عرب میں بیان کرو عرب میں جاکر تمہارا قافلہ اس طرح کام کرے کہ تم لوگ ایک پکے سچے مسلمان نظر آؤ " لارنس " تمہارے مشن کی کامیابی پر برطانیہ عظمیٰ کی کامیابی ہے۔ آسمانی باپ عیسائیت کی ترقی کا سہرا تمہارے سر باندھے۔

لارنس کے قافلہ نے مفتی فلسطین امین الحسینی کی مدد اور شریف مکہ کے تعاون سے تمام عرب میں سازش کا جال پھیلا دیا اور عالم عرب میں "لارنس" کی عزت افزائی کا یہ عالم تھا کہ شریف مکہ کے بیٹے امیر فیصل "لارنس کو یا اخی کہہ کر پکارتے تھے" ہر صبح اور ہر شام "لارنس" کی پارٹی عربی شیوخ اور حکمرانوں کا "قبلہ گاہ" بن گئی۔

عرب اتحاد کا فتویٰ دینے والا لائیڈ جارج بذات خود عربوں کو گمراہ کرنے کی سازش کی نگرانی کر رہا تھا۔ لاکھوں روپے کا برطانوی اسلحہ عربی میں چھپے ہوئے خوبصورت لاکھوں پمفلٹ مفتی فلسطین کی رہنمائی میں برطانیہ سے فلسطین آتے رہے اور تمام عرب میں تقسیم ہوتے رہے عرب جوانوں کو لندن کے ملٹری کالج میں کپتان اور کرنل بنا کر بھیجا گیا عرب عوام کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ دی گئی۔

نتیجہ کے طور پر عرب مشتعل تھا۔ ترکی حکومت کے خلاف سازش کا یہ حال تھا کہ عربوں کے نزدیک اسلام کے سب سے بڑے مجرم صرف ترک تھے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں عربوں نے کرنل لارنس کی رہنمائی میں انگریزی فوجوں سے قدم سے قدم ملا کر پورے عرب میں ترکوں کا قتل عام کیا۔ آخر خلافت اسلامیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ ادھر ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمان یہ ترانہ گا رہے تھے۔

"بولی اماں محمد علی کی ⁂ جان بیٹا خلافت پہ دیدو"

ہندوستان کے ہندو اور مسلم سپوت خلافت پر جان دیتے رہے دیوبند کا محمودی قافلہ شریف مکہ کے ذریعہ نظر بند ہو کر مالٹا پہونچا دیا گیا۔ مولانا عبید اللہ سندھی "روس" میں تڑپتے رہے، پروفیسر برکت اللہ مرحوم مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہندوستانی انقلابیوں کی تمام تحریک عالم عرب کے "اتحاد" کی نذر ہو گئی، "وحدت کلمہ" کا نعرہ ترکی سلطنت کو بچانے کے کام نہ آیا شیخ الہند جیسے صاحب

نسبت انسان کو عرب نیشنلزم نے سرِ دار پہنچا دیا۔

اب ۱۵ برس کے بعد ناصر نے نہر سوئز حاصل کر کے برطانیہ امریکہ، فرانس تو کیا تمام مغربی سامراجیوں کی بخیہ رگ کاٹ دی مشرق وسطیٰ میں آزادی کا ایک نیا سورج طلوع ہوا۔ نہر سوئز کی جنگ میں روس کے وزیر اعظم بلگانن نے ڈرامائی طور پر فرانس اور برطانیہ کے سفیروں کو اس رصدگاہ میں بلا کر جہاں ایٹم بم داغنے کے سوئچ لگے ہوئے تھے حکم دیا تھا۔

نہر سوئز کی لڑائی جلدی بند کرو، ورنہ ۱۲ گھنٹے کے بعد دنیا سے برطانیہ اور فرانس کا نام و نشان مٹ جائے گا اور ہائیڈروجن بم کا ایک ہی وار فرانس اور برطانیہ کو ختم کر دے گا۔

مغربی نیوز ایجنسیوں کا بیان ہے کہ برطانوی اور فرانسیسی سفیروں کو یہ اعلان سن کر پسینہ آگیا انہوں نے فوراً ہی مہلت طلب کر کے تیز رفتار ہوائی جہازوں سے اپنی اپنی حکومتوں کے پاس پہنچے اس طرح نہر سوئز کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

اس لڑائی کے بعد ناصر کے دوستوں میں روس اور ہندوستان تھے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ مغربی سامراجیوں کے خلاف "ناصر نہرو" ایک ایسا محور تھے جس سے مغربی سامراجیوں کی نیند حرام ہو گئی۔ امریکہ نے مصر کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی تو ہندوستان اور روس ہی ناصر کے کام آئے جب ناصر زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے اور ہر طرف سے مصر کی ناکہ بندی کی جا رہی تھی اس وقت سعودی عرب ارب ہا پونڈ کا مالک ہوتے ہوئے ناصر کو امداد نہ دے سکا۔ اسوان ڈیم آخر کار روس کے اشتراک سے بنا۔

سعودی عرب کی طرف سے شام میں کرنل سراج احمد کے ذریعہ ناصر کو قتل کرانے کی سازش کی گئی اور اس سازش کے لئے ۵۰ لاکھ ریال خرچ کرنے کا

منصوبہ بنایا گیا تھا وہ ٹیپ ریکارڈ آج بھی موجود ہے جو کہ کرنل سراج احمد نے سعودی عرب کے نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے لیا تھا۔

۱۹۶۲ء میں عرب اتحاد کے نام پر باب عالی کو ختم کیا گیا اور اب عالم اسلام کے اتحاد کے نام پر ناصر کو ختم کرکے نہر سوئز پر قبضہ کرانے کی دوبارہ سازش ہے جس عرب میں ابن یا الٹر نظر بند ہوں جس عرب میں حبیب لورقیبہ جیسے لوگ موجود ہوں جہاں شاہ حسین نے یہ اعلان کر دیا ہو کہ مہاجرین فلسطین کی تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے ان عرب ممالک سے عالم اسلام کے اتحاد کی توقع کرنا جذباتی تسکین کا باعث تو ہو سکتا ہے لیکن عربوں کی سیاسی تاریخ کے پس منظر میں اتحاد اسلامی کی کوئی تحریک بھی اپنے اندر حقیقت نہیں رکھتی۔ فلسطینی مجاہد کرنل احمد نابلسی کی زندگی اب چھپ گئی ہے جو "لارنس" کا دست راست تھا اسے پڑھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے کہ انگریز سیاست دان کس قدر عیار ہیں

شاہ فیصل کا سفر امریکہ

مکہ مکرمہ جو بیت اللہ شریف ہونے کی وجہ سے دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے باعث احترام و تکریم ہے جس سرزمین پر سال میں ایک دفعہ دنیا کے ہر کونے سے جمع ہوکر مسلمان پکارتے ہیں۔

لبیک اللّٰھم لبیک لبیک
لا شریک لک لبیک

ہم حاضر ہیں تیرے دربار میں تو لاشریک ہے تیرا کوئی شریک نہیں جو لوگ حج کر آئے ہیں ان کو معلوم ہے کہ حاجیوں پر توحید کا نشہ طاری ہوتا ہے اور روحانی کیفیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ مکہ کی مقدس زمین کا ہر ذرہ توحید کے اس نعرہ سے گونج اٹھتا ہے اور ہر طرف سے یہ آواز آتی ہے۔

مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اس پاک اور مقدس شہر کے والی امریکہ میں "خدا کی شان" دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے مکہ کے سربراہ کی امریکہ میں جو عزت افزائی ہونی چاہیئے تھی اس کی بجائے نیویارک میں شہریوں نے شاہ فیصل کی توہین کی اس خبر کا متن یہ ہے

نیویارک ۲۱ جون: سعودی عرب کے شاہ فیصل جو آج کل امریکہ کا دورہ کر رہے ہیں آج وہ اپنے دورہ کے پروگرام کے مطابق یہاں پہونچے انہیں نیویارک کے گورنر سے ملاقات کرنی تھی مگر گورنر نے ملاقات سے صاف انکار کر دیا اِدھر ان کے اعزاز میں نیویارک کے میئر کی طرف سے جو عصرانہ دیا جانے والا تھا وہ بھی منسوخ کر دیا گیا اس کی وجہ میئر نے یہ بتائی ہے کہ شاہ فیصل

نے کہا کہ یہودی عربوں کے دشمن ہیں اس لئے دنیا کے جو یہودی اسرائیل کی مدد کرتے ہیں وہ بھی عربوں کے دشمن ہیں۔" شاہ فیصل کو حجاز و نجد کی جو حکمرانی حاصل ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ شاہ اپنی اس توہین کے بعد فوراً ہی امریکہ سے مکہ کے لئے روانہ ہو جاتے اور مکہ پہنچ کر شاہ فیصل کو چاہئے تھا کہ امریکیوں کو سعودی عرب میں جو مراعات حاصل ہیں انھیں ختم کر دیا جاتا لیکن شاہ فیصل توہین کے بعد بھی نیویارک میں قیام پذیر ہو گئے۔

ہمیں یاد ہے کہ جب مسٹر خروشچیف امریکہ کا دورہ کر رہے تھے تو امریکہ کے ایک مقام پر بعض امریکیوں نے دبی زبان میں مسٹر خروشچیف کی توہین کرنی چاہی تو خروشچیف نے فوراً کہا کہ۔

"میں امریکہ میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ اپنے ملک کی یا کمیونزم کی توہین برداشت کروں میرے ہمراہ ایسے روسی طیارے ہیں جو تین گھنٹے میں مجھے واپس ماسکو پہنچا سکتے ہیں پھر امریکہ والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی مہمان کے ساتھ توہین آمیز سلوک کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

یہ لامذہب اور بے دین روس کے سربراہ کی امریکیوں کو تنبیہ تھی امریکہ کی حکومت کو فوراً ہی روس کے سربراہ سے معافی مانگنی پڑی اور درخواست کرنی پڑی کہ وہ پروگرام کے مطابق امریکہ کا دورہ جاری رکھیں۔ تمام امریکہ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اخبارات محتاط ہو گئے اور لگے خروشچیف کی خوشامد کرنے مغربی جرمنی نے اسرائیل کو اسلحہ دینے کی پیش کش کی تو صدر ناصر نے اعلان کر دیا کہ مصر پر مغربی جرمنی کا لگایا ہوا کروڑوں پونڈ کا سرمایہ اور حکومت مصر کو دیا ہوا کروڑوں پونڈ کا قرضہ ضبط کر لیا گیا ہے اور مشرقی جرمنی سے مصر اپنے تعلقات قائم کرنے میں آزاد ہے۔

مغربی جرمنی کی حکومت اس اعلان سے سراسیمہ ہوگئی اور لگی بغلیں جھانکنے ناصر کی خودی اور خودداری نے مصری مسلمانوں کی تو کیا تمام دنیا کے تمام مسلمانوں کی عزت بچالی اور مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوگیا کہ ہماری صفوں میں ایک ایسا مجاہد جلیل بھی ہے جس نے اسلامی خودداری کا ثبوت دیکر یورپ پر ثابت کردیا کہ عرب ممالک یورپ کے ذہنی غلام نہیں ہیں کہ ہر بات پر خاموش رہیں اور ہر معاملہ میں دب جائیں۔ صدر ناصر نے دہلی میں رام لیلا گراؤنڈ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"نہر سوئز کو حاصل کرنے کے بعد اینگلو امریکن بلاک نے مصر کا بائیکاٹ کردیا ہر قسم کی ۔ ۔ ۔ امداد بند کردی گئی تو میں نے مصر کے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں غلامی پسند ہے یا بھکمری۔ مصری قوم نے جواب دیا کہ ہم خودداری کی خاطر بھوکے رہنا پسند کریں گے لیکن اپنی آزادی اور خودداری پر کسی طرح آنچ نہ آنے دیں گے"

لیکن شاہ فیصل کا اپنی کھلی توہین کے بعد بھی نیویارک میں رہنے کا فیصلہ کرنا کہ کے سربراہ کی پیشانی پر بدنما داغ ہے سوال کیا جاسکتا ہے کہ عالم اسلام کے اتحاد کے بانی کی توہین پر ان ممالک کے وزرائے خارجہ کہاں سو گئے جو بات بات پر عالم اتحاد کی رٹ لگایا کرتے تھے آخر شاہ ایران کا کوئی بیان کیوں نہیں آیا مراکش کے شاہ حسین کیوں نہ بولے۔ صدر ایوب نے اس بارے میں امریکہ کے یہودیوں کو کیوں نہ ڈانٹا۔ اردن کے شاہ نے کیوں نوٹس نہ لیا کیا یہی عالم اسلام کے اتحاد کی اسپرٹ ہے کہ شاہ فیصل کی نیویارک میں توہین ہورہی ہے اور شاہ کے اسلامی ساتھی خواب خرگوش۔ مزے لے رہے ہوں۔

ہندوستان میں وحدت کلمہ پر فکری و نظری مقالے لکھنے والوں کو بھی سانپ سونگھ گیا۔ ان کی زبانوں پر بھی سکوت طاری ہے ہندوستان

میں اتحاد اسلامی کے دو نقیب "دعوت" اور ندائے ملت" دونوں خاموش ہیں اب مقالہ پر مقالہ نہیں لکھا گیا حق ان کے گلے میں اٹک کر رہ گیا جماعت اسلامی کے امیر جناب ابو اللیث کی زبان وبیان اور قلم پر فالج گر گیا ہے منافقین کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ حق بات کہہ سکیں۔

"الجمعیۃ" میں مولانا فارقلیط صاحب نے اس سلسلہ میں ایک ماتمی نوٹ لکھا ہے کہ:-

"یہودیوں کی خوشنودی کے لئے نیو یارک کے میئر اور گورنر نے شاہ فیصل کے ساتھ جس بد تمیزی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے تمام عرب ممالک کو اثر لینا چاہیئے کیونکہ انھوں نے صرف شاہِ فیصل ہی کی توہین نہیں کی بلکہ تمام عرب ممالک کی غیرت کو چیلنج کیا ہے ہمیں یقین ہے کہ امریکہ نے شاہِ فیصل کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے بعد کوئی عرب سربراہ امریکہ جانا پسند نہیں کریگا شاہ فیصل کا آئندہ رویہ کیا ہوگا وہ عرب ممالک ہی نہیں عالم اسلام کی توہین کا بدلہ کسطرح لیں گے

حضرت مولانا فارقلیط صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ بدلہ خود آدمی لیا کرتا ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

۱۹۱۴ئ کی جنگ کے بعد جب حجاز کی مقدس سرزمین کو انگریزوں کی ناپاک قدم روند رہے تھے اور شریف حسین کے سب سے بڑے صاحبزادے شاہ فیصل انگریزوں کے پیچھے وظیفہ خواروں کی طرح پھر رہے تھے ہندوستان کے فلسفی شاعر نے کیا خوب کہا تھا ؎

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

اس شعر پر آج چالیس سال گذر چکے ہیں۔ لیکن فلسفی شاعر کی حقیقت نوائی آج بھی زندہ و پائندہ ہے حجاز جہاں سے خودداری و بے باکی کے چشمے پھوٹ نکلے تھے جن کی عظمت و تقدیس کے لئے دنیا مجبور تھی جن ہُدی خوانوں نے دنیا کی صفیں پلٹ دی تھیں جن قبا پوشوں کے قدموں نے قیصر و کسریٰ کے تختوں کو روند ڈالا تھا۔ ان کے اخلاف کی بھرے بازار میں بے غرتی ہو رہی ہے ہائے کس بے دردی سے اس بے غیرتی کو برداشت کیا جا رہا ہے عالم اسلام کے اتحاد کا سبق دینے والے عالم اسلام کے اتحاد کی قبر نیو یارک میں کھود کر اس مقدس اصطلاح کو دفن کر رہے ہیں

مکہ معظمہ کا واجب احترام سربراہ اپنے اقتدار اور اپنی خودداری پر فاتحہ پڑھ رہا ہے یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ شاہ فیصل اس مقام پر بھی اکیلے ہی کھڑے ہیں ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے

شاہ فیصل کے ساتھی جو امریکی حسینہ پر جان دینا ایمان کی نشانی بتاتے ہیں وہ شاہ فیصل کی مدد کر کے امریکہ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ اب شاہ فیصل کے لئے یہ موقع ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانیں۔ ناصر دشمنی سے جو عزت شاہ کو امریکہ میں حاصل ہوئی ہے وہ تمام عرب ممالک کے لئے عبرت کا مقام ہے۔

تیل کے مالکو! اٹھو۔ دنیا میں حقائق کا صحیح معنوں میں ادراک کرو اگر اسرائیل کا زوال چاہتے ہو تو ناصر کی رہنمائی مان لو۔ نہر سوئز کی آزادی عرب ممالک کے لئے قدرت کا بہترین عطیہ ہے جو پورے پچاس برس کی غلامی کے بعد قدرت نے تمہیں عطا کیا ہے۔ ناصر کو امریکہ کے ہاتھ سے مروا کر تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا اگر اب خدانخواستہ نہر سوئز اغیار کے قبضہ میں چلی گئی تو صحرائے عرب، عربی عوام کی لاشوں سے پٹ جائیگا۔

مصنف کی دوسری کتابیں

ع

۱ کمال اتاترک

ترکی جدید کے نامور فرزند مصطفیٰ پاشاہ کے حالات زندگی اور ملکی و سیاسی خدمات کا مرقع صفحات ۳۰۰ سائز $\frac{18\times22}{8}$ قیمت ۲ روپے

شائع شدہ سنہ ۳۶ لاہور

۲ صبح امید

ارضی ہند کے زندہ جاوید سپوت بے نظیر عالم اور اہل قلم مولانا ابوالکلام کی زندگی کے بصیرت افروز مقالات صفحات تین سو سائز $\frac{18\times22}{8}$ قیمت ۶.۰۰

ملنے کا پتہ

سنگم کتاب گھر جامع مسجد دھلی ۶